لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى النَّاسِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
یقیناً فضل والا ہے	لوگوں پر	اور لیکن	ان کے اکثر	شکر نہیں کرتے

نوٹ۔1

رسولوں نے اپنی قوموں کو دو عذابوں سے ڈرایا ہے۔ ایک عذاب دنیا سے جو رسول کی تکذیب کی صورت میں لازماً ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے عذاب آخرت سے۔ اس کا جواب ان کی قوموں نے ہمیشہ یہی دیا کہ یہ عذاب کب آئے گا۔ اگر سچے ہو تو یا تو قیامت لاؤ، اگر قیامت نہیں تو وہ عذاب ہی لا کر دکھاؤ جو تمہاری تکذیب کی صورت میں ہم پر آنے والا ہے۔ فرمایا ان سے کہہ دو کہ عجیب نہیں کہ جس چیز کے لئے تم جلدی مچاتے ہو اس کا کوئی حصہ تمہارے پیچھے ہی لگا ہوا ہو۔ تَسْتَعْجِلُوْنَ سے قیامت مراد ہے جس کے لئے وہ جلدی مچاتے تھے۔ بَعْضُ سے مراد وہ عذاب ہے جو رسول کی تکذیب کا لازمی نتیجہ ہے۔ یہاں اس بات کو عَسٰی کے لفظ سے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہرحال عذاب کے ظہور کا انحصار قوم کے رویے پر تھا کہ وہ ایمان لا کر اس سے محفوظ بھی رہ سکتی تھی۔ چنانچہ ہوا بھی یہی کہ آنحضرت ﷺ کی قوم کی اکثریت ایمان لائی اس وجہ سے اس پر ایسا عذاب نہیں آیا جیسا پچھلی قوموں پر آیا تھا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (74 تا 82)

ترجمہ

وَاِنَّ رَبَّكَ	لَيَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُوْرُهُمْ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾
اور بیشک آپ کا رب	یقیناً جانتا ہے	اس کو جو	چھپاتے ہیں	ان کے سینے	اور اس کو جو	یہ لوگ اعلان کرتے ہیں

وَمَا	مِنْ غَآئِبَةٍ	فِي السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ	اِلَّا	فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾
اور نہیں ہے	کوئی بھی غائب ہونے والی	آسمان میں	اور زمین میں	سوائے اس کے کہ	(وہ) ایک واضح کتاب میں ہے

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ	يَقُصُّ	عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اَكْثَرَ الَّذِيْ	هُمْ	فِيْهِ
بیشک یہ قرآن	بیان کرتا ہے	بنی اسرائیل پر	اس کے اکثر کو	وہ لوگ	جس میں

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾	وَاِنَّهٗ	لَهُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾	اِنَّ رَبَّكَ
اختلاف کرتے ہیں	اور بیشک یہ	یقیناً ہدایت ہے	اور رحمت ہے	ایمان لانے والوں کیلئے	بیشک آپ کا رب

يَقْضِيْ	بَيْنَهُمْ	بِحُكْمِهٖ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾
فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	اپنے حکم سے	اور وہ ہی بالادست ہے	جاننے والا ہے

فَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ	اِنَّكَ	عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾	اِنَّكَ	لَا تُسْمِعُ	الْمَوْتٰى
پس آپ بھروسہ کریں	اللہ پر	بیشک آپ	واضح حق پر ہیں	بیشک آپ	نہیں سناتے	مردوں کو

وَلَا تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا	وَلَّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾
اور آپ نہیں سناتے	بہروں کو	(اپنی) پکار	جب	وہ چل دیتے ہیں	پیٹھ دینے والا ہوتے ہوئے

وَمَآ اَنْتَ	بِهٰدِى الْعُمْيِ	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ	اِنْ تُسْمِعُ	اِلَّا	مَنْ	يُّؤْمِنُ
اور آپ نہیں ہیں	اندھوں کو ہدایت دینے والے	ان کی گمراہی سے	آپ نہیں سناتے	مگر	اس کو جو	ایمان لاتا ہے

بِاٰیٰتِنَا	فَھُمۡ	مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾	وَاِذَا	وَقَعَ	الۡقَوۡلُ	عَلَیۡھِمۡ
ہماری نشانیوں پر	تو وہ لوگ ہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور جب	واقع ہوگی	وہ بات	1428 ان پر

اَخۡرَجۡنَا	لَھُمۡ	دَآبَّۃً	مِّنَ الۡاَرۡضِ	تُکَلِّمُھُمۡ
تو ہم نکالیں گے	ان کے لئے	ایک چلنے والا (جانور)	زمین سے	وہ بات کرے گا ان سے

اَنَّ	النَّاسَ	کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۸۲﴾ع
(اس لئے) کہ	لوگ	ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے

نوٹ۔1

آیت۔82۔میں اَلۡقَوۡلُ کا مطلب وہ وعدہ جو قیامت کے بارے میں کیا گیا ہے اور اس کے لوگوں پر آپڑنے یعنی واقع ہونے کا مطلب ہے کہ قیامت بالکل قریب آجائے گی۔اس وقت ایک جانور زمین سے نکلے گا۔ابن عمرؓ کا قول ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب زمین میں کوئی نیکی کا حکم کرنے والا اور بدی سے روکنے والا باقی نہیں رہے گا۔ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ یہی بات انہوں نے خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی۔یہ بات واضح نہیں ہے کہ یہ ایک ہی جانور ہوگا یا ایک خاص قسم کی جنس حیوان ہوگی جس کے بہت سے افراد زمین پر پھیل جائیں گے۔دَآبَّۃً مِّنَ الۡاَرۡضِ کے الفاظ میں دونوں معانی کا احتمال ہے۔یہ فقرہ کہ ''لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے۔'' یا تو اس جانور کے اپنے کلام کی نقل ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کلام کی حکایت ہے۔اس جانور کی شکل و صورت، نکلنے کی جگہ اور ایسی ہی دوسری تفصیلات کو جاننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔کیونکہ جس مقصد کے لئے قرآن میں یہ ذکر کیا گیا ہے، اس سے ان تفصیلات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔رہا کسی جانور کا انسانی زبان میں ذکر کرنا تو یہ اللہ کی قدرت ہے۔وہ جس کو چاہے گویائی کی صلاحیت بخش سکتا ہے۔قیامت سے پہلے تو وہ ایک ہی جانور کو گویائی بخشے گا مگر جب قیامت قائم ہوجائے گی تو اللہ کی عدالت میں انسان کی آنکھ، کان، اور اس کے جسم کی کھال تک بول اٹھے گی۔یہ قرآن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (83 تا 88)

ف	و	ج

(ن) فَوۡجًا — خوشبو کا پھیلنا۔

فَوۡجٌ — ج اَفۡوَاجٌ۔افراد کی جماعت۔گروہ۔زیر مطالعہ آیت۔83 ﴿ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا ﴿۱۸﴾ ﴾ (78/النبا:18) ''جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو تم لوگ آؤ گے گروہوں میں۔''

ج	م	د

(ن) جُمُوۡدًا — کسی چیز کا جم جانا۔

جَامِدٌ — فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔جما ہوا۔زیر مطالعہ آیت۔88

ت	ق	ن

(x) x — ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔

(افعال) اِتۡقَانًا — کام کو مضبوطی سے کرنا۔مہارت سے کرنا۔زیر مطالعہ آیت۔88

ترجمہ

1428 شب وروز کی یکے بعد دیگرے آمدورفت اور تضاد کے باوجود ان کے باہم موافق ہونے اور مخلوق کے لئے ان کی فیض رسانی سے

وَيَوْمَ	نَحْشُرُ	مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ	فَوْجًا	مِّمَّنْ	يُّكَذِّبُ	بِاٰيٰتِنَا
اور جس دن	ہم اکٹھا کریں گے	ہر ایک امت میں سے	ایک گروہ	ان میں سے جو	جھٹلاتے تھے	ہماری نشانیوں کو

فَهُمْ	يُوْزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءُوْ	قَالَ	اَكَذَّبْتُمْ
پھر ان کی	صف بندی کی جائے گی	جہاں تک کہ	جب	وہ آئیں گے	تو (اللہ) کہے گا	کیا تم لوگوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِيْ	وَ	لَمْ تُحِيْطُوْا	بِهَا	عِلْمًا	اَمَّاذَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾
میری نشانیوں کو	حالانکہ	تم نے احاطہ ہی نہیں کیا	ان کا	بلحاظ علم کے	یا (اگر یہ نہیں تو) وہ کیا ہے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے

وَوَقَعَ	الْقَوْلُ	عَلَيْهِمْ	بِمَا	ظَلَمُوْا	فَهُمْ	لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾
اور واقع (ثابت) ہوئی	وہ بات	ان پر	بسبب اس کے جو	انہوں نے ظلم کیا	پھر وہ	(کچھ) نہیں بولیں گے

اَلَمْ يَرَوْا	اَنَّا جَعَلْنَا	الَّيْلَ	لِيَسْكُنُوْا	فِيْهِ	وَالنَّهَارَ
کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا کہ	ہم نے بنائی	رات	تاکہ وہ سکون حاصل کریں	اس میں	اور دن کو (بنایا)

مُبْصِرًا ۭ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾	وَيَوْمَ	يُنْفَخُ
بینا کرنے والا ہوتے ہوئے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسی قوم کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور جس دن	پھونکا جائے گا

فِي الصُّوْرِ	فَفَزِعَ	مَنْ	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	اِلَّا مَنْ
صور میں	تو دہشت زدہ ہو جائیں گے	وہ جو	آسمانوں میں ہیں	اور وہ جو زمین میں ہیں	سوائے اس کے جس کو

شَاۗءَ	اللّٰهُ ۭ	وَكُلٌّ	اَتَوْهُ	دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾	وَتَرَى	الْجِبَالَ
چاہا	اللہ نے	اور سب	آئیں گے اس کے پاس	حقیر ہوتے ہوئے	اور تو دیکھتا ہے	پہاڑوں کو

تَحْسَبُهَا	جَامِدَةً	وَّ	هِيَ	تَمُرُّ	مَرَّ السَّحَابِ ۭ
تو گمان کرتا ہے ان کو	جمے ہوئے	حالانکہ	وہ	چلیں گے	بادل کا چلنا

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ	اَتْقَنَ	كُلَّ شَيْءٍ ۭ	اِنَّهٗ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَفْعَلُوْنَ ﴿٨٨﴾
(تو دیکھتا ہے) اس اللہ کی کاریگری کو جس نے	مہارت سے بنایا	ہر ایک چیز کو	بیشک وہ	باخبر ہے	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو

نوٹ:1

شب وروز کی یکے بعد دیگرے آمدورفت اور تضاد کے باوجود ان کے باہم موافق ہونے اور مخلوق کے لئے ان کی فیض رسانی سے کائنات کے خالق کی قدرت، حکمت، ربوبیت، توحید اور حشر ونشر پر قرآن میں جگہ جگہ دلیلیں قائم کی گئیں ہیں۔ یہاں لفظ اٰیٰتٌ سے ان سب کی طرف اشارہ ہے لیکن خاص طور پر قیامت اور حشر ونشر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کا مشاہدہ تو اس دنیا میں ہر روز کر رہے ہو۔ جس طرح تم رات میں ہر روز سوتے ہو پھر صبح کو اٹھ بیٹھتے ہو، اسی طرح مرنے کے بعد ایک وقت آئے گا کہ اٹھو بیٹھو گے۔ اللہ تعالیٰ یہ مشاہدہ اسی لئے کرا رہا ہے کہ اصل حقیقت کی یاد دہانی تمہیں ہر روز ہوتی رہے۔ اسی کی یاد دہانی کے لئے نبی ﷺ نے

اس دعا کی تلقین فرمائی ہے جو سو کر اٹھنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ (تدبر قرآن) وہ دعا یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

آیت نمبر (89 تا 93)

ک ب ب

(ن) کَبًّا پچھاڑنا۔ اوندھا کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔90۔

(افعال) اِکْبَابًا کسی چیز پر منہ کے بل گر جانا۔ اوندھا ہونا۔﴿ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْہِہٖٓ اَھْدٰٓی ﴾ (67/الملک:۲۲) ''تو کیا وہ جو چلتا ہے اوندھا ہوتے ہوئے اپنے چہرے پر زیادہ ہدایت پر ہے۔''

ترجمہ

مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ	خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ	وَهُمْ	مِّنْ فَزَعٍ	يَّوْمَئِذٍ
جو	آیا	بھلائی کے ساتھ	تو اس کے لئے ہے	اس سے بہتر	اور وہ لوگ	دہشت سے	اس دن
اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾	وَمَنْ	جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَكُبَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فِي النَّارِ ۭ	
امن میں ہونے والے ہیں	اور جو	آیا	برائی کے ساتھ	تو اوندھے کئے جائیں گے	ان کے چہرے	آگ میں	
هَلْ تُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٠﴾	اِنَّمَآ	اُمِرْتُ			
تم لوگوں کو کیا بدلہ دیا جاتا ہے	سوائے اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	مجھے حکم دیا گیا			
اَنْ اَعْبُدَ	رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ	حَرَّمَهَا	وَلَهٗ	كُلُّ شَيْءٍ	وَّاُمِرْتُ		
کہ میں ہو جاؤں	فرمانبرداروں میں سے	اور (حکم دیا گیا) کہ	میں تلاوت کروں	قرآن کی	پھر جس نے		
اَنْ اَكُوْنَ	مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩١﴾ لا	وَاَنْ	اَتْلُوَا	الْقُرْاٰنَ ۚ	فَمَنِ		
کہ میں ہو جاؤں	فرمانبرداروں میں سے	اور (حکم دیا گیا) کہ	میں تلاوت کروں	قرآن کی	پھر جس نے		
اهْتَدٰى	فَاِنَّمَا	يَهْتَدِيْ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ ضَلَّ	فَقُلْ	اِنَّمَآ	
ہدایت پائی	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ ہدایت پاتا ہے	اپنے (ہی) نفس کے لئے	اور جو بھٹکا	تو آپ کہہ دیجئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	
اَنَا	مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿٩٢﴾	وَقُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	سَيُرِيْكُمْ		
میں	خبردار کرنے والوں میں سے ہوں	اور آپ کہیے	تمام شکر و سپاس	اللہ کے لئے ہے	وہ دکھائے گا تم کو		
اٰيٰتِهٖ	فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ	وَمَا رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ ع		
اپنی نشانیاں	تم لوگ پہچانو گے ان کو	اور نہیں ہے آپ کا رب	غافل	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو		

نوٹ:1

آیت۔89۔ میں ہے کہ قیامت کے دن جو بھلائی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھلائی کا صلہ بھلائی سے بہتر ہوگا۔ یہ بہتری دو طرح سے ہوگی۔ ایک یہ کہ اس کی نیکی تو وقتی تھی اور اس کے اثرات بھی دنیا میں ایک محدود زمانے کے لئے تھے مگر اس کا اجر دائمی اور ابدی ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جتنی نیکی اس نے کی ہوگی اس سے زیادہ انعام اسے دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ آخرت میں بدی کا بدلہ اتنا ہی دیا جائے گا جتنی کسی نے بدی کی ہوگی اور نیکی کا اجر اللہ تعالیٰ آدمی کے عمل سے بہت زیادہ عطا فرمائے گا۔ (تفہیم القرآن)

مورخہ ۲۷/شعبان ۱۴۲۸ھ

بمطابق ۱۰/ستمبر ۲۰۰۷ء

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ

طٰسٓمّٓ ①	تِلْكَ	اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②	نَتْلُوْا عَلَيْكَ
-	یہ	واضح کتاب کی آیات ہیں	ہم سناتے ہیں آپ کو

مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ	بِالْحَقِّ	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ③	اِنَّ فِرْعَوْنَ	عَلَا
فرعون اور موسیٰؑ کی خبر میں سے	حق کے ساتھ	ایسی قوم کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	بیشک فرعون نے	سرکشی کی

فِى الْاَرْضِ	وَجَعَلَ	اَهْلَهَا	شِيَعًا	يَّسْتَضْعِفُ	طَآئِفَةً	مِّنْهُمْ
زمین میں	اور اس نے بنایا	اس کے لوگوں کو	فرقہ (میں)	وہ کمزور سمجھتا (کرتا) تھا	ایک گروہ کو	ان میں سے

يُذَبِّحُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَيَسْتَحْىٖ	نِسَآءَهُمْ ؕ	اِنَّهٗ كَانَ	مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④
اس حال میں کہ وہ ذبح کرتا تھا	ان کے بیٹوں کو	اور زندہ رکھتا تھا	ان کی عورتوں کو	بیشک وہ تھا	نظم بگاڑنے والوں میں سے

وَ	نُرِيْدُ	اَنْ	نَّمُنَّ	عَلَى الَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	فِى الْاَرْضِ
حالانکہ	ہم ارادہ رکھتے تھے	کہ	ہم احسان کریں	اور ان لوگوں پر جن کو	کمزور سمجھا گیا	زمین میں

وَنَجْعَلَهُمْ	اَئِمَّةً	وَّنَجْعَلَهُمُ	الْوٰرِثِيْنَ ⑤ۙ	وَنُمَكِّنَ	لَهُمْ
اور ہم بنائیں ان کو	پیشوا	اور ہم بنائیں ان کو	وارث	اور ہم اختیار دیں	ان (کمزور) لوگوں کو

فِى الْاَرْضِ	وَنُرِىَ	فِرْعَوْنَ	وَهَامٰنَ	وَجُنُوْدَهُمَا	مِنْهُمْ	مَّا
زمین میں	اور ہم دکھائیں	فرعون کو	اور ہامان کو	اور ان دونوں کے لشکروں کو	ان (کمزوروں) سے	وہ جس سے

كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥	وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى	اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ	فَاِذَا
وہ ڈرتے تھے	اور ہم نے وحی کی	موسیٰؑ کی والدہ کی طرف	کہ آپ دودھ پلائیں انؑ کو	پھر جب

خِفْتِ	عَلَيْهِ	فَاَلْقِيْهِ	فِى الْيَمِّ	وَلَا تَخَافِىْ	وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ
آپ خوف کریں	انؑ کے بارے میں	تو آپ ڈال دیں انؑ کو	پانی میں	اور آپ مت ڈریں	اور غمگین مت ہوں

اِنَّا	رَآدُّوْهُ	اِلَيْكِ	وَجَاعِلُوْهُ	مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦
بیشک ہم	لوٹانے والے ہیں انؑ کو	آپ کی طرف	اور بنانے والے ہیں انؑ کو	بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے

نوٹ۔1

بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے اور بیٹیوں کو زندہ رکھنے کے متعلق بائبل میں جو تشریح ملتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کا دور گزر جانے کے بعد مصر میں ایک قوم پرستانہ انقلاب آیا تھا اور قبطیوں کے ہاتھ میں جب دوبارہ اقتدار آیا تو نئی قوم پرست حکومت نے بنی اسرائیل کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی۔ ان کو ان کی زرخیز زمینوں، مکانات اور جائیدادوں سے محروم کیا۔ پھر انہیں حکومت کے تمام مناصب سے بے دخل کیا۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ بنی اسرائیل کی تعداد گھٹائی جائے۔ اس کے لئے ان کے لڑکوں کو قتل کر کے صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ ان کی عورتیں قبطیوں کے تصرف میں آتی جائیں اور ان سے اسرائیل کے بجائے قبطی نسل پیدا ہو۔ یہ تفسیر ہے قرآن کے اس بیان کی کہ مصر کی آبادی کے ایک گروہ کو وہ کمزور کرتا تھا۔

مگر بائبل اور قرآن دونوں اس ذکر سے خالی ہیں کہ فرعون سے کسی نجومی نے یہ کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کے ہاتھوں فرعونی اقتدار کا تختہ الٹ جائے گا۔ یا فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر میں یہ بات کہی گئی تھی اور اسی خطرے کو روکنے کے لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ افسانہ تلمود اور دوسری اسرائیلی روایات سے ہمارے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

یہاں پہلی مرتبہ فرعون کے ساتھ ہامان کا ذکر آیا ہے اور اس طرح آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت فرعون کے وزیر کی تھی۔ آگے بھی اس کا ذکر فرعون کے وزیراعظم کی حیثیت سے آ رہا ہے۔ تورات میں اس کا نام نہیں آیا ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کتنی باتیں ہیں جن میں قرآن نے تورات کے بیانات کی تصحیح کی ہے یا ان پر اضافہ کیا ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی سرگزشت میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ (تدبر قرآن)

بعض مستشرقین نے اس بات پر بڑی لے دے کی ہے کہ ہامان تو ایران کے ایک بادشاہ کے دربار کا ایک امیر تھا اور اس بادشاہ کا زمانہ حضرت موسیٰؑ کے سینکڑوں برس بعد 486 اور 465 قبل مسیح میں گزرا ہے، مگر قرآن نے اسے مصر لے جا کر فرعون کا وزیر بنا دیا۔ یہ لوگ خود غور کریں کہ آخر ان کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ایرانی بادشاہ کے درباری ہامان سے پہلے دنیا میں کوئی شخص اس نام کا نہیں گزرا ہے۔ جس فرعون کا ذکر یہاں ہو رہا ہے اگر اس کے تمام وزراء کی کوئی مکمل فہرست مستند ذریعہ سے کسی مستشرق صاحب کو مل گئی ہے جس میں ہامان کا نام نہیں ہے، تو وہ اسے چھپا کر کیوں بیٹھے ہیں؟ انہیں اسے شائع کر دینا چاہئے کیونکہ قرآن کی تکذیب کے لئے اس سے زیادہ مؤثر ہتھیار انہیں کوئی نہیں ملے گا۔ (تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ

فَالۡتَقَطَہٗۤ	اٰلُ فِرۡعَوۡنَ	لِیَکُوۡنَ	لَہُمۡ	عَدُوًّا	وَّ حَزَنًا ؕ	اِنَّ
پھر اٹھالیا	فرعون والوں نے	تاکہ وہ ہوجائیں	ان کے لئے	دشمن	اور غم	بیشک

فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ	وَ جُنُوۡدَہُمَا	کَانُوۡا	خٰطِئِیۡنَ ۝۸	وَ قَالَتِ
فرعون اور ہامان	اور ان دونوں کے لشکر	وہ سب تھے	چوک جانے والے	اور کہا

امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ	قُرَّتُ عَیۡنٍ	لِّیۡ	وَ لَکَ ؕ	لَا تَقۡتُلُوۡہُ ٭ۖ	عَسٰۤی اَنۡ
فرعون کی عورت نے	آنکھ کی ٹھنڈک ہے	میرے لئے	اور تیرے لئے	تم لوگ قتل مت کرو اس کو	ہوسکتا ہے کہ

یَّنۡفَعَنَاۤ	اَوۡ	نَتَّخِذَہٗ	وَلَدًا	وَّ ہُمۡ	لَا یَشۡعُرُوۡنَ ۝۹	وَ اَصۡبَحَ
یہ نفع دے ہم کو	یا	ہم بنالیں اس کو	بیٹا	اور وہ لوگ	شعور نہیں رکھتے تھے	اور ہوگیا

فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی	فٰرِغًا ؕ	اِنۡ	کَادَتۡ	لَتُبۡدِیۡ	بِہٖ	لَوۡ لَاۤ اَنۡ	رَّبَطۡنَا
موسیٰؑ کی والدہ کا دل	بے چین ہونے والا	بیشک	قریب تھا کہ	وہ یقیناً ظاہر کردیں	اس کو	اگر نہ ہوتا کہ	ہم نے مضبوط کیا

عَلٰی قَلۡبِہَا	لِتَکُوۡنَ	مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝۱۰	وَ قَالَتۡ	لِاُخۡتِہٖ	قُصِّیۡہِ ۫
ان کے دل کو	تاکہ وہ ہوجائیں	بات ماننے والوں میں سے	اور (والدہ نے) کہا	انؑ کی بہن سے	تو پیچھا کر اسؑ کا

فَبَصُرَتۡ	بِہٖ	عَنۡ جُنُبٍ	وَّ	ہُمۡ	لَا یَشۡعُرُوۡنَ ۝۱۱
تو اس نے دیکھا (دیکھتی رہی)	اسؑ کو	دور سے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	شعور نہیں رکھتے تھے

وَ حَرَّمۡنَا	عَلَیۡہِ	الۡمَرَاضِعَ	مِنۡ قَبۡلُ	فَقَالَتۡ	ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ
اور ہم نے حرام کیں	انؑ پر	دودھ پلانے والیاں	پہلے سے	تو (بہن نے) کہا	کیا میں رہنمائی کروں تم لوگوں کی

عَلٰۤی اَہۡلِ بَیۡتٍ	یَّکۡفُلُوۡنَہٗ	لَکُمۡ	وَ ہُمۡ	لَہٗ	نٰصِحُوۡنَ ۝۱۲
ایک ایسے گھر والوں کی جو	پال پوس دیں گے اس کو	تمہارے لئے	اور وہ	اس کی	خیر خواہی کرنے والے ہوں

فَرَدَدۡنٰہُ	اِلٰۤی اُمِّہٖ	کَیۡ	تَقَرَّ	عَیۡنُہَا	وَ لَا تَحۡزَنَ	وَ لِتَعۡلَمَ
تو ہم نے واپس کیا انؑ کو	ان کی والدہ کی طرف	تاکہ	ٹھنڈی ہو	ان کی آنکھ	اور وہ غمگین نہ ہوں	اور تاکہ وہ جان لیں

اَنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ	حَقٌّ	وَّ لٰکِنَّ	اَکۡثَرَہُمۡ	لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝۱۳ ع
کہ اللہ کا وعدہ	حق ہے	اور لیکن	لوگوں کے اکثر	جانتے نہیں ہیں

نوٹ۔1

وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ ہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ یہ اصل نکتہ کی بات ارشاد ہوئی ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ اللہ کا وعدہ پورا

ہوکر رہتا ہے اور اس کی تدبیر کبھی ناکام نہیں ہوتی۔ اکثر لوگ خدا کے وعدوں کو محض ہوائی باتیں خیال کرتے ہیں اور ان پر اعتماد کر کے کوئی بازی کھیلنے میں ان کو خسارہ اور خطرہ نظر آتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوتے دیکھ لیں تب مانیں گے حالانکہ اصل امتحان تو یہی ہے کہ لوگ اپنے رب کے ان وعدوں کے لئے جئیں اور مریں جن کی حقیقت ابھی سامنے آنی ہے۔ (تدبر قرآن)

1444

آیت نمبر (14 تا 17)

و ک ز

(ض) وَكَزَ دھکا دینا۔ مکا مارنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۵

ترجمہ

وَلَمَّا	بَلَغَ	اَشُدَّهٗ	وَاسْتَوٰٓى	اٰتَيْنٰهُ
اور جب	وہ (موسیٰؑ) پہنچے	اپنی پختگی کو	اور (عمر میں) برابر ہوئے	تو ہم نے دی انؑ کو

حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِى	الْمُحْسِنِيْنَ ⑭	وَدَخَلَ	الْمَدِيْنَةَ
حکمت اور علم	اور اس طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	خوب کاروں کو	اور وہ داخل ہوئے	شہر میں

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا	فَوَجَدَ	فِيْهَا	رَجُلَيْنِ	يَقْتَتِلٰنِ ۫	هٰذَا
اس (شہر) کے لوگوں کی غفلت کے وقت پر	تو انہوں نے پایا	اس میں	دو مردوں کو	باہم لڑتے ہوئے	یہ

مِنْ شِيْعَتِهٖ	وَهٰذَا	مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ	فَاسْتَغَاثَهُ	الَّذِىْ	مِنْ شِيْعَتِهٖ
انؑ کے فرقے سے تھا	اور یہ (دوسرا)	ان کے دشمن میں سے تھا	تو مدد کے لئے پکارا انؑ کو	اس نے جو	ان کے فرقے سے تھا

عَلَى الَّذِىْ	مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ	فَوَكَزَهٗ	مُوْسٰى	فَقَضٰى	عَلَيْهِ ۫
اس کے خلاف جو	ان کے دشمن میں سے تھا	تو مکا مارا اس کو	موسیٰؑ نے	تو انہوںؑ نے کام تمام کیا	اس کا

قَالَ	هٰذَا	مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ	اِنَّهٗ	عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮
انہوں نے کہا	یہ	شیطان کے کام میں سے ہے	بیشک وہ	واضح گمراہ کرنے والا دشمن ہے

قَالَ	رَبِّ	اِنِّىْ ظَلَمْتُ	نَفْسِىْ	فَاغْفِرْ لِىْ	فَغَفَرَ لَهٗ ؕ
انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	بیشک میں نے ظلم کیا	اپنے آپ پر	پس تو بخش دے مجھ کو	تو اس نے بخش دیا انؑ کو

اِنَّهٗ	هُوَ الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ⑯	قَالَ	رَبِّ	بِمَآ	اَنْعَمْتَ
بیشک وہ	ہی بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	اس سبب سے جو	تو نے انعام کیا

عَلَىَّ	فَلَنْ اَكُوْنَ	ظَهِيْرًا	لِّلْمُجْرِمِيْنَ ⑰
مجھ پر	تو میں ہرگز نہیں ہوں گا	مددگار	مجرموں کے لئے

نوٹ۔1 اَشُدَّ کا مطلب قوت کی انتہا پر پہنچنا ہے۔ انسان بچپن کے ضعف سے تدریجاً قوت کی طرف بڑھتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا

آتا ہے کہ اس کے وجود میں جتنی قوت آسکتی تھی وہ پوری ہوجائے اس وقت کو اَشُدّ کہا جاتا ہے۔ اور یہ زمین کے مختلف خطوں اور قوموں کے مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا اَشُدّ کا زمانہ جلد آجاتا ہے کسی کا دیر میں، حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ ۔33۔ سال کی عمر میں ہوتا ہے، اس کو سنِ وقوف یا سنِ کمال کہتے ہیں جس میں بدن کا نشوونما ایک حد پر پہنچ کر رک جاتا ہے۔ اس کے بعد چالیس سال کی عمر تک وقوف کا زمانہ ہے۔ اسی کو استوٰی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چالیس سال کے بعد انحطاط اور کمزوری شروع ہوجاتی ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ ۔2

حکم اور علم کے مختلف مدارج ہیں۔ اس کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جو انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں بالکل یہی الفاظ انبیاء کے علم کے لئے استعمال ہوئے ہیں، لیکن یہاں ظاہر ہے کہ وہ علم و حکمت مراد نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اس کے بہت بعد میں ملی ہے۔ (تدبر قرآن)۔ یہاں حکم سے مراد حکمت و دانائی ہے اور علم سے مراد دینی اور دنیوی دونوں علوم ہیں۔ کیونکہ والدین کے ساتھ ربط و ضبط قائم رہنے کی وجہ سے ان کو اپنے باپ دادا کی تعلیمات سے بھی واقفیت حاصل ہوگئی، اور فرعون کے ہاں شہزادے کی حیثیت سے پرورش پانے کے باعث ان کو وہ تمام دنیوی علوم بھی حاصل ہوئے جو اس زمانے میں مصر میں رائج تھے۔ بائبل کی کتاب الاعمال میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کام اور کلام میں قوت والے تھے۔ تلمود کا بیان ہے کہ وہ اکثر اس علاقے میں جاتے جہاں اسرائیلیوں کی بستیاں تھیں اور ان تمام سختیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے جو قبطی حکومت کے کارندے ان کی قوم پر کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی ہی کوشش سے فرعون نے اسرائیلیوں کے لئے ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی مقرر کی۔ انہوں نے فرعون سے کہا کہ مسلسل کام کرنے کی وجہ سے یہ لوگ کمزور ہوجائیں گے اور حکومت کے کام کا نقصان ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (18 تا 21)

ترجمہ

فَاَصْبَحَ	فِي الْمَدِيْنَةِ	خَآئِفًا	يَّتَرَقَّبُ	فَاِذَا
پھر وہ صبح کو ہوئے (یعنی گئے)	اس شہر میں	ڈرانے والے ہوتے ہوئے	چوکنا ہوتے ہوئے	پھر جب ہی

الَّذِي	اسْتَنْصَرَهٗ	بِالْاَمْسِ	يَسْتَصْرِخُهٗ	قَالَ	لَهٗ	مُوْسٰى
جس نے	مدد مانگی تھی انؑ سے	گزشتہ کل	وہ فریاد کرتا ہے انؑ سے	کہا	اس سے	موسیٰؑ نے

اِنَّكَ	لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ⁽¹⁸⁾	فَلَمَّآ اَنْ	اَرَادَ	اَنْ	يَّبْطِشَ	بِالَّذِي	هُوَ
بیشک تو	یقیناً ایک کھلا گمراہ ہے	پھر جیسے ہی	انہوںؑ نے ارادہ کیا	کہ	وہ پکڑیں	اس کو جو کہ	وہ ہی

عَدُوٌّ	لَّهُمَا	قَالَ	يٰمُوْسٰى	اَتُرِيْدُ	اَنْ تَقْتُلَنِيْ	كَمَا
دشمن ہے	ان دونوں کا	اس نے کہا	اے موسیٰؑ	کیا تو ارادہ کرتا ہے	کہ تو قتل کرے مجھ کو	جیسے کہ

قَتَلْتَ	نَفْسًا	بِالْاَمْسِ	اِنْ تُرِيْدُ	اِلَّآ اَنْ	تَكُوْنَ	جَبَّارًا	فِي الْاَرْضِ
تو نے قتل کیا	ایک جان کو	گزشتہ کل	تو ارادہ نہیں کرتا	مگر یہ کہ	تو ہوجائے	جبر کرنے والا	زمین میں

وَمَا تُرِيْدُ	اَنْ تَكُوْنَ	مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ⁽¹⁹⁾	وَجَآءَ	رَجُلٌ	مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ
اور تو ارادہ نہیں کرتا	کہ تو ہوجائے	اصلاح کرنے والوں میں سے	اور آیا	ایک شخص	شہر کے زیادہ دور سے

یَسۡعٰی	قَالَ	یٰمُوۡسٰۤی	اِنَّ الۡمَلَاَ	یَاۡتَمِرُوۡنَ	بِکَ	1444لِیَقۡتُلُوۡکَ
دوڑتا ہوا	اس نے کہا	اے موسیٰؑ	بیشک سردار لوگ	مشورہ کرتے ہیں	آپؑ کے بارے میں	کہ وہ قتل کریں آپؑ کو

فَاخۡرُجۡ	اِنِّیۡ	لَکَ	مِنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾	فَخَرَجَ	مِنۡهَا
پس آپؑ نکل جائیں	بیشک میں	آپؑ کے لئے	خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں	تو وہ نکلے	اس سے

خَآئِفًا	یَّتَرَقَّبُ ۫	قَالَ	رَبِّ	نَجِّنِیۡ	مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۱﴾ ؏
ڈرنے والا ہوتے ہوئے	چوکنا ہوتے ہوئے	انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	تو نجات دے مجھ کو	ظلم کرنے والی قوم سے

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں فَلَمَّآ کے ساتھ جو اَنۡ ہے، اس سے پہلے کوئی فعل محذوف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے زبانی افہام وتفہیم سے فریقین کو ہموار کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس سے کام نہ چلا تو آپ علیہ السلام نے قبطی کو پکڑ کر الگ کرنا چاہا۔ اس قبطی کو یہاں موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی، دونوں کا دشمن کہا ہے۔ اسرائیلی کا تو وہ بالفعل دشمن تھا ہی اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کی دشمنی اس پہلو سے بھی تھی کہ وہ اپنی اصلاحی سرگرمیوں کے سبب سے تمام قبطیوں کی نظر میں کھٹکنے لگے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکڑنا تو چاہا تھا قبطی کو لیکن انہوں نے پہلے اسرائیلی کو جھڑکا تھا، اس وجہ سے اس نے گمان کیا کہ آج ان کا گھونسا اس پر پڑنے والا ہے۔ اس گھبراہٹ میں وہ چلایا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا اسی طرح کیا آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو اس طرح اس نے اپنی حماقت سے کل کے قتل کا راز کھول دیا۔ ایک اسرائیلی کی زبان سے راز افشا ہونے کے بعد فرعونی سردار موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ وہاں سے ایک شخص بھاگا ہوا آیا اور موسیٰ علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے فوراً نکل جائیں۔ اس شخص کے متعلق یہاں کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے لیکن سورہ مومن میں آل فرعون میں سے ایک مومن شخص کا تفصیل سے ذکر آیا ہے۔ ان کا تعلق شاہی خاندان سے تھا اور یہ ابتداء سے ہی موسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ تھے اور بعد کے دور میں انہوں نے حکومت کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی۔ اس وجہ سے ظن غالب یہ ہے کہ یہ اشارہ ان ہی کی طرف ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 24)

ذ و د

(ن) ذُوۡدًا دفع کرنا۔ روکنا۔ زیر مطالعہ آیت۔23۔

ترجمہ

وَلَمَّا	تَوَجَّهَ	تِلۡقَآءَ مَدۡیَنَ	قَالَ	عَسٰی	رَبِّیۡۤ	اَنۡ	یَّهۡدِیَنِیۡ
اور جب	انہوںؑ نے رخ کیا	مدین کی طرف	تو کہا	امید ہے	میرا رب	کہ	وہ ہدایت دے گا مجھ کو

سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿۲۲﴾	وَلَمَّا	وَرَدَ	مَآءَ مَدۡیَنَ	وَجَدَ	عَلَیۡهِ
راستے کے درمیان (یعنی سیدھ) کی	اور جب	وہ پہنچے	مدین کے پانی پر	تو انہوںؑ نے پایا	اس پر

اُمَّةً	مِّنَ النَّاسِ	یَسۡقُوۡنَ ۫	وَوَجَدَ	مِنۡ دُوۡنِهِمُ	امۡرَاَتَیۡنِ
ایک جماعت کو	لوگوں میں سے	جو پانی پلاتی ہے	اور انہوںؑ نے پایا	ان لوگوں کے علاوہ	دو عورتوں کو

تَذُوۡدٰنِ ۚ	قَالَ	مَا خَطۡبُکُمَا ؕ	قَالَتَا	لَا نَسۡقِیۡ
روکتے ہوئے (اپنے مویشی کو)	تو انہوںؑ نے کہا	تم دونوں کا کیا حال (یعنی مسئلہ) ہے	ان دونوں نے کہا	ہم پانی نہیں پلاتے

حَتّٰی	یُصۡدِرَ	الرِّعَآءُ ؔ سکتۃ	وَ اَبُوۡنَا	شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ ﴿۲۳﴾	فَسَقٰی	لَہُمَا 1444	ثُمَّ تَوَلّٰۤی
یہاں تک کہ	واپس لے جائیں	چرواہے	اور ہمارے والد	بڑے بوڑھے ہیں	توانہوںؑ نے پانی پلایا	ان دونوں کیلئے	پھر وہ پھر گئے

اِلَی الظِّلِّ	فَقَالَ	رَبِّ	اِنِّیۡ	لِمَاۤ	اَنۡزَلۡتَ	اِلَیَّ	مِنۡ خَیۡرٍ	فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾
سائے کی طرف	توانہوں نے کہا	اے میرے رب	بیشک میں	اس کے لئے جو	تواتارے	میری طرف	کوئی بھی بھلائی	محتاج ہوں

نوٹ۔1

اُس زمانہ میں مدین فرعون کی سلطنت سے باہر تھا اور وہ لوگ مصری اثر واقتدار سے بالکل آزاد تھے۔اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا تھا کیونکہ قریب ترین آزاد آباد علاقہ وہی تھا۔لیکن وہاں جانے کے لئے ان کو گزرنا بہرحال مصر کے مقبوضہ علاقوں ہی سے تھا اور مصر کی پولیس اور فوجی چوکیوں سے بچ کر نکلنا تھا۔اسی لئے انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے ایسے راستے پر ڈال دے جس سے میں صحیح وسلامت مدین پہنچ جاؤ۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر(25 تا28)

ترجمہ

فَجَآءَتۡہُ	اِحۡدٰىہُمَا	تَمۡشِیۡ	عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ ۫	قَالَتۡ	اِنَّ اَبِیۡ
پھر آئی ان کے پاس	ان دونوں کی ایک	چلتی ہوئی	شرم سے	اس نے کہا	بیشک میرے والد

یَدۡعُوۡکَ	لِیَجۡزِیَکَ	اَجۡرَ مَا	سَقَیۡتَ	لَنَا ؕ	فَلَمَّا
بلاتے ہیں آپؑ کو	تاکہ وہ بدلے میں دے آپؑ کو	اس کی اجرت جو	آپ نے پانی پلایا	ہمارے لئے	پھر جب

جَآءَہٗ	وَ قَصَّ عَلَیۡہِ	الۡقَصَصَ ۙ	قَالَ	لَا تَخَفۡ ٝ
وہ (موسیٰؑ) آئے اس کے (والد) کے پاس	اور انہوںؑ نے بیان کیا اس سے	سارا قصہ	تو اس نے کہا	آپؑ خوف مت کریں

نَجَوۡتَ	مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵﴾	قَالَتۡ	اِحۡدٰىہُمَا	یٰۤاَبَتِ
آپؑ نے نجات پائی	اس ظالم قوم سے	کہا	ان دونوں کی ایک نے	اے میرے والد

اسۡتَاۡجِرۡہُ ۫	اِنَّ	خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ	الۡقَوِیُّ	الۡاَمِیۡنُ ﴿۲۶﴾
آپ مزدوری پر رکھیں انؑ کو	بیشک	جس کو آپ مزدوری پر رکھیں اس کا بہتر وہ ہے جو	قوی ہے	امین ہے

قَالَ	اِنِّیۡۤ	اُرِیۡدُ	اَنۡ اُنۡکِحَکَ	اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ	عَلٰۤی اَنۡ
اس نے (والد) کہا	بیشک میں	ارادہ کرتا ہوں	کہ میں آپؑ کے نکاح میں دوں	اپنی ان دو بیٹیوں کی ایک کو	اس پر کہ

تَاۡجُرَنِیۡ	ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ	فَاِنۡ	اَتۡمَمۡتَ	عَشۡرًا	فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ
آپؑ مزدوری کریں میری	آٹھ سال	پھر اگر	آپؑ پورا کریں	دس (سال)	تو وہ آپؑ کی طرف سے ہے

وَ مَاۤ اُرِیۡدُ	اَنۡ اَشُقَّ	عَلَیۡکَ ؕ	سَتَجِدُنِیۡۤ	اِنۡ شَآءَ	اللّٰہُ
اور میں نہیں چاہتا	کہ میں سختی کروں	آپؑ پر	آپؑ پائیں گے مجھ کو	اگر چاہا	اللہ نے

مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۷﴾	قَالَ	ذٰلِکَ	بَیۡنِیۡ	وَ بَیۡنَکَ ؕ	اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ
نیک لوگوں میں سے	(موسیٰؑ نے) کہا	یہ	میرے درمیان	اور تیرے درمیان (طے) ہے	دونوں مدتوں کی کوئی سی جو

وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾ ع	نَقُوْلُ	عَلٰى مَا	وَاللّٰهُ	عَلَيَّ ؕ	فَلَا عُدْوَانَ	قَضَيْتُ
نگران ہے	ہم کہتے ہیں	اس پر جو	اور اللہ	مجھ پر	تو کسی قسم کی کوئی بھی زیادتی نہیں ہے	میں نے پوری کی

1444

نوٹ۔1

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بزرگ (لڑکیوں کے والد) حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلیم بن سعد غزی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا شعیب علیہ السلام کے قومی آدمی کو اور موسیٰ علیہ السلام کی سسرال والے کو مرحبا ہو کہ تمہیں ہدایت کی گئی۔بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔کوئی کہتا ہے کہ وہ قوم شعیب علیہ السلام کے ایک مومن مرد تھے۔بعض کا قول ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے۔یہ بات بھی خیال میں رہے کہ اگر یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو قرآن میں اس موقع پر ان کا نام صاف لے دیا دیا جاتا۔(ابن کثیرؒ)

اوپر جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ لڑکیوں کے والد شعیب علیہ السلام کی قوم کے ایک فرد تھے، خواہ رشتہ دار یا غیر رشتہ دار، لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ وہ شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

نوٹ۔2

آیت۔27۔28۔میں لڑکی کے والد اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو نکاح کا ایجاب وقبول سمجھ لیا گیا ہے اور یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ کیا باپ کی خدمت بیٹی کے نکاح کا مہر قرار پا سکتی ہے۔حالانکہ آیات کی عبارت سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ عقد نکاح نہ تھا بلکہ ابتدائی بات چیت تھی جو نکاح سے پہلے تجویز نکاح کے سلسلے میں عام طور پر ہوا کرتی ہے۔آخر یہ نکاح کا ایجاب وقبول کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ تعیین بھی اس میں نہ کیا گیا تھا کہ دونوں میں سے کون سی لڑکی نکاح میں دی جا رہی ہے۔یہ ایک تجویز تھی جو موسیٰ علیہ السلام نے قبول کر لی۔ظاہر ہے کہ یہ ایک معاہدے کی صورت تھی جو نکاح سے پہلے فریقین میں طے ہوئی تھی۔اس کے بعد اصل نکاح قاعدے کے مطابق ہوا ہو گا اور اس میں مہر بھی باندھا گیا ہو گا۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (29 تا 35)

ج ذ و

(ن) جَذَوًا — سیدھا کھڑا رہنا۔اپنی حالت پر قائم رہنا۔

جَذْوَةٌ — دہکتا ہوا انگارہ۔زیر مطالعہ آیت۔29

ش ط ء

(ف) شَطْأً — کنارے یا ساحل پر چلنا۔کھیتی میں بالی آنا۔خوشہ نکلنا۔

شَطْأٌ — اسم ذات ہے کنارہ، بالی۔خوشہ۔﴿ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ ﴾ (48/الفتح:29)''کسی کھیتی کی مانند جس نے نکالا اپنا خوشہ۔''

شَاطِئٌ — سمندر کا ساحل۔دریا کا کنارہ۔زیر مطالعہ آیت۔۳۰۔

ب ق ع

بَقَعًا — پرندے یا کسی چیز کا مختلف رنگ والا ہونا۔

بُقْعَةٌ — قطعہ زمین۔زیر مطالعہ آیت۔۳۰

ف ص ح

(ک) فَصَاحَةٌ — مراد کو ظاہر کرنا۔خوش بیان ہونا۔فصیح ہونا۔

اَفْصَحُ — افعل تفضیل ہے۔ زیادہ فصیح۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۳۴

ر د ء

(ف) رَدْأً — کسی کی مدد کرنا۔

رِدْءٌ — اسم ذات ہے۔ مدد۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۳۴۔

ترجمہ

فَلَمَّا	قَضٰی مُوْسَی	الْاَجَلَ	وَسَارَ	بِاَھْلِہٖٓ	اٰنَسَ
پھر جب	پورا کیا موسیٰؑ نے	اُس مدت کو	اور وہ چلے	اپنے گھر والوں کے ساتھ	تو انہوںؑ نے دیکھا

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ	نَارًا ج	قَالَ	لِاَھْلِہِ	امْکُثُوْٓا	اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ	نَارًا
کوہِ طور کی طرف	ایک آگ	انہوںؑ نے کہا	اپنے گھر والوں سے	تم لوگ ٹھہرو	بیشک میں نے دیکھی	ایک آگ

لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ	مِّنْھَا	بِخَبَرٍ	اَوْ جَذْوَۃٍ	مِّنَ النَّارِ	لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾
شاید میں لاؤں تمہارے پاس	اس سے	کوئی خبر	یا ایک انگارہ	آگ میں سے	شاید تم لوگ آگ تاپو

فَلَمَّآ	اَتٰھَا	نُوْدِیَ	مِنْ شَاطِیئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ	فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ
پھر جب	وہ پہنچے اس کے پاس	تو ندا دی گئی	وادی کے داہنے کنارے سے	برکت دیئے ہوئے اُس قطعہ زمین میں

مِنَ الشَّجَرَۃِ	اَنْ یّٰمُوْسٰٓی	اِنِّیْٓ	اَنَا اللّٰہُ	رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ لا
اُس درخت سے	کہ اے موسیٰؑ	بیشک میں	ہی اللہ ہوں	تمام جہانوں کا رب ہوں

وَاَنْ	اَلْقِ	عَصَاکَ ط	فَلَمَّا	رَاٰھَا	تَھْتَزُّ	کَاَنَّھَا	جَآنٌّ
اور یہ کہ	آپؑ ڈال دیں	اپنی لاٹھی کو	پھر جب	انہوںؑ نے دیکھا اس کو	ہلتے ہوئے	جیسے کہ وہ	کوئی سانپ ہے

وَّلّٰی	مُدْبِرًا	وَّلَمْ یُعَقِّبْ ط	یٰمُوْسٰٓی	اَقْبِلْ	وَلَا تَخَفْ قف	اِنَّکَ
تو وہ پلٹے	پیٹھ پھیرنے والا ہوتے ہوئے	اور پیچھے ہوئے ہی نہیں	اے موسیٰؑ	آپؑ سامنے آئیں	اور مت ڈریں	بیشک آپؑ

مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾	اُسْلُکْ	یَدَکَ	فِیْ جَیْبِکَ	تَخْرُجْ	بَیْضَآءَ
امن میں ہونے والوں میں سے ہیں	آپؑ ڈال دیں	اپنا ہاتھ	اپنے گریبان میں	تو وہ نکلے گا	سفید ہوتے ہوئے

مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ز	وَّاضْمُمْ	اِلَیْکَ	جَنَاحَکَ	مِنَ الرَّھْبِ
کسی برائی (بیماری) کے بغیر	اور آپؑ ملائیں	اپنی طرف	اپنے پہلو کو	خوف سے (یعنی خوف کی صورت میں)

فَذٰنِکَ	بُرْھَانٰنِ	مِنْ رَّبِّکَ	اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ ط	اِنَّھُمْ کَانُوْا
تو یہ	دو روشن دلیلیں ہیں	آپؑ کے رب (کی جانب) سے	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف	بیشک وہ سب ہیں

قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾	قَالَ	رَبِّ	اِنِّیْ قَتَلْتُ	مِنْھُمْ	نَفْسًا
ایک نافرمانی کرنے والی قوم	(موسیٰؑ نے) کہا	اے میرے رب	بیشک میں نے قتل کیا	ان میں سے	ایک جان (شخص) کو

فَاَخَافُ	اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۳۳	وَاَخِيْ هٰرُوْنُ	هُوَ اَفْصَحُ	مِنِّيْ	1444 لِسَانًا
تو میں ڈتا ہوں	کہ وہ قتل کریں گے مجھ کو	اور میرا بھائی ہارون	وہ زیادہ فصیح ہے	مجھ سے	بلحاظ زبان کے
فَاَرْسِلْهُ	مَعِيَ	رِدْاً	يُّصَدِّقُنِيْٓ	اِنِّيْٓ اَخَافُ	اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۳۴
پس تو بھیج اس کو	میرے ساتھ	بطور مدد کے	وہ تصدیق کرے گا میری	بیشک میں ڈرتا ہوں	کہ وہ جھٹلائیں گے مجھ کو
قَالَ	سَنَشُدُّ	عَضُدَكَ	بِاَخِيْكَ	وَنَجْعَلُ	لَكُمَا
(اللہ نے) کہا	میں مضبوط کروں گا	آپؑ کے دست و بازو کو	آپؑ کے بھائی سے	اور ہم بنائیں گے	آپ دونوں کے لئے

سُلْطٰنًا	فَلَا يَصِلُوْنَ	اِلَيْكُمَا ۚ	بِاٰيٰتِنَآ ۚ
ایک قوت	تو وہ لوگ نہیں پہنچ سکیں گے	آپؑ دونوں تک	ہماری نشانیوں کے سبب سے
اَنْتُمَا	وَمَنِ	اتَّبَعَكُمَا	الْغٰلِبُوْنَ ۝۳۵
آپؑ دونوں	اور وہ جنہوں نے	پیروی کی آپؑ دونوں کی	غالب ہونے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔32۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ ہدایت ہے کہ جب کبھی کوئی خطرناک موقع ایسا آئے جس سے تمہارے دل میں خوف پیدا ہو تو اپنا بازو بھینچ لیا کرو اس سے تمہارا دل قوی ہو جائے گا اور رعب و دہشت کی کوئی کیفیت تمہارے اندر باقی نہ رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ تدبیر اس لئے بتائی گئی کہ وہ ایک ظالم حکومت کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی لاؤلشکر اور دنیوی ساز و سامان کے بغیر بھیجے جا رہے تھے۔ بار بار ایسے مواقع پیش آنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کوئی ایسی صورت پیش آئے تم بس یہ عمل کر لیا کرو۔ فرعون اپنی پوری سلطنت کا زور لگا کر بھی تمہارے دل کی طاقت کو متزلزل نہ کر سکے گا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ہارون علیہ السلام کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی درخواست اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور ان کو یہ اطمنان بھی دلا دیا کہ فرعونی تم پر دست درازی نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ فرعون اور اس کے اعیان تمام سطوت و طاقت کے باوجود ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس کا بڑا سبب جو تورات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کے اعیان حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا آدمی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو یقین تھا کہ وہ سچے ہیں، لیکن ان کی دعوت چونکہ ان کے مفاد کے خلاف تھی اس لئے اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ تاہم وہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے ان کو کوئی گزند پہنچایا تو ہماری خیر نہیں ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے ان کو قتل کرنے کی جرأت نہیں کی۔ مصر پر جب کوئی آفت آتی تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی درخواست کرتے کہ وہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ آفت ٹل جائے۔ (تدبر القرآن)

آیت نمبر (36 تا 42)

ق ب ح

(ک) قَبَاحَةً بدنما ہونا۔ بدصورت ہونا۔ اس باب سے کوئی لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔

(ف) قَبْحًا کسی خیر اور بھلائی سے دور کرنا۔

مَقْبُوْحٌ اسم المفعول ہے۔ خیر سے دور کیا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۴۲۔

ترجمہ

فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	مُّوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا	
پھر جب	آئے ان کے پاس	موسیٰؑ	ہماری نشانیوں کے ساتھ	واضح ہوتے ہوئے	تو ان لوگوں نے کہا	
مَا هٰذَآ	اِلَّا سِحْرٌ	مُّفْتَرًى	وَّمَا سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾	
نہیں ہے یہ	مگر ایک جادو	گھڑا ہوا	اور ہم نے نہیں سنا	اس کو	اپنے اگلے آباؤ اجداد کے قصوں میں	
وَقَالَ	مُوْسٰى	رَبِّيْٓ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	جَآءَ بِالْهُدٰى	مِنْ عِنْدِهٖ
اور کہا	موسیٰؑ نے	میرا رب	سب سے زیادہ جاننے والا ہے	اس کو جو	ہدایت لایا	اس کے پاس سے
وَمَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ	اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾
اور اس کو (بھی)	ہوگا	جس کے لئے	اس (آخری) گھر کا انجام	حقیقت یہ ہے کہ	فلاح نہیں پاتے	ظلم کرنے والے لوگ
وَقَالَ	فِرْعَوْنُ	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ	مَا عَلِمْتُ	لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرِيْ ۚ
اور کہا	فرعون نے	اے سرداروں	میں نے نہیں جانا	تمہارے لئے	کوئی بھی الٰہ	میرے علاوہ
فَاَوْقِدْ	لِيْ	يٰهَامٰنُ	عَلَى الطِّيْنِ	فَاجْعَلْ لِّيْ	صَرْحًا	لَّعَلِّيْٓ
پس تو آگ بھڑکا	میرے لئے	اے ہامان	گارے پر	پھر تو بنا میرے لئے	شائد کہ میں	ایک بلند عمارت
اَطَّلِعُ	اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ	وَاِنِّيْ	لَاَظُنُّهٗ	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾	وَاسْتَكْبَرَ	
جھانکوں	موسیٰؑ کے الٰہ کی طرف	اور بیشک میں	یقیناً گمان کرتا ہوں اس کو	جھوٹ کہنے والوں میں سے	اور بڑے بنے	
هُوَ	وَجُنُوْدُهٗ	فِي الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ	
وہ	اور اس کے لشکر	زمین میں	حق کے بغیر	اور انہوں نے گمان کیا	کہ وہ لوگ	
اِلَيْنَا	لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾	فَاَخَذْنٰهُ	وَجُنُوْدَهٗ	فَنَبَذْنٰهُمْ	فِي الْيَمِّ ۚ	
ہماری طرف	لوٹائے نہیں جائیں گے	پھر ہم نے پکڑا اس کو	اور اس کے لشکروں کو	پھر ہم نے پھینکا ان سب کو	پانی میں	
فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾	وَجَعَلْنٰهُمْ	اَئِمَّةً		
تو آپؐ دیکھ لیں	کیسا تھا	ظلم کرنے والوں کا انجام	اور ہم نے بنایا ان کو	ایسے پیشوا		
يَّدْعُوْنَ	اِلَى النَّارِ ۚ	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾	وَاَتْبَعْنٰهُمْ		
جو بلاتے ہیں	آگ کی طرف	اور قیامت کے دن	ان کی مدد نہیں کی جائے گی	اور ہم نے ان کے پیچھے لگا دیا		
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	لَعْنَةً ۚ	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	هُمْ	مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع		
اس دنیا میں	ایک لعنت	اور قیامت کے دن	وہ لوگ	خیر سے دور کئے ہوؤں میں سے ہیں		

نوٹ۔1

فرعون نے بہت اونچا محل تیار کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے وزیر ہامان کو اس کی تیاری کے لئے پہلے یہ حکم دیا کہ مٹی کی اینٹوں کو پکا کر پختہ کیا جائے کیونکہ کچی اینٹوں پر کوئی اونچی بنیاد قائم نہیں ہوسکتی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ فرعون کے اس واقعہ سے پہلے پختہ اینٹوں کی تعمیر کا رواج نہیں تھا۔ سب سے پہلے فرعون نے یہ ایجاد کرائی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (43 تا 46)

ترکیب

(آیت۔43)۔بَصَآئِرَ ۔ھُدًی۔ رَحْمَۃً۔ یہ سب حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہیں لیکن یہ اَلْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی کی ہلاکت کا حال نہیں ہیں بلکہ اَلْکِتٰبَ یعنی تورات کا حال ہیں۔(آیت۔44) بِجَانِبِ میں بِ دراصل ما نافیہ کی خبر پر آنے والا حرف جار ہے۔ اس لئے کے کوئی معنی نہیں لئے جائیں گے۔(آیت۔46) رَحْمَۃً کو قرآن کا حال ماننا بہتر ہے۔ یہاں قرآن لفظاً مذکور نہیں لیکن آیت۔43۔ سے یہاں تک استدلال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہیں تھے اور نہ مکہ میں کوئی جید عالم موجود تھا، پھر قرآن موسیٰ علیہ السلام کے ٹھیک ٹھیک حالات کیسے بیان کر رہا ہے۔ اس طرح یہاں قرآن کا ذکر معنیً موجود ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ رَحْمَۃً کو کسی فعل محذوف کا مفعول لَہٗ ماننے کے بجائے قرآن کا حال مانا جائے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا	مُوْسَی	الْکِتٰبَ	مِنْۢ بَعْدِ مَآ	اَھْلَکْنَا
اور بیشک ہم دے چکے ہیں	موسیٰ ؑ کو	کتاب (یعنی تورات)	اس کے بعد کہ جو	ہم نے ہلاک کیا

الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی	بَصَآئِرَ	لِلنَّاسِ	وَھُدًی	وَّ رَحْمَۃً
پہلی قوموں کو	سمجھ میں آنے والی دلیلیں ہوتے ہوئے	لوگوں کے لئے	اور ہدایت ہوتے ہوئے	اور رحمت ہوتے ہوئے

لَّعَلَّھُمْ	یَتَذَکَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾	وَمَا کُنْتَ	بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ	اِذْ قَضَیْنَآ	اِلٰی مُوْسَی
شاید وہ لوگ	یاددہانی حاصل کریں	اور آپ نہیں تھے	مغربی (حصے) کی جانب	جب ہم نے فیصلہ کیا	موسیٰ ؑ کی طرف

الْاَمْرَ	وَمَا کُنْتَ	مِنَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۴۴﴾	وَلٰکِنَّآ اَنْشَاْنَا	قُرُوْنًا	فَتَطَاوَلَ
اُس حکم کا	اور آپ نہیں تھے	موقعہ پر موجود ہونے والوں میں سے	اور لیکن ہم نے اٹھائیں	کچھ قومیں	پھر لمبائی ظاہر کی

عَلَیْھِمُ	الْعُمُرُ ج	وَمَا کُنْتَ	ثَاوِیًا	فِیْٓ اَھْلِ مَدْیَنَ	تَتْلُوْا
ان پر	عمر نے	اور آپ نہیں تھے	قیام کرنے والے	مدین والوں میں	تلاوت کرتے ہوئے

عَلَیْھِمْ	اٰیٰتِنَا	وَلٰکِنَّا کُنَّا	مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾	وَمَا کُنْتَ	بِجَانِبِ الطُّوْرِ
ان پر	ہماری آیتوں کو	اور لیکن ہم ہی ہیں	بھیجنے والے	اور آپ نہیں تھے	طور کی جانب

اِذْ نَادَیْنَا	وَلٰکِنْ	رَّحْمَۃً	مِّنْ رَّبِّکَ	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا
جب ہم نے ندا دی	اور لیکن	(یہ کتاب ہے) رحمت ہوتے ہوئے	آپ کے رب (کی طرف)	تاکہ آپ خبردار کریں	ایک ایسی قوم کو

مَّآ اَتٰھُمْ	مِّنْ نَّذِیْرٍ	مِّنْ قَبْلِکَ	لَعَلَّھُمْ	یَتَذَکَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾
نہیں آیا جن کے پاس	کوئی خبردار کرنے والا	آپ سے پہلے	شاید یہ لوگ	یاددہانی حاصل کریں

نوٹ۔1

آیت۔۴۳ میں ایک لطیف بات یہ ہے کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد والی امتیں اس طرح آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں ہوئیں۔ چنانچہ تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی قوم کو آسمان کے یا زمین کے عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا سوائے اس بستی کے

چند مجرموں کے جنہوں نے ہفتے کے دن شکار کھیلا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر بنا دیا تھا۔ یہ واقعہ بیشک 1444 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے جیسے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی قوم کو آسمانی یا زمینی عذاب سے ہلاک نہیں کیا۔ ایسے عذاب جتنے آئے ان سے پہلے ہی پہلے آئے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ۔2

آیت 44۔46۔ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو، جو اگلی کتابوں سے ناآشنا ہو۔ جس کی قوم علمی مشاغل سے اور گزشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو۔ وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بالکل ٹھیک گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوں، کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتاتا ہے۔ (ابن کثیرؒ)

یہ امر ملحوظ رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت جس تفصیل اور صحت کے ساتھ قرآن میں بیان ہوئی ہے اس تفصیل وصحت کے ساتھ تورات میں بیان نہیں ہوئی۔ اگر آپ سرگزشت کے اتنے ہی حصہ کو لے کر، جتنی اس سورہ میں بیان ہوئی ہے، تورات کے بیان سے اس کا موازنہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ قرآن کے بیان کے مقابلہ میں تورات کا بیان بے ربط ہے اور ان تمام ضروری اجزاء سے خالی ہے جو اس سرگزشت کی اصل روح ہیں۔ اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں قرآن اور تورات دونوں کے بیانات کا مقابلہ کرکے دکھاتا کہ تورات میں سرگزشت کے اصل اجزاء یا تو غائب ہیں یا مسخ شدہ ہیں۔ برعکس اس کے قرآن نے واقعہ کے تمام فطری اجزاء ایسے منطقی ربط وتسلسل کے ساتھ پیش کئے ہیں کہ ان کی موعظت وحکمت دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (47 تا 50)

ترجمہ

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ	تُصِيۡبَهُمۡ	مُّصِيۡبَةٌ ۢ	بِمَا
اور اگر نہ ہوتا کہ (ہم نذیر نہ بھیجتے) پھر	آن لگتی ان کو	کوئی آ لگنے والی (آفت)	بسبب اس کے جو

قَدَّمَتۡ	اَيۡدِيۡهِمۡ	فَيَقُوۡلُوۡا	رَبَّنَا	لَوۡلَاۤ	اَرۡسَلۡتَ	اِلَيۡنَا	رَسُوۡلًا
آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	تو وہ لوگ کہتے	اے ہمارے رب	کیوں نہیں	تو نے بھیجا	ہماری طرف	کوئی رسول

فَنَتَّبِعَ	اٰيٰتِكَ	وَنَكُوۡنَ	مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾	فَلَمَّا	جَآءَهُمُ	الۡحَقُّ
نتیجۃً ہم پیروی کرتے	تیری آیتوں کی	اور ہم ہوجاتے	ایمان لانے والوں میں سے	تو جب	آیا ان کے پاس	حق (قرآن)

مِنۡ عِنۡدِنَا	قَالُوۡا	لَوۡلَاۤ	اُوۡتِىَ	مِثۡلَ مَاۤ	اُوۡتِىَ	مُوۡسٰى ؕ
ہمارے پاس سے	تو انہوں نے کہا	کیوں نہیں	ان (رسول) کو دیا گیا	اس کے جیسا جو	دیا گیا	موسیٰؑ کو

اَوَ	لَمۡ يَكۡفُرُوۡا	بِمَاۤ	اُوۡتِىَ	مُوۡسٰى	مِنۡ قَبۡلُ ۚ	قَالُوۡا
اور کیا	انہوں نے انکار نہیں کیا	اس کا جو	دیا گیا	موسیٰؑ کو	اس سے پہلے	انہوں نے کہا

سِحۡرٰنِ	تَظٰهَرَا ۗ	وَقَالُوۡۤا	اِنَّا	بِكُلٍّ	كٰفِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾
(یہ کتابیں) دو جادو ہیں	دونوں باہم مددگار ہوئیں	اور انہوں نے کہا	کہ ہم	سب کا	انکار کرنے والے ہیں

قُلْ	فَاْتُوْا	بِكِتٰبٍ	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	هُوَ	1444 اَهْدٰى
آپؐ کہیے	توتم لوگ لاؤ	کوئی ایسی کتاب	اللہ کے پاس سے	جو	زیادہ ہدایت والی ہے
مِنْهُمَآ	اَتَّبِعْهُ	اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝۴۹	فَاِنْ	لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا
ان دونوں (کتابوں) سے	تو میں پیروی کروں گا اس کی	اگر تم لوگ	سچ کہنے والے ہو	پھر اگر	وہ لوگ جواب نہ دیں
لَكَ	فَاعْلَمْ	اَنَّمَا	يَتَّبِعُوْنَ	اَهْوَآءَهُمْ ۭ	وَمَنْ
آپؐ کو	تو آپؐ جان لیں	کہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ لوگ پیروی کرتے ہیں	اپنی خواہشات کی	اور کون
اَضَلُّ	مِمَّنِ	اتَّبَعَ	هَوٰىهُ	بِغَيْرِ هُدًى	مِّنَ اللّٰهِ ۭ
زیادہ گمراہ ہونے والا ہے	اس سے جس نے	پیروی کی	اپنی خواہش کی	کسی ہدایت کے بغیر	اللہ (کی طرف) سے
اِنَّ اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۰ ع			
بیشک اللہ	ہدایت نہیں دیتا	ظلم کرنے والی قوم کو			

نوٹ۔1

اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ کا مطلب یہ ہے کہ ان معجزوں کے باوجود موسیٰ علیہ السلام پر ہی تم (یعنی قریش مکہ) کب ایمان لائے تھے کہ اب محمد ﷺ سے ان کا مطالبہ کر رہے ہو۔ تم خود کہتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزے دیئے گئے تھے، مگر پھر بھی ان کو نبی مان کر ان کی پیروی تم نے کبھی قبول نہیں کی۔ سورہ سبا کی آیت ۳۱ میں بھی کفار مکہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ''نہ ہم اس قرآن کو مانیں گے نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ 2:

سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا میں سِحْرٰنِ خبر ہے۔ اس سے پہلے اس کا مبتداء محذوف ہے۔ کچھ مفسرین نے اس سے پہلے هٰذٰنِ الرَّجُلٰنِ (یہ دو مرد یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام) کو محذوف مانا ہے اور سِحْرٰنِ (دو جادو) کو سٰحِرٰنِ (دو جادو گر) کے معنی میں لیا ہے۔ اس طرح یہ فرعونیوں کا قول قرار پاتا ہے۔ جب کہ کچھ مفسرین نے سِحْرٰنِ سے پہلے هٰذٰنِ الْكِتٰبٰنِ (یہ دو کتابیں یعنی تورات اور قرآن) کو محذوف مانا ہے۔ ایسی صورت میں سِحْرٰنِ (دو جادو) کے معنی میں تاویل کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ قریش مکہ کا قول قرار پاتا ہے۔ ہم نے دوسری رائے کو ترجیح دی ہے کیونکہ اگلی آیت میں فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ سے اس رائے کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

آیت نمبر (51 تا 56)

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا	لَهُمُ	الْقَوْلَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۱		
اور بیشک ہم بتدریج پہنچاتے رہے ہیں	ان لوگوں کے لئے	اس بات (وحی الٰہی) کو	شاید وہ	نصیحت پکڑیں		
اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِهٖ	هُمْ	بِهٖ	يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۲
وہ لوگ	ہم نے دی جن کو	کتاب	اس (قرآن) سے پہلے	وہ	اس پر	ایمان لاتے ہیں
وَاِذَا	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِهٖٓ	اِنَّهُ الْحَقُّ
اور جب	اس (قرآن) کو پڑھا جاتا ہے	ان پر	تو وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اس پر	یقیناً یہی حق ہے

مِنۡ رَّبِّنَاۤ	اِنَّا كُنَّا	مِنۡ قَبۡلِهٖ	مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۵۳﴾	1444 اُولٰٓـئِكَ
ہمارے رب (کی طرف) سے	بیشک ہم تھے	اس (قرآن) سے پہلے (ہی)	فرمانبرداری کرنے والے	یہ لوگ ہیں

يُؤۡتَوۡنَ	اَجۡرَهُمۡ	مَّرَّتَيۡنِ	بِمَا	صَبَرُوۡا	وَيَدۡرَءُوۡنَ	بِالۡحَسَنَةِ	السَّيِّئَةَ
جن کو دیا جائے گا	ان کا اجر	دو مرتبہ	بسبب اس کے جو	وہ ثابت قدم رہے	اور وہ لوگ ہٹاتے ہیں	بھلائی سے	برائی کو

وَمِمَّا	رَزَقۡنٰهُمۡ	يُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾	وَاِذَا سَمِعُوا	اللَّغۡوَ	اَعۡرَضُوۡا
اور اس سے جو	ہم نے دیا ان کو	وہ لوگ خرچ کرتے ہیں	اور جب وہ سنتے ہیں	بے سود بات	تو وہ اعراض کرتے ہیں

عَنۡهُ	وَقَالُوۡا	لَنَاۤ	اَعۡمَالُنَا	وَلَكُمۡ	اَعۡمَالُكُمۡ	سَلٰمٌ	عَلَيۡكُمۡ
اس سے	اور کہتے ہیں	ہمارے لئے ہیں	ہمارے اعمال	اور تمہارے لئے ہیں	تمہارے اعمال	سلامتی ہو	تم لوگوں پر

لَا نَبۡتَغِى	الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۵۵﴾	اِنَّكَ	لَا تَهۡدِىۡ	مَنۡ	اَحۡبَبۡتَ	وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ
ہم نہیں چاہتے	جاہلوں کو	بیشک آپؐ	ہدایت نہیں دیتے	اسے جس کو	آپؐ چاہیں	اور لیکن

يَهۡدِىۡ	مَنۡ	يَّشَآءُ	وَهُوَ	اَعۡلَمُ	بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۵۶﴾
ہدایت دیتا ہے	اسے جس کو	وہ چاہتا ہے	اور وہ	سب سے زیادہ جاننے والا ہے	ہدایت پانے والوں کو

نوٹ ۔1

آیت 52۔کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) اس پر ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ یہ اشارہ دراصل اس واقعہ کی طرف ہے جو اس سورہ کے نزول کے زمانے میں پیش آیا تھا اور اس سے اہل مکہ کو شرم دلانی مقصود ہے کہ تم اپنے گھر آئی ہوئی نعمت کو ٹھکرا رہے ہو حالانکہ دور دور کے لوگ اس کی خبر سن کر آ رہے ہیں اور اس قدر پہچان کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب وہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی خبر پھیلی تو وہاں سے تقریباً بیس عیسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لئے مکہ آیا اور خانہ کعبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی یہ ماجرا دیکھ کر گرد و پیش کھڑے ہو گئے۔ وفد کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات ان کے سامنے پڑھیں قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے انہیں سخت ملامت کی اور برا بھلا کہا۔ وفد نے انہیں جو جواب دیا وہ آیت۔55 میں درج ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ ۔2

آیت۔53۔ میں وفد کے لوگوں کا قول ہے کہ ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم انبیاء اور کتب آسمانی کے ماننے والے تھے اس لئے اسلام کے سوا ہمارا کوئی اور دین نہ تھا اور اب جو نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب لے کر آئے ہیں انہیں بھی ہم نے مان لیا لہٰذا در حقیقت ہمارے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے بلکہ جیسے ہم پہلے مسلمان تھے ویسے ہی اب بھی مسلمان ہیں۔ یہ قول اس بات کی صراحت کر دیتا ہے کہ اسلام صرف اس دین کا نام نہیں ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور مسلم کی اصطلاح کا اطلاق محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ سے تمام انبیاء کا دین یہی اسلام تھا اور ہر زمانہ میں ان

سب کے پیرو مسلمان ہی تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن صرف اسی ایک مقام پر نہیں بلکہ بیسیوں مقامات پر اس اصولی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ کہ اصل دین صرف اسلام (اللہ کی فرمانبرداری) ہے اور خدا کی مخلوق کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا دین ہو نہیں سکتا۔ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ خود بھی مسلم رہے اور وہ سب متبعین جنہوں نے نبوت کے ذریعہ سے آئے ہوئے فرمانِ خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کیا، ہر زمانے میں مسلم ہی تھے۔ (تفہیم القرآن)

1444

تفہیم القرآن میں اس مسئلہ پر خاصی تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور سند کے طور پر متعدد آیات نقل کی گئی ہیں۔ اسے یا تو تفہیم میں دیکھ لیں یا مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ قرآن مجید میں دیکھ لیں۔ البقرہ۔ 128۔ 131۔ تا 133، آل عمران۔ 19۔ 67۔ 85، المائدہ۔ 44۔ 111، یونس۔ 72۔ 84۔ 90، یوسف 101۔ النمل۔ 44، الزاریات۔ 36۔

آیت نمبر (57 تا 60)

ترکیب

(آیت۔ 57)۔ اَلْهُدٰى پر لام تعریف ہے۔ نُتَخَطَّفْ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ (آیت۔ 58)۔ بَطِرَ کے ایک معنی ہیں نعمت پا کر بہک جانا۔ اترانا۔ اس معنی میں یہ لازم ہے جس کا مفعول نہیں آتا۔ آگے مَعِيْشَتَهَا میں مَعِيْشَةَ کی نصب بتارہی ہے کہ یہاں بطرت اس معنی میں نہیں آیا ہے۔ جن مترجمین نے اسے اترانے ہی کے معنی میں لیا ہے۔ انہوں نے مَعِيْشَةَ سے پہلے حرف جار عَلٰى یا فِيْ کو محذوف مانا ہے اور ترجمہ کیا ہے جو بستیاں اترائیں اپنی معیشت پر یا میں، لیکن اس پر نصب کی موجودگی میں اس سے پہلے کسی حرف جر کو محذوف ماننے کی گنجائش نہیں بنتی۔ ایسے تراجم کو اردو محاورے میں مفہوم سمجھانے کی غرض سے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن گرائمر کے لحاظ سے اس کو درست ماننا مشکل ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ کی رائے ہے کہ یہ اصل میں بَطِرَتْ مَعِيْشَتُهَا ہے۔ فعل کی نسبت اس سے قطع کر کے بطور تمیز اسے منصوب کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے جیسے قرآن کے مبتدی طلباء کے لئے امام صاحب کی بات کو سمجھنا مشکل ہے۔ بَطِرَ کے دوسرے معنی ہیں نعمت کی ناشکری کرنا۔ ناقدری کرنا۔ اس معنی میں یہ متعدی ہے اور اب مَعِيْشَةَ کی نصب کی کوئی تاویل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ استادِ محترم حافظ احمد یار صاحب مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اسی بنیاد پر کہا ہے کہ یہاں بَطِرَتْ کا استعمال كَفَرَتْ کے معنی میں ہوا ہے اور ہم نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ (آیت۔ 59) مُهْلِكَ الْقُرٰى میں كَانَ کی خبر ہونے کی وجہ سے مُهْلِكَ حالت نصب میں ہے اور واحد آیا ہے جبکہ آگے كُنَّا (جمع) کی خبر حالت نصب میں مُهْلِكِيْنَ تھی۔ مضاف ہونے کی وجہ سے نون اعرابی گرا تو مُهْلِكِي الْقُرٰى استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ

وَقَالُوْٓا	اِنْ نَّتَّبِعِ	الْهُدٰى	مَعَكَ	نُتَخَطَّفْ
اور انہوں نے کہا	اگر ہم پیروی کریں گے	اس ہدایت کی	آپؐ کے ساتھ	تو ہم کو گھسیٹ کرلے جایا جائے گا

مِنْ اَرْضِنَا ؕ	اَوَلَمْ نُمَكِّنْ	لَّهُمْ	حَرَمًا اٰمِنًا	يُّجْبٰٓى	اِلَيْهِ
ہماری سرزمین سے	اور کیا ہم نے نہیں جمایا	ان کو	امن میں ہونے والے ایسے حرم میں	اکٹھا کئے جاتے ہیں	جس کی طرف

ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ	رِّزْقًا	مِّنْ لَّدُنَّا	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾
ہر چیز کے پھل	رزق ہوتے ہوئے	ہماری طرف سے	اور لیکن	ان کے اکثر	جانتے نہیں ہیں

وَكَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَرْيَةٍ	بَطِرَتْ	مَعِيْشَتَهَا ۚ	فَتِلْكَ	مَسٰكِنُهُمْ
اور ہم نے ہلاک کیں کتنی ہی	ایسی بستیوں میں سے	جنہوں نے ناقدری کی	اپنی معیشت کی	تو یہ	ان کے مکانات ہیں

لَمْ تُسْكَنْ	مِّنْۢ بَعْدِهِمْ	اِلَّا قَلِيْلًا ؕ	وَكُنَّا نَحْنُ	الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾	1444 وَمَا كَانَ
ان کو آباد نہیں کیا گیا	ان کے بعد	مگر تھوڑے سے	اور ہم ہی ہیں	وارث بننے والے	اور نہیں ہے

رَبُّكَ	مُهْلِكَ الْقُرٰى	حَتّٰى	يَبْعَثَ	فِىْٓ اُمِّهَا	رَسُوْلًا
آپ کا رب	بستیوں کو ہلاک کرنے والا	یہاں تک کہ	وہ بھیج دے	ان (بستیوں) کے مرکز میں	ایک ایسا رسول

يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِنَا ۚ	وَمَا كُنَّا	مُهْلِكِى الْقُرٰٓى	اِلَّا	وَ	اَهْلُهَا
جو پڑھ کر سنائے ان کو	ہماری آیتیں	اور ہم نہیں ہیں	بستیوں کو ہلاک کرنے والے	مگر	اس حال میں کہ	ان کے لوگ

ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾	وَمَآ	اُوْتِيْتُمْ	مِّنْ شَىْءٍ	فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
ظلم کرنے والے ہوں	اور جو	تم لوگوں کو دی جاتی ہے	کوئی بھی چیز	تو (وہ) دنیوی زندگی کا سامان ہے

وَزِيْنَتُهَا ۚ	وَمَا	عِنْدَ اللّٰهِ	خَيْرٌ	وَّاَبْقٰى ؕ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع
اور اس کی زینت ہے	اور جو	اللہ کے پاس ہے	(تو وہ) سب سے بہتر ہے	اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے	تو کیا تم لوگ عقل نہیں کرتے

نوٹ۔1

قریش کو پورے ملک پر جو اقتدار حاصل تھا، وہ سمجھتے تھے کہ یہ ان کے دینِ شرک کی برکت سے ہوا ہے۔ مزید برآں انہوں نے پورے ملک پر اپنی مذہبی و سیاسی دھاک قائم رکھنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی تھی کہ تمام قبائل عرب کے اصنام خانۂ کعبہ میں جمع کر دیئے تھے۔ اس طرح وہ سب کے امام و پیشوا بن گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دعوتِ توحید بلند کی تو اس کے خلاف انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اگر ہم اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کے بن کر رہ جائیں تو تمام عرب ہمارا دشمن بن کر اٹھ کھڑا ہوگا اور اس ملک سے ہماری جڑ اکھڑ جائے گی۔ یہ بالکل وہی اعتراض ہے جو آج ہمارے لیڈر حضرات اسلامی نظام کے خلاف اٹھاتے ہیں کہ اگر ہم اسلامی نظام کو اختیار کرلیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی معیشت و معاشرت کا تیاپانچہ کر کے رکھ دیں۔ یہی اعتراض فرعون اور اس کے اعیان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے خلاف بھی اٹھایا تھا کہ یہ شخص ہماری اعلیٰ تہذیب کو مٹانے کے درپے ہے۔ (20/63) خدائی نظام کی مخالفت میں شیاطین کا سب سے زیادہ کارگر حربہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے۔
(تدبر قرآن)

آیت نمبر (61 تا 68)

ترجمہ

اَفَمَنْ	وَّعَدْنٰهُ	وَعْدًا حَسَنًا	فَهُوَ	لَاقِيْهِ	كَمَنْ
تو کیا وہ	ہم نے وعدہ کیا جس سے	ایک اچھا وعدہ	پھر وہ	ملاقات کرنے والا ہے اس (وعدے) سے	اس کے جیسا ہوگا

مَّتَّعْنٰهُ	مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	ثُمَّ هُوَ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾
ہم نے برتنے کے لئے دیا جس کو	دنیوی زندگی کا سامان	پھر وہ	قیامت کے دن	پیش کئے ہوؤں میں سے ہوگا

وَيَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ	فَيَقُوْلُ	اَيْنَ	شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ	كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾
اور جس دن	وہ پکارے گا ان کو	پھر وہ کہے گا	کہاں ہیں	میرے وہ شریک جن پر	تم لوگ زعم کیا کرتے تھے

قَالَ الَّذِيْنَ	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ	اَغْوَيْنَا ۚ
وہ لوگ کہیں گے	ثابت ہوئی	جن پر	وہ بات (الزام)	اے ہمارے رب	یہ ہیں وہ لوگ جن کو	ہم نے گمراہ کیا

اَغْوَیْنٰهُمْ	كَمَا	غَوَیْنَا	تَبَرَّاْنَآ	اِلَیْكَ	مَا كَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ۝٦٣
ہم نے گمراہ کیا ان کو	اس طرح جیسے	ہم گمراہ ہوئے	ہم نے اظہار بیزاری کیا (ان سے)	تیری طرف	وہ لوگ صرف ہماری ہی بندگی نہیں کرتے تھے۔

وَقِیْلَ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	فَدَعَوْهُمْ	فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا	لَهُمْ
اور کہا جائے گا	تم لوگ پکارو	اپنے شریکوں کو	پھر وہ پکاریں گے ان کو	تو وہ جواب نہیں دیں گے	ان کو

وَرَاَوُا	الْعَذَابَ	لَوْ اَنَّهُمْ	كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ۝٦٤	وَیَوْمَ	یُنَادِیْهِمْ
اور وہ دیکھیں گے	عذاب کو	کاش کہ وہ لوگ	ہدایت پاتے ہوتے	اور جس دن	وہ پکارے گا ان کو

فَیَقُوْلُ	مَاذَآ اَجَبْتُمُ	الْمُرْسَلِیْنَ ۝٦٥	فَعَمِیَتْ	عَلَیْهِمُ	الْاَنْۢبَآءُ
پھر وہ کہے گا	تم لوگوں نے کیا جواب دیا	بھیجے ہوؤں (رسولوں) کو	تو اندھی ہو جائیں گی	ان پر	خبریں

یَوْمَىِٕذٍ	فَهُمْ	لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝٦٦	فَاَمَّا	مَنْ	تَابَ	وَاٰمَنَ
اس دن	تو وہ لوگ	ایک دوسرے سے (بھی) نہیں پوچھیں گے	تو وہ جو ہے	جس نے	توبہ کی	اور ایمان لایا

وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَعَسٰٓی اَنْ	یَّكُوْنَ	مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ۝٦٧
اور اس نے عمل کئے	نیک	تو امید ہے کہ	وہ ہوگا	مراد پانے والوں میں سے

وَرَبُّكَ	یَخْلُقُ	مَا	یَشَآءُ	وَیَخْتَارُ	مَا كَانَ	لَهُمُ
اور آپ کا رب	پیدا کرتا ہے	اس کو جس کو	وہ چاہتا ہوں	اور وہ چن لیتا ہے (جس کو چاہتا ہے)	نہیں ہے	ان لوگوں کے لئے

الْخِیَرَةُ	سُبْحٰنَ اللّٰهِ	وَتَعٰلٰی	عَمَّا	یُشْرِكُوْنَ ۝٦٨
پسند کرنے کا اختیار	پاکیزگی اللہ کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو	یہ لوگ شرک کرتے ہیں

نوٹ۔1 ایک شخص کیلئے دائمی عیش کا وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا اور دوسرے کے لئے چندروزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ ہے، کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، خدام پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوان نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں جن سے لذت اندوز ہو رہا ہوں۔ آنکھ کھلی تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور ہتھکڑی بیڑی لئے کھڑا ہے پس وہ پکڑ کر لے گیا اور پیش ہو کر حبس دوام کی سزا مل گئی۔ بتلاؤ اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قورمے کی لذت یاد آئے گی۔ (ترجمہ شیخ الہند)

نوٹ۔2 آیت 63۔ میں یہ لطیف نکتہ قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال تو کرے گا شریک ٹھہرانے والوں سے مگر ان کے بولنے سے پہلے ہی جواب دینے لگیں گے وہ جن کو شریک ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عام مشرکین سے یہ سوال کیا جائے گا تو ان کے لیڈر محسوس کریں گے کہ اب ہماری شامت آگئی یہ ہماری پیروی کرنے والے ضرور کہیں گے کہ ہماری گمراہی کے ذمہ دار یہ لوگ ہیں۔ اس لئے ان کے بولنے سے پہلے وہ خود اپنی صفائی پیش کریں گے کہ ہم نے زبردستی ان کو گمراہ نہیں کیا بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے تھے اسی طرح انہوں نے اپنی مرضی سے گمراہی کو قبول کیا تھا۔ (تفہیم القرآن)

1445

1444

1446

1444

1447

1444

1448

1444

1449

1444

1450

1444

1451

1444

1452

1444

1453

1444

1454

1444

1455

1444

1456

1444

1457

1444

1458

1444

1459

1444

1460

1444

1461

1444

1462

1444

1463

1444

1464

1444

1465

1444

1466

1444

1467

1444

آیت نمبر (69 تا 75)

ترجمہ:

وَرَبُّكَ	يَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُوْرُهُمْ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾
اور آپ کا رب	جانتا ہے	اس کو جو	چھپاتے ہیں	ان کے سینے	اور اس کو جو	وہ لوگ اعلان کرتے ہیں

وَهُوَ	اللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ ط	لَهُ	الْحَمْدُ	فِي الْاُوْلٰى
اور وہی	اللہ ہے	کوئی بھی الٰہ نہیں ہے	مگر وہی	اس کے لئے ہیں	تمام شکر پاس ہے	پہلی (زندگی) میں

وَالْاٰخِرَةِ	وَلَهُ	الْحُكْمُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾	قُلْ
اور آخری (زندگی) میں	اور اس کے لئے ہی	تمام حکم ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	آپ کہئے

اَرَءَيْتُمْ	اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ	عَلَيْكُمُ	الَّيْلَ	سَرْمَدًا	اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
کیا تم لوگوں نے غور کیا	اگر بنادے اللہ	تم لوگوں پر	رات کو	ہمیشہ کے لئے	قیامت کے دن تک

مَنْ اِلٰهٌ	غَيْرُ اللّٰهِ	يَاْتِيْكُمْ	بِضِيَآءٍ ط	اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ
کون الٰہ ہے	اللہ کے علاوہ	جو لائے گا تمہارے لئے	روشنیاں	تو کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو	آپ کہئے	کیا تم لوگوں نے غور کیا

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ	عَلَيْكُمُ	النَّهَارَ	سَرْمَدًا	اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	مَنْ اِلٰهٌ	غَيْرُ اللّٰهِ
اگر بنادے اللہ	تم لوگوں پر	دن کو	ہمیشہ کے لئے	قیامت کے دن تک	کون الٰہ ہے	اللہ کے علاوہ

يَاْتِيْكُمْ	بِلَيْلٍ	تَسْكُنُوْنَ	فِيْهِ ط	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾	وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ
جو لائے گا تمہارے لئے	رات	تم لوگ آرام کرتے ہو	جس میں	تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو	اور (یہ) اس کی رحمت میں سے ہے (کہ)

جَعَلَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ	لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ	وَلِتَبْتَغُوْا
اس نے بنایا	تمہارے لئے	رات	اور دن	تاکہ تم لوگ آرام کرو اس میں	اور تاکہ تم لوگ تلاش کرو

مِنْ فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾	وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ	فَيَقُوْلُ
اس کے فضل میں سے	اور شاید تم لوگ	شکر کرو	اور جس دن وہ پکارے گا ان کو	پھر وہ کہے گا

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ	كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾	وَنَزَعْنَا	مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
کہاں ہیں میرے وہ شریک جن پر	تم لوگ زعم کیا کرتے تھے	اور ہم نکالیں گے	ہر امت میں سے

شَهِيْدًا	فَقُلْنَا	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ	فَعَلِمُوْٓا	اَنَّ الْحَقَّ
ایک گواہ	تو ہم کہیں گے	تم لوگ دو	اپنی روشن دلیل	تب وہ لوگ جان لیں گے	کہ کل حق

لِلّٰهِ	وَضَلَّ	عَنۡهُمۡ	مَّا	1464 كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ۝
اللہ کے لئے ہے	اور گم ہو جائے گا	ان سے	وہ جو	وہ گھڑا کرتے تھے

نوٹ۔1

آیت۔۷۱۔میں رات کی ہمیشگی کا ذکر ہے اور اندھیرے میں انسان کو دکھائی نہیں دیتا۔اس لئے اس کی رعایت سے آیت کے آخر میں اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ فرمایا کہ اگر تمہیں سجھائی نہیں دیتا تو کیا سنائی بھی نہیں دیتا۔جبکہ اگلی آیت میں دن کا ذکر ہے جس میں انسان سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔اس لئے اس کے آخر میں اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ فرمایا۔(ترجمہ شیخ الہند m سے ماخوذ)

آیت نمبر(76تا78)

ن و ء

(ن) نَوۡءًا مشقت وتکلیف سے اٹھنا۔زیر مطالعہ آیت۔۷۶۔

ترجمہ:

اِنَّ قَارُوۡنَ	كَانَ	مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰى	فَبَغٰى عَلَيۡهِمۡ	وَ
بیشک قارون	تھا	موسیٰ کی قوم میں سے	تو اس نے بغاوت کی ان کے خلاف	حالانکہ

اٰتَيۡنٰهُ	مِنَ الۡكُنُوۡزِ	مَاۤ	اِنَّ	مَفَاتِحَهٗ	لَتَنُوۡٓاُ	بِالۡعُصۡبَةِ اُولِى الۡقُوَّةِ
ہم نے دیا تھا اس کو	خزانوں میں سے	وہ	کہ	جس کی کنجیاں	یقیناً مشکل سے اٹھتی تھیں	قوت والی جماعت سے

اِذۡ قَالَ لَهٗ	قَوۡمُهٗ	لَا تَفۡرَحۡ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	الۡفَرِحِيۡنَ ۝
جب کہا اس سے	اس کی قوم نے	تو مت اترا	بیشک اللہ	پسند نہیں کرتا	اترانے والوں کو

وَابۡتَغِ	فِيۡمَاۤ	اٰتٰٮكَ	اللّٰهُ	الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ	وَلَا تَنۡسَ	نَصِيۡبَكَ
اور تو تلاش کر	اس میں سے جو	دیا تجھ کو	اللہ نے	آخری گھر کو	اور تو مت بھول	اپنا حصہ

مِنَ الدُّنۡيَا	وَاَحۡسِنۡ	كَمَاۤ	اَحۡسَنَ	اللّٰهُ	اِلَيۡكَ	وَلَا تَبۡغِ
دنیا میں سے	اور تو بھلائی کر	جیسے کہ	بھلائی کی	اللہ نے	تیری طرف	اور تو خواہش مت کر

الۡفَسَادَ	فِى الۡاَرۡضِ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝	قَالَ
نظم بگاڑنے کی	زمین میں	بیشک اللہ	پسند نہیں کرتا	نظم بگاڑنے والوں کو	(قارون نے) کہا

اِنَّمَاۤ	اُوۡتِيۡتُهٗ	عَلٰى عِلۡمٍ	عِنۡدِىۡ	اَوَلَمۡ يَعۡلَمۡ	اَنَّ اللّٰهَ
کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	مجھ کو دیا گیا یہ (خزانہ)	ایک ایسے علم کی بنا پر جو	میرے پاس ہے	اور کیا اس نے جانا ہی نہیں	کہ اللہ

قَدۡ اَهۡلَكَ	مِنۡ قَبۡلِهٖ	مِنَ الۡقُرُوۡنِ	مَنۡ هُوَ	اَشَدُّ	مِنۡهُ	قُوَّةً
ہلاک کر چکا ہے	اس سے پہلے	قوموں میں سے	اس کو کہ وہ	زیادہ شدید تھا	اس سے	بلحاظ قوت کے

وَّاَكۡثَرُ	جَمۡعًا	وَلَا يُسۡـئَلُ	عَنۡ ذُنُوۡبِهِمُ	الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝
اور زیادہ کثرت والا تھا	بلحاظ جمع کرنے کے	اور پوچھا نہیں جاتا	ان کے گناہوں کے بارے میں	مجرموں سے

نوٹ۔1

بائبل کی کتاب خروج (۔6۔آیت۔18۔21) میں جو نسبت نامہ درج ہے اس کی رو سے حضرت موسیٰؑ اور قارون کے والد باہم سگے بھائی تھے۔ بنی اسرائیل میں سے ہونے کے باوجود قارون، فرعون کے ساتھ جاملا تھا اور اس کا مقرب بن کر اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ موسیٰؑ کی دعوت کے مقابلہ میں فرعون کے بعد مخالفت کے جو دو بڑے سرغنے تھے۔ ان میں سے ایک فرعون کا وزیر ہامان تھا اور دوسرا یہی قارون تھا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔77 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت تجھے عطا فرمایا ہے اس کے ذریعہ آخرت کا سامان فراہم کر اور دنیا میں جو تیرا حصہ ہے اس کو نہ بھول۔ دنیا کے حصے کے متعلق دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ مال و دولت سے آخرت کمانے کے ساتھ اپنی ضروریات زندگی پر بھی خرچ کر، اللہ کی نعمتوں سے مستفید ہو اور اپنے نفس کا حق ادا کرنے میں بخل سے کام مت لے۔

دوسری رائے کو سمجھنے کے لئے پہلے تاکید کرنے کا ایک اسلوب سمجھ لیں۔ کبھی ہم ایک بات کہتے ہیں پھر تاکید کے لئے اس پر ایک اور جملہ کا اضافہ کرتے ہیں۔ جیسے دفتر میں ہم کسی سے کہیں کہ گھر جاتے ہوئے یہ چیزیں ساتھ لیتے جانا۔ ان کو یہیں مت چھوڑ جانا۔ اس میں ''مت چھوڑ جانا'' والا جملہ پہلے جملے کی تاکید کے لئے ہے۔ اس طرح اس آیت میں اصل بات یہ ہے کہ مال و دولت سے آخرت کما۔ اس کی تاکید کے لئے فرمایا کہ دنیا میں سے اپنا حصہ لینا مت بھول۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر انسان کے پاس کم یا زیادہ جو کچھ بھی ہے وہ سارا کا سارا اس کا اپنا نہیں ہے۔ وہ اس سب کا امین تو ہے لیکن اس میں سے اس کا اپنا حصہ صرف وہ ہے جو اس کے ساتھ جائے گا اور آخرت میں اس کو ملے گا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس جو ہے وہ یا تو فانی ہے یا وارثوں کا حصہ ہے۔ اس کا اپنا حصہ صرف وہ ہے جو اس کے ساتھ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سمندر کو کوزے میں بند کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

آیت نمبر (79 تا 82)

ترجمہ:

فَخَرَجَ	عَلٰى قَوْمِهٖ	فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ	قَالَ الَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ
تو وہ نکلا	اپنی قوم پر	اپنی زینت میں	تو ان لوگوں نے کہا جو	خواہش رکھتے تھے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	يٰلَيْتَ	لَنَا	مِثْلَ مَآ	اُوْتِيَ	قَارُوْنُ ۙ	اِنَّهٗ
دنیوی زندگی کی	اے کاش	ہمارے لئے ہوتا	اس کے جیسا جو	دیا گیا	قارون کو	بیشک وہ

لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿79﴾	وَقَالَ الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ	وَيْلَكُمْ
یقیناً بڑے نصیب والا ہے	اور ان لوگوں نے کہا جن کو	دیا گیا تھا	علم	تمہارا ستیاناس

ثَوَابُ اللّٰهِ	خَيْرٌ	لِّمَنْ	اٰمَنَ	وَعَمِلَ	صَالِحًا ۚ	وَلَا يُلَقّٰىهَآ
اللہ کا (دیا ہوا) ثواب	بہتر ہے	اس کے لئے جو	ایمان لایا	اور جس نے عمل کیا	نیک	اور نہیں دی جاتی یہ (توفیق)

اِلَّا	الصّٰبِرُوْنَ ﴿80﴾	فَخَسَفْنَا	بِهٖ	وَبِدَارِهِ	الْاَرْضَ ۣ	فَمَا كَانَ لَهٗ
مگر	ثابت قدم رہنے والوں کو	تو دھنسا دیا ہم نے	اس کو	اور اس کے گھر کو	زمین میں	تو نہیں تھی اس کے لئے

مِنْ فِئَةٍ	يَّنْصُرُوْنَهٗ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ	وَمَا كَانَ	مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿81﴾
کوئی بھی ایسی جماعت جو	مدد کرتی اس کی	اللہ کے سوا	اور وہ نہیں تھا	بدلہ لینے والوں میں سے

وَاَصْبَحَ	الَّذِيْنَ	تَمَنَّوْا	مَكَانَهٗ	بِالْاَمْسِ	يَقُوْلُوْنَ	1464 وَيْكَاَنَّ	اللّٰهَ
اور ہو گئے	وہ لوگ جنہوں نے	تمنا کی تھی	اس کی جگہ کی	کل تک	(یہ) کہتے ہوئے	ارے! گویا کہ	اللہ ہی

يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ	لَوْلَآ اَنْ
کشادہ کرتا ہے	رزق کو	جس کے لئے	وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور وہ اندازے سے دیتا ہے (جسے چاہتا ہے)	اگر نہ ہوتا کہ

مَّنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْنَا	لَخَسَفَ	بِنَا	وَيْكَاَنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الْكٰفِرُوْنَ ۝82
احسان کیا	اللہ نے	ہم پر	تو وہ ضرور دھنسا دیتا	ہم کو (بھی)	ارے! حقیقت یہ ہے کہ	فلاح نہیں پاتے	ناشکری کرنے والے

نوٹ۔1

قارون کی یہ حکایت محض ماضی کی ایک حکایت کی حیثیت سے نہیں بیان ہوئی ہے، بلکہ اس کے پردے میں ابولہب اور اس کے ساتھیوں کا کردار اور انجام پیش کیا گیا ہے۔ جس قسم کا فتنہ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں قارون تھا اسی قسم کا فتنہ رسول اللہ ﷺ کی قوم میں ابولہب تھا۔ متعدد پہلوؤں سے دونوں میں مماثلت تھی۔ جس طرح قارون حضرت موسیٰؑ کے خاندان، بنی لادی، کا سب سے بڑا دولت مند تھا اسی طرح ابولہب رسول اللہ ﷺ کے خاندان ''بنی ہاشم'' میں سب سے بڑا دولت مند تھا۔ ابولہب آپ ﷺ کا چچا تھا اور قارون حضرت موسیٰؑ کا سگا چچازاد بھائی تھا۔ دونوں نہایت بخیل اور متکبر تھے۔ اپنے اپنے رسولوں کے ساتھ دونوں کے عناد کی نوعیت بھی ایک تھی۔ قارون یہ چاہتا تھا کہ خاندان کی پیشوائی اسے حاصل رہے تاکہ اس کی سرمایہ داری پر کوئی آنچ نہ آئے۔ ابولہب بھی یہی چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کی کلید برداری اور افادہ کی دولت پر اس کا قبضہ رہے۔ انجام کے اعتبار سے بھی دونوں میں بڑی مماثلت ہے۔ دونوں خدا کے قہر وغضب کے ہدف ہوئے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (83 تا 88)

ترجمہ:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ	نَجْعَلُهَا	لِلَّذِيْنَ	لَا يُرِيْدُوْنَ	عُلُوًّا	فِي الْاَرْضِ
یہ آخری گھر!	ہم بناتے ہیں اس کو	ان لوگوں کے لئے جو	نہیں چاہتے	بڑائی	زمین میں

وَلَا فَسَادًا	وَالْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ ۝83	مَنْ جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ
اور نہ نظم بگاڑنا	اور (اچھا) انجام	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہے	جو آیا	نیکی کے ساتھ	تو اس کے لئے

خَيْرٌ مِّنْهَا	وَمَنْ جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا يُجْزَى	الَّذِيْنَ
اس سے زیادہ بھلائی ہے	اور جو آیا	برائی کے ساتھ	تو بدلہ نہیں دیا جاتا	ان کو جنہوں نے

عَمِلُوا	السَّيِّاٰتِ	اِلَّا مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝84	اِنَّ الَّذِيْ	فَرَضَ عَلَيْكَ
عمل کئے	برائیوں کے	سوائے اس کے جو	وہ لوگ عمل کیا کرتے تھے	بیشک وہ جس نے	فرض کیا آپ ﷺ پر

الْقُرْاٰنَ	لَرَآدُّكَ	اِلٰى مَعَادٍ ؕ	قُلْ	رَّبِّىْٓ	1464 اَعْلَمُ
اس قرآن کو	ضرور لوٹانے والا ہے آپؐ کو	واپس ہونے کی جگہ کی طرف	آپؐ کہئے	میرا رب	خوب جاننے والا ہے

مَنْ	جَآءَ	بِالْهُدٰى	وَمَنْ	هُوَ	فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۸۵	وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا
اس کو جو	آیا	ہدایت کے ساتھ	اور اس کو جو	(کہ) وہی	کھلی گمراہی میں ہے	اور آپؐ ہرگز مت ہوں

اَنْ يُّلْقٰٓى	اِلَيْكَ	الْكِتٰبُ	اِلَّا رَحْمَةً	مِّنْ رَّبِّكَ	فَلَا تَكُوْنَنَّ
کہ ڈالی جائے گی	آپؐ کی طرف	وہ کتاب	مگر رحمت ہوتے ہوئے	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تو آپؐ ہرگز مت ہوں

ظَهِيْرًا	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۸۶	وَلَا يَصُدُّنَّكَ	عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ	بَعْدَ اِذْ
مددگار	کفر کرنے والوں کے لئے	وہ لوگ ہرگز نہ روکیں آپؐ کو	اللہ کی آیات سے	اس کے بعد کہ جب

اُنْزِلَتْ	اِلَيْكَ	وَادْعُ	اِلٰى رَبِّكَ	وَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۸۷
وہ اتاری گئیں	آپؐ کی طرف	اور آپؐ دعوت دیں	اپنے رب کی طرف	اور آپؐ ہرگز مت ہوں	شرک کرنے والوں میں سے

وَلَا تَدْعُ	مَعَ اللّٰهِ	اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ ۣ	كُلُّ شَىْءٍ
اور آپؐ مت پکاریں	اللہ کے ساتھ	کسی دوسرے اِلٰہ کو	کوئی اِلٰہ نہیں ہے	مگر وہ ہی	ہر چیز

هَالِكٌ	اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ	لَهُ	الْحُكْمُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ۸۸
ہلاک ہونے والی ہے	سوائے اس کے چہرے (یعنی ذات) کے	اس کے لئے ہی ہے	حکم دینا	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

آیت۔85۔ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایک معاد کی طرف پھیرنے والا ہے۔ معاد کے لغوی معنی ہیں وہ مقام جس کی طرف آخر کار آدمی کو پلٹنا ہو۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد جنت لی ہے، لیکن اسے جنت کے ساتھ مخصوص کر دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ویسا ہی عام رکھا جائے جیسا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، تاکہ یہ وعدہ دنیا اور آخرت دونوں سے متعلق ہو جائے۔ سیاق عبارت کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ اسے آخرت میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی نبی ﷺ کو آخر کار بڑی شان وعظمت عطا کرنے کا وعدہ سمجھا جائے۔ اور فی الواقع اللہ تعالیٰ نے چند ہی سال بعد حضورؐ کو اس دنیا میں پورے ملک عرب میں ایسا مکمل اقتدار عطا کر کے دکھا دیا کہ آپ ﷺ کی مزاحمت کرنے والی کوئی طاقت وہاں نہ ٹھہر سکی اور آپ ﷺ کے دین کے سوا کسی دین کے لئے وہاں گنجائش نہ رہی۔ عرب کی تاریخ میں اس سے پہلے کوئی نظیر اس کی موجود نہ تھی۔ بعض مفسرین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو پھر مکہ واپس پہنچائے گا۔ (تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ العنکبوت (29)

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ ①	اَحَسِبَ	النَّاسُ	اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا	اَنۡ	يَّقُوۡلُوۡۤا	اٰمَنَّا
-	کیا گمان کیا	لوگوں نے	، کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے	(اس لئے) کہ	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے
وَهُمۡ	لَا يُفۡتَنُوۡنَ ②	وَلَقَدۡ فَتَنَّا	الَّذِيۡنَ	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	فَلَيَعۡلَمَنَّ	اللّٰهُ
اور وہ لوگ	آزمائے نہ جائیں گے	اور بیشک ہم آزما چکے ہیں	اُن کو جو	ان سے پہلے تھے	تو لازماً جان لے گا	اللہ
الَّذِيۡنَ	صَدَقُوۡا	وَلَيَعۡلَمَنَّ	الۡكٰذِبِيۡنَ ③	اَمۡ حَسِبَ	الَّذِيۡنَ	يَعۡمَلُوۡنَ
ان کو جنہوں نے	سچ کہا	اور وہ لازماً جان لے گا	جھوٹ کہنے والوں کو	یا گمان کیا	ان لوگوں نے جو	عمل کرتے ہیں
السَّيِّاٰتِ	اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا ؕ	سَآءَ	مَا	يَحۡكُمُوۡنَ ④	مَنۡ كَانَ	يَرۡجُوۡا
برائیوں کے	کہ وہ بھاگ نکلیں گے ہم سے	برا ہے	وہ جو	وہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں	جو ہے (کہ)	امید رکھتا ہے
لِقَآءَ اللّٰهِ	فَاِنَّ	اَجَلَ اللّٰهِ	لَاٰتٍ ؕ	وَهُوَ	السَّمِيۡعُ	الۡعَلِيۡمُ ⑤
اللہ سے ملاقات کی	تو بیشک	اللہ کا (مقرر کردہ) خاتمے کا وقت	یقیناً آنے والا ہے	اور وہ ہی	سننے والا ہے	جاننے والا ہے
وَمَنۡ جَاهَدَ	فَاِنَّمَا	يُجَاهِدُ	لِنَفۡسِهٖ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	لَغَنِىٌّ	
اور جو جدوجہد کرتا ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ جدوجہد کرتا ہے	اپنے نفس کے (بھلے کے) لئے	بیشک اللہ	یقیناً بے نیاز ہے	
عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ⑥	وَالَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَنُكَفِّرَنَّ	
تمام جہانوں سے	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے	تو ہم لازماً دور کریں گے	
عَنۡهُمۡ	سَيِّاٰتِهِمۡ	وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ	اَحۡسَنَ الَّذِىۡ	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ⑦		
ان سے	ان کی برائیوں کو	اور ہم لازماً بدلہ دیں گے	اس کے بہترین سے جو	وہ عمل کیا کرتے تھے		

نوٹ۔1

مکہ میں جو شخص بھی اسلام قبول کرتا تھا اس پر مظالم کا ایک طوفان ٹوٹ پڑتا تھا۔ ان حالات نے اگرچہ راسخ الایمان صحابہ کے عزم و ثبات میں کوئی تزلزل پیدا نہ کیا تھا، لیکن انسانی فطرت کے تقاضے سے اکثر ان پر بھی ایک شدید اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس اضطرابی کیفیت کو ٹھنڈے صبر و تحمل میں تبدیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو سمجھاتا ہے کہ ہمارے جو وعدے دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں کوئی شخص صرف زبانی دعوائے ایمان کر کے ان کا مستحق نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر مدعی کو لازماً آزمائشوں کی بھٹی کے گزرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے دعوے کی صلاحیت کا ثبوت دے اور یہ بات کھل جائے (یعنی ریکارڈ پر آجائے۔ مرتب) کہ ایمان کا جو دعویٰ تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ ۔2

آیت ۔۳۔ میں ہے کہ اللہ لازماً جان لے گا۔سوال یہ ہے کہ اللہ کو تو سچے کی سچائی اور جھوٹے کا جھوٹ خود ہی معلوم ہے، آزمائش کر کے اسے معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک ایک شخص کے اندر کسی چیز کی صرف صلاحیت اور استعداد ہی ہوتی ہے، معلاً اس کا ظہور نہیں ہوجاتا، اس وقت تک از روئے عدل وانصاف نہ تو وہ کسی جزاء کا مستحق ہوتا ہے نہ کسی سزا کا۔اللہ کے ہاں انصاف اس علم کی بنیاد پر نہیں ہوتا کہ فلاں شخص چوری کا رجحان رکھتا ہے اور چوری کرے گا یا کرنے والا ہے، بلکہ اس علم کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ اس نے چوری کر ڈالی ہے۔اسی طرح انعامات بھی اس علم کی بنیاد پر نہیں دیئے جاتے کہ فلاں شخص مجاہد بن سکتا ہے یا بنے گا، بلکہ اس علم کی بنیاد پر دیئے جاتے ہیں کہ اس نے عمل سے اللہ کی راہ میں جان لڑا کر دکھائی۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر(8تا13)

ترجمہ:

وَوَصَّيْنَا	الْاِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ	حُسْنًا ؕ	وَاِنْ
اور ہم نے تاکید کی	انسان کو	اس کے والدین کے بارے میں	بھلائی کی	اور اگر

جَاهَدٰكَ	لِتُشْرِكَ	بِيْ	مَا	لَيْسَ	لَكَ	بِهٖ
وہ دونوں کشمکش کریں تجھ سے	کہ تو شریک کرے	میرے ساتھ	اس کو	نہیں ہے	تیرے لئے	جس کے بارے میں

عِلْمٌ	فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ	اِلَيَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَاُنَبِّئُكُمْ
کوئی علم	تو کہنا مت مان ان دونوں کا	میری طرف ہی	تم لوگوں کو لوٹنا ہے	پھر میں جتا دوں گا تم لوگوں کو

بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
وہ جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	اور جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے

لَنُدْخِلَنَّهُمْ	فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا
تو ہم لازماً داخل کریں گے ان کو	نیک لوگوں میں	اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے

بِاللّٰهِ	فَاِذَآ	اُوْذِيَ	فِي اللّٰهِ	جَعَلَ	فِتْنَةَ النَّاسِ	كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ
اللہ پر	پھر جب	ان کو اذیت دی جاتی ہے	اللہ (کی راہ) میں	تو بناتے ہیں	لوگوں کی آزمائش کو	اللہ کے عذاب کی مانند

وَلَئِنْ	جَآءَ	نَصْرٌ	مِّنْ رَّبِّكَ	لَيَقُوْلُنَّ	اِنَّا كُنَّا	مَعَكُمْ ؕ
اور بیشک اگر	آئے گی	کوئی نصرت	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	بیشک ہم تھے	تمہارے ساتھ

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ	بِاَعْلَمَ	بِمَا	فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰
اور کیا اللہ نہیں ہے	خوب جاننے والا	اس کو جو	تمام جہان والوں کے سینوں میں ہے

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَلَيَعْلَمَنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ ۝۱۱
اور اللہ لازماً جان لے گا	ان کو جو	ایمان لائے	اور وہ لازماً جان لے گا	منافقوں کو

وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّبِعُوْا	سَبِيْلَنَا 1464
اور کہاان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	تم لوگ پیروی کرو	ہمارے راستے کی
وَلْنَحْمِلْ	خَطٰيٰكُمْ ؕ	وَ	مَا هُمْ	بِحٰمِلِيْنَ	مِنْ خَطٰيٰهُمْ
اور ضروری ہوگا کہ ہم اٹھالیں	تمہاری غلطیوں کو	حالانکہ	وہ نہیں ہیں	اٹھانے والے	ان کی غلطیوں میں سے
مِّنْ شَيْءٍ ؕ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾	وَلَيَحْمِلُنَّ	اَثْقَالَهُمْ	وَاَثْقَالًا
کچھ بھی	بیشک یہ لوگ	یقیناً جھوٹے ہیں	اور یہ لوگ لازماً اٹھائیں گے	اپنے بوجھ	اور کچھ (دوسرے) بوجھ

مَّعَ اَثْقَالِهِمْ	وَلَيُسْئَلُنَّ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	عَمَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾ ع
اپنے بوجھوں کے ساتھ	اوران سے لازماً پوچھا جائے گا	قیامت کے دن	اس کے بارے میں جو	یہ لوگ گھڑا کرتے تھے

نوٹ۔1

ماں باپ کے حقوق ہر دین میں مسلّم رہے ہیں اس وجہ سے اس حق سے والدین نے بسا اوقات غلط فائدہ بھی اٹھایا ہے کہ اپنے حق کے نام پر انہوں نے اپنی اولاد کو خدا کے حقوق سے روکنے کی کوشش کی ہے۔ یہی صورتحال ان نوجوانوں کو بھی پیش آئی جو نبی ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام لانے کے جرم میں وہ بھی اپنے والدین اور سرپرستوں کے ظلم وستم کے ہدف بنے۔ اس صورتحال کا تقاضہ یہ ہوا کہ اس باب میں نوجوانوں کو واضح حدایت دے دی جائے کہ والدین اگر ان کے دین کے معاملہ میں مداخلت کریں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ جب والدین کو یہ حق حاصل نہیں تو پھر دوسروں کے لئے اس حق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسلام میں قانون ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ یعنی خالق کے حکم کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

(تدبر قرآن)

نوٹ۔2

کفار مکہ مسلمانوں سے کہتے کہ تم لوگ بلا وجہ عذابِ آخرت کے خوف سے ہمارے طریقہ پر نہیں چلتے، لو ہم ذمہ داری لیتے ہیں، اگر تمہاری ہی بات سچی ہوئی تو تمہارے گناہوں کا بوجھ ہم اٹھالیں گے تم پر آنچ بھی نہ آئے گی۔ آیت۔ ۱۲۔ ۱۳۔ میں حق تعالیٰ نے اس کا حوالہ دے کر ایک تو یہ فرمایا کہ ایسا کہنے والے بالکل جھوٹے ہیں۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ ان لوگوں کا یہ کہنا تو جھوٹ ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر تمہیں سبکدوش کر دیں گے، البتہ یہ ضرور ہوگا کہ تم کو بہکانا خود ایک بڑا گناہ ہے۔ اس لئے ان پر اپنے اعمال کا بھی وبال ہوگا اور جن کو بہکایا تھا ان کا بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو جتنے لوگ اس کی دعوت کی وجہ سے ہدایت پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس داعی کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی کی جائے اور جو شخص کسی گمراہی اور گناہ کی طرف دعوت دے تو جتنے لوگ اس کے کہنے سے اس گمراہی میں مبتلا ہوں گے ان سب کا گناہ اس شخص پر بھی پڑے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے وبال وعذاب میں کوئی کمی ہو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (14 تا 18)

ترجمہ:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى قَوْمِهٖ	فَلَبِثَ	فِيْهِمْ	اَلْفَ سَنَةٍ
اور یقیناً ہم بھیج چکے	نوحؑ کو	انکی قوم کی طرف	تو وہ رہے	ان میں	ایک ہزار سال

اِلَّا	خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ	فَاَخَذَهُمُ	الطُّوْفَانُ	وَ	هُمْ	ظٰلِمُوْنَ ⑭
سوائے	پچاس سالوں کے	پھر پکڑا ان کو	طوفان نے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	1464 ظلم کرنے والے تھے

فَاَنْجَيْنٰهُ	وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ	وَجَعَلْنٰهَآ	اٰيَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮
پھر ہم نے نجات دی ان کو	اور کشتی والوں کو	اور ہم نے بنایا اس (کشتی) کو	ایک نشانی	تمام جہان والوں کے لئے

وَاِبْرٰهِيْمَ	اِذْ قَالَ	لِقَوْمِهِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَاتَّقُوْهُ ؕ
اور (یقیناً ہم بھیج چکے) ابراہیمؑ کو	جب انہوں نے کہا	اپنی قوم سے	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی	اور تقویٰ اختیار کرو اس کا

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ⑯	اِنَّمَا
یہ بہتر ہے	تمہارے لئے	اگر تم لوگ	جانتے ہو	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

تَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اَوْثَانًا	وَّتَخْلُقُوْنَ	اِفْكًا ؕ	اِنَّ الَّذِيْنَ
تم لوگ بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	بتوں کی	اور تم لوگ تخلیق کرتے ہو	جھوٹ کو	بیشک وہ لوگ جن کی

تَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	لَا يَمْلِكُوْنَ	لَكُمْ	رِزْقًا	فَابْتَغُوْا
تم لوگ بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	بتوں کی	اور تم لوگ تخلیق کرتے ہو	جھوٹ کو	بیشک وہ لوگ جن کی

عِنْدَ اللّٰهِ	الرِّزْقَ	وَاعْبُدُوْهُ	وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ	اِلَيْهِ
اللہ کے پاس	رزق کو	اور بندگی کرو اس کی	اور شکر ادا کرو اس کا	اس کی طرف ہی

تُرْجَعُوْنَ ⑰	وَاِنْ تُكَذِّبُوْا	فَقَدْ كَذَّبَ	اُمَمٌ
تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور اگر تم لوگ جھٹلاتے ہو	تو جھٹلا چکی ہیں	کچھ امتیں

مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ	وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱
تم لوگوں سے پہلے	اور نہیں ہے یہ رسول پر	مگر	واضح طور پر پہنچا دینا

نوٹ۔1

یہاں سے انبیاء اور ان کی قوموں کے قصے جس مناسبت سے بیان کئے جا رہے ہیں ان کو سمجھنے کے لئے سورہ کی ابتدائی آیات کو نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ وہاں ایک طرف اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ ہم نے ان سب اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ دوسری طرف ظالم کافروں سے فرمایا کہ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم ہم سے بازی لے جاؤ گے اور ہماری گرفت سے بچ نکلو گے۔ انہی دو باتوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے یہ تاریخی واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عمروں کا اوسط آج کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ حضرت نوحؑ کے والد کی عمر۔773۔ برس کی ہوئی۔ ان کے دادا کی عمر۔969 برس، ان کے دوسرے اجداد میں سے کسی کی عمر۔962۔ برس اور کسی کی 895۔ برس مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ کی عمر اس دور کی اوسط عمر کے بالکل مطابق ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (19 تا 23)

ترجمہ:

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا	کَیۡفَ یُبۡدِئُ	اللّٰهُ	الۡخَلۡقَ	ثُمَّ	یُعِیۡدُهٗ ؕ
اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا	کیسے ابتداء کرتا ہے	اللہ	تخلیق کی	پھر	وہ دہرائے گا اس کو

اِنَّ ذٰلِكَ	عَلَی اللّٰهِ	یَسِیۡرٌ ﴿۱۹﴾	قُلۡ	سِیۡرُوۡا	فِی الۡاَرۡضِ	فَانۡظُرُوۡا
بیشک یہ	اللہ پر	آسان ہے	آپ کہئے	تم لوگ گھومو پھرو	زمین میں	تو دیکھو

کَیۡفَ بَدَاَ	الۡخَلۡقَ	ثُمَّ اللّٰهُ	یُنۡشِئُ	النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
کیسے اس نے ابتداء کی	تخلیق کی	پھر اللہ	اٹھائے گا	آخری اٹھان	بیشک اللہ

عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ	قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾ ۚ	یُعَذِّبُ	مَنۡ	یَّشَآءُ	وَ یَرۡحَمُ	مَنۡ
ہر چیز پر	قادر ہے	وہ عذاب دیتا ہے	اس کو جسے	وہ چاہتا ہے	اور وہ رحم کرتا ہے	اس پر جس پر

یَّشَآءُ ۚ	وَ اِلَیۡهِ	تُقۡلَبُوۡنَ ﴿۲۱﴾	وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ	بِمُعۡجِزِیۡنَ	فِی الۡاَرۡضِ
وہ چاہتا ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ پلٹائے جاؤ گے	اور تم لوگ نہیں ہو	عاجز کرنے والے	زمین میں

وَ لَا فِی السَّمَآءِ	وَ مَا لَكُمۡ	مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	مِنۡ وَّلِیٍّ	وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ ع
اور نہ ہی آسمان میں	اور تمہارے لئے نہیں ہے	اللہ کے سوا	کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی مددگار
وَ الَّذِیۡنَ	كَفَرُوۡا	بِاٰیٰتِ اللّٰهِ	وَ لِقَآئِهٖۤ	اُولٰٓئِكَ
اور جن لوگوں نے	انکار کیا	اللہ کی آیات کا	اور اس کی ملاقات کا	وہ لوگ ہیں
یَئِسُوۡا	مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ	وَ اُولٰٓئِكَ	لَهُمۡ	عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۳﴾
جو مایوس ہوئے	میری رحمت سے	اور وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	ایک دردناک عذاب ہے

نوٹ۔1

زیر مطالعہ آیت۔19۔ سے آیت۔23 تک ایک جملہ معترضہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے قصے کا سلسلہ منقطع کر کے اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ اور اس دنیا کے مظاہر پر غور کرنے کی دعوت دی ہے کہ توحید، قیامت اور جزاء و سزا کے لئے باہر سے دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس دنیا کے شب و روز کے مشاہدات میں ان میں سے ہر چیز کی شہادت موجود ہے۔ فرمایا کہ اس زمین میں چلو پھرو اور غور کی نگاہ سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح خلق کا آغاز فرماتا ہے اور پھر اس کو فنا کر کے اس کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرتا ہے۔ ایک قوم کو وجود بخشتا ہے اور پھر اس کو مٹا کر اس کی جگہ دوسری قوم کو لاتا ہے۔ رات کے بعد دن نمودار کرتا ہے۔ خزاں کے بعد بہار آتی ہے۔ یہ سارے مشاہدات وہ اسی لئے کرا رہا ہے کہ انسان مرنے کے بعد کی زندگی کو بعید از امکان تصور نہ کرے۔ یہ باتیں غائب کے اسلوب میں بیان کرنے کے بعد آیت۔22 میں قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ جب وہ تم کو پکڑنا چاہے گا تو تم اس کی پکڑ سے نہ زمین میں بچ سکو گے نہ آسمان میں۔ نہ یہاں تمہارا کوئی کارساز ہو گا نہ آخرت میں کوئی حامی ہو گا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (24 تا 27)

ترجمہ:

فَمَا كَانَ	جَوَابَ قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ اَنْ	قَالُوا	اقْتُلُوْهُ
تو نہیں تھا	ان کی قوم کا جواب	سوائے اس کے کہ	ان لوگوں نے کہا	تم لوگ قتل کرو اس کو

اَوْ حَرِّقُوْهُ	فَاَنْجٰىهُ	اللّٰهُ	مِنَ النَّارِ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ
یا جلا کر بھسم کر دو اس کو	تو نجات دی ان کو	اللہ نے	آگ سے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ۲۴	وَقَالَ	اِنَّمَا	اتَّخَذْتُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
ایسی قوم کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور (ابراہیم نے) کہا	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	تم لوگوں نے بنائے	اللہ کے سوا

اَوْثَانًا	مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
کچھ بت	تمہارے مابین کی دوستی (کا ذریعہ) ہوتے ہوئے	دنیوی زندگی میں	پھر قیامت کے دن

يَكْفُرُ	بَعْضُكُمْ	بِبَعْضٍ	وَّيَلْعَنُ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا	وَّمَاْوٰىكُمُ
انکار کرے گا	تم میں کا کوئی	کسی کا	اور لعنت کرے گا	تم میں کا کوئی	کسی کو	اور تم لوگوں کا ٹھکانہ

النَّارُ	وَمَا لَكُمْ	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۲۵	فَاٰمَنَ	لَهٗ	لُوْطٌ
آگ ہے	اور تمہارے لئے نہیں ہے	کوئی بھی مددگار	تو بات مان لی	انؑ کی	لوطؑ نے

وَقَالَ	اِنِّيْ مُهَاجِرٌ	اِلٰى رَبِّيْ	اِنَّهٗ	هُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۲۶
اور (ابراہیمؑ نے) کہا	کہ میں ہجرت کرنے والا ہوں	اپنے رب کی طرف	یقیناً وہ	ہی بالا دست ہے	حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ	اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ	وَجَعَلْنَا	فِيْ ذُرِّيَّتِهِ	النُّبُوَّةَ	وَالْكِتٰبَ
اور ہم نے عطا کیا انؑ کو	اسحاقؑ اور یعقوبؑ	اور ہم نے بنائی (رکھ دی)	انؑ کی اولاد میں	نبوت	اور کتاب

وَاٰتَيْنٰهُ	اَجْرَهٗ	فِي الدُّنْيَا	وَاِنَّهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۲۷
اور ہم نے دیا انؑ کو	انؑ کا اجر	دنیا میں	اور بیشک وہ	آخرت میں	یقیناً صالحین میں سے ہیں

نوٹ۔1

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ یہاں تصدیق وتائید کے مفہوم میں ہے۔ لوطؑ، حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ وہ خود منصب رسالت پر فائز اور اپنی قوم کی دعوت پر مامور تھے۔ یہاں ان کی تصدیق وتائید کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر نبی پر بھی ایک وقت ایسا گزرا ہے کہ ان کی دعوت میں ان کی ہمنوائی کرنے والا حضرت لوطؑ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا لیکن بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ ان کی دعوت کی صدائے بازگشت دنیا کے کونے کونے سے اٹھی۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

حضرت اسحاقؑ، حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے اور حضرت یعقوبؑ پوتے تھے۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان کی اولاد کی مدین والی شاخ میں صرف شعیبؑ مبعوث ہوئے اور اسمٰعیلؑ کی شاخ میں محمد ﷺ تک ڈھائی ہزار سال کی مدت میں کوئی نبی نہیں آیا۔ جبکہ نبوت اور کتاب کی نعمت حضرت عیسیٰؑ تک مسلسل اس شاخ کو عطا ہوتی رہی جو حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے چلی تھی۔ البتہ ان کا ذکر کرنے کے بعد جب یہ فرمایا کہ نبوت اور کتاب ابراہیمؑ کی ذریت میں رکھ دی تو اس میں وہ تمام انبیاء آ گئے جو نسل ابراہیمی کی سب شاخوں میں مبعوث ہوئے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔27۔میں در پردہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لئے بشارت ہے۔ یہ سورہ مکی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی ہے جب مسلمانوں پر کفار نے عرصہ حیات بالکل تنگ کر دیا تھا اور مسلمانوں کے لئے ہجرت کے سوا کوئی اور راہ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ان حالات میں ابراہیمؑ کی ہجرت کو نمایاں کرکے ان کو تسلی تھی کہ اگر یہ مرحلہ پیش آتا ہے اور اپنے رب کی خاطر تم اپنی قوم کو چھوڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں اچھے ساتھ پیدا کرے گا۔

آیت نمبر(28 تا32)

ترجمہ:

وَلُوْطًا	اِذْ قَالَ	لِقَوْمِهٖٓ	اِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ
اور (یقیناً ہم بھیج چکے) لوطؑ کو	جب انہوں نے کہا	اپنی قوم سے	بیشک تم لوگ	یقیناً کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ	مَا سَبَقَكُمْ	بِهَا	مِنْ اَحَدٍ	مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٨	اَئِنَّكُمْ
وہ بے حیائی	تم سے پہلے نہیں کیا	جس کو	کسی ایک نے بھی	تمام جہاں والوں میں سے	کیا بیشک تم لوگ

لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	وَتَقْطَعُوْنَ	السَّبِيْلَ ڏ	وَتَاْتُوْنَ	فِيْ نَادِيْكُمُ
واقعی آتے ہو	مردوں کے پاس	اور کاٹتے ہو	راستہ کو	اور تم لوگ کرتے ہو	اپنی مجلس میں

الْمُنْكَرَ ۭ	فَمَا كَانَ	جَوَابَ قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ اَنْ	قَالُوا	ائْتِنَا
برائی	تو نہیں تھا	ان کی قوم کا جواب	سوائے اس کے کہ	انہوں نے کہا	تو لے آ

بِعَذَابِ اللّٰهِ	اِنْ كُنْتَ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٢٩	قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِيْ
اللہ کا عذاب	اگر تو ہے	سچ کہنے والوں میں سے	(لوطؑ نے) کہا	اے میرے رب	تو مدد کر میری

عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝٣٠ۧ	وَلَمَّا جَاۗءَتْ	رُسُلُنَآ	اِبْرٰهِيْمَ	بِالْبُشْرٰى ۙ
نظم بگاڑنے والی قوم کے خلاف	اور جب آئے	ہمارے رسول (فرشتے)	ابراہیمؑ کے پاس	خوشخبری کے ساتھ

قَالُوْٓا	اِنَّا	مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ	اِنَّ اَهْلَهَا	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝٣١ښ
تو انہوں نے کہا	کہ ہم	اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں	بیشک اس کے لوگ	ظلم کرنے والے ہیں

قَالَ	اِنَّ فِيْهَا	لُوْطًا ۭ	قَالُوْا	نَحْنُ اَعْلَمُ	بِمَنْ	فِيْهَا
(ابراہیمؑ نے) کہا	یقیناً اس میں (تو)	لوطؑ ہیں	(فرشتوں نے) کہا	ہم زیادہ جاننے والے ہیں	اس کو جو	اس میں ہے

لَنُنَجِّيَنَّهٗ	وَاَهْلَهٗٓ	اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ	كَانَتْ	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٣٢
ہم لازماً نجات دیں گے انؑ کو	اور انؑ کے گھر والوں کو	سوائے انؑ کی عورت کے	وہ ہے	پیچھے رہ جانے والوں میں سے

نوٹ۔1

بُشْرٰی سے مراد وہ بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دی، جس کا ذکر آیت میں گزر چکا ہے۔[1464] جو فرشتے ابراہیمؑ کے لئے بیٹے اور پوتے کی بشارت لے کر آئے وہی فرشتے قوم لوطؑ کے لئے عذاب کا تازیانہ لے کر آئے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت و نقمت دونوں ہیں۔ جس طرح ایک ہی بارش کو وہ کسی کے لئے عذاب اور کسی کے لئے رحمت بنا دیتا ہے، اس سے مشرک قوموں کے اس واہمہ کی تردید ہو رہی ہے، جس میں وہ کائنات کے اندر اضداد کے وجود کے سبب سے مبتلا ہوئیں اور انہوں نے خیر و شر کے الگ الگ دیوتا مان کر ان کی الگ الگ عبادت شروع کر دی۔ (تدبر قرآن)

شاید ہلاکت کی خبر کے ساتھ بیٹے کی بشارت دینے کا مطلب یہ ہو کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جانے والی ہے تو دوسری طرف حق تعالیٰ ایک عظیم الشان قوم "بنی اسرائیل" کی بنیاد ڈالنے والا ہے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آیت نمبر (33 تا 35)

ترجمہ:

وَلَمَّآ اَنْ	جَآءَتْ	رُسُلُنَا	لُوْطًا	سِیْٓءَ	بِهِمْ
اور جیسے ہی	پہنچے	ہمارے رسول (فرشتے)	لوطؑ کے پاس	تو ان کو برا لگایا گیا	ان (کے آنے) سے
وَضَاقَ	بِهِمْ	ذَرْعًا	وَّقَالُوْا	لَا تَخَفْ	وَلَا تَحْزَنْ قف
اور وہ تنگ ہوئے	ان (کے آنے) سے	بلحاظ کمزوری کے	اور (فرشتوں نے) کہا	آپؑ مت ڈریں	اور غمگین مت ہوں

اِنَّا	مُنَجُّوْكَ	وَاَهْلَكَ	اِلَّا امْرَاَتَكَ	كَانَتْ
بیشک ہم	نجات دینے والے ہیں آپؑ کو	اور (نجات دیں گے) آپؑ کے گھر والوں کو	سوائے آپؑ کی عورت کے	وہ ہے
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۳۳	اِنَّا	مُنْزِلُوْنَ	عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ	رِجْزًا
پیچھے رہ جانے والوں میں سے	بیشک ہم	نازل کرنے والے ہیں	اس بستی کے لوگوں پر	ایک عذاب

مِّنَ السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۳۴	وَلَقَدْ تَّرَكْنَا
آسمان سے	بسبب اس کے جو	یہ لوگ نافرمانی کرتے تھے	اور بیشک ہم نے چھوڑا ہے
مِنْهَآ	اٰيَةًۢ بَيِّنَةً	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۳۵
اس (بستی) میں	ایک کھلی نشانی	ایسی قوم کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتی ہے

نوٹ۔1

کھلی نشانی سے مراد بحیرہ مردار ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس قوم پر جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہ عام پر موجود ہے جسے تم شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں جاتے ہوئے شب و روز دیکھتے ہو۔ موجودہ زمانے میں یہ بات تسلیم کی جا رہی ہے کہ بحیرہ مردار کا جنوبی حصہ ایک ہولناک زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی وجہ سے وجود میں آیا ہے اور اسی دھنسے ہوئے حصے میں قوم لوطؑ کا مرکزی شہر سدوم واقع تھا۔ اس حصے میں پانی کے نیچے کچھ ڈوبی ہوئی بستیوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (36 تا 39)

ترجمہ:

وَاِلٰى مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ شُعَيْبًا	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا
اور مدین کی طرف	(ہم بھیج چکے) ان کے بھائی شعیبؑ کو	تو انہوںؑ نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو

اللّٰهَ	وَارْجُوا	الْيَوْمَ الْاٰخِرَ	وَلَا تَعْثَوْا	فِي الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾
اللہ کی	اور تم لوگ امید رکھو	آخری دن (قیامت) کی	اور تم لوگ انتشار مت پھیلاؤ	زمین میں	نظم بگاڑنے والے ہوتے ہوئے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ دَارِهِمْ
پھر اُن لوگوں نے جھٹلایا انؑ کو	تو پکڑا ان لوگوں کو	زلزلے نے	نتیجتاً وہ ہو گئے	اپنے (اپنے) گھر میں

جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾	وَعَادًا	وَّثَمُوْدَا۟	وَقَدْ تَّبَيَّنَ	لَكُمْ	مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ
اوندھے منہ گرے ہوئے	اور (ہم نے ہلاک کیا) عاد کو	اور ثمود کو	اور واضح ہو چکا	تمہارے لئے	ان کے مکانوں سے

وَزَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	فَصَدَّهُمْ	عَنِ السَّبِيْلِ	وَكَانُوْا
اور سجایا	ان کے لئے	شیطان نے	ان کے اعمال کو	پھر اس نے روک دیا ان کو	اس (صحیح) راستہ سے	حالانکہ وہ لوگ تھے

مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾	وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ	وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
غور وفکر کرنے والے	اور (ہم نے ہلاک کیا) قارون کو اور فرعون اور ہامان کو	اور بیشک آ چکے تھے ان کے پاس

مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	فَاسْتَكْبَرُوْا	فِي الْاَرْضِ	وَمَا كَانُوْا	سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾
موسیٰؑ	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	پھر وہ بڑے بنے	زمین میں	اور وہ نہیں تھے	بھاگ نکلنے والے

نوٹ۔1

ان کے مکانوں سے تمہارے لئے واضح ہو چکا ہے۔ یہ قریش کو توجہ دلائی گئی ہے کہ قوم لوطؑ کی طرح ان بستیوں کے آثار بھی تم سے مخفی نہیں ہیں۔ تم اپنے تجارتی سفروں میں ان کے کھنڈروں پر سے گزرتے ہو اور اندازہ کر سکتے ہو کہ ماضی میں وہ کس شان وشوکت کے مالک تھے، لیکن اب ان کھنڈروں کے سوا ان کی کہانی سنانے والا کوئی نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)۔ عرب کے جن علاقوں میں عاد اور ثمود آباد تھے ان سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا۔ جنوبی عرب کا علاقہ جو اب احقاف، یمن اور حضر موت کے نام سے معروف ہے یہ عاد کا مسکن تھا۔ حجاز کے شمالی حصہ میں رابغ سے عقبہ تک اور مدینہ وخیبر سے تیما اور تبوک تک کا سارا علاقہ آج بھی ثمود کے آثار سے بھرا ہوا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو وہ بڑے زیرک و ہوشیار، تعمیر وتمدن اور حکومت وسیاست میں بڑے ماہر تھے، لیکن ان کی یہ ہوشیاری ان کو شیطان کے پھندوں سے نہ بچا سکی۔ اس نے ان کے دنیوی انہماک کو اس طرح ان کی نگاہوں میں کھبا دیا کہ ان کی آنکھیں خدا اور آخرت کی طرف سے بند ہو گئیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اصل شاہراہ سے منحرف ہو گئے اور ہلاکت کے کھڈ میں جا گرے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مجرد سائنس اور تمدن میں کسی قوم کا عروج اس بات کی شہادت نہیں ہے کہ وہ زندگی کی صحیح شاہراہ پر گامزن ہے، جیسا کہ عام طور پر بے بصیرت لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ صرف اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کی ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے جو اس دنیا کو دیکھتی ہے، لیکن دوسری آنکھ جو اس دنیا کی پس پردہ حقیقتوں کو دیکھتی ہے اگر وہ کھلی ہوئی نہ ہو تو تمام علم وسائنس کے باوجود شیطان اس کو ہلاکت کے ایسے کھڈ میں گراتا ہے جس سے اس کو نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (40 تا 44)

ترجمہ:

فَكُلًّا	اَخَذْنَا	بِذَنْۢبِهٖ ۚ	فَمِنْهُمْ مَّنْ	اَرْسَلْنَا	عَلَيْهِ
پھر سب کو	ہم نے پکڑا	اس کے گناہ کے سبب سے	تو ان میں وہ بھی ہے	ہم نے بھیجا	جس پر

حَاصِبًا ۚ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	اَخَذَتْهُ	الصَّيْحَةُ ۚ	وَمِنْهُمْ مَّنْ
کنکریاں مارنے والی تند ہوا کو	اور ان میں وہ بھی ہے	جس کو پکڑا	چنگھاڑ نے	اور ان میں وہ بھی ہے

خَسَفْنَا	بِهِ	الْاَرْضَ ۚ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	اَغْرَقْنَا ۚ	وَمَا كَانَ اللّٰهُ
ہم نے دھنسا دیا	جس کے ساتھ	زمین کو	اور ان میں وہ بھی ہے جو کو	ہم نے غرق کیا	اور اللہ نہیں ہے

لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾	مَثَلُ الَّذِيْنَ
کہ وہ ظلم کرے ان پر	اور لیکن	وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے	ان لوگوں کی مثال جنہوں نے

اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اَوْلِيَاۗءَ	كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ	اِتَّخَذَتْ	بَيْتًا ۭ
بنائے	اللہ کے علاوہ	کچھ کارساز	مکڑی کی مثال کی مانند ہے	اس (مکڑی) نے بنایا	ایک گھر

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ	لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ	لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾
اور بیشک گھروں کا سب سے کمزور	یقیناً مکڑی کا گھر ہے	کاش وہ لوگ جانتے ہوتے

اِنَّ اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	مِنْ شَيْءٍ ۭ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ
بیشک اللہ	جانتا ہے	اس کو جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	کسی چیز میں سے	اور وہی بالادست ہے

الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾	وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ	نَضْرِبُهَا	لِلنَّاسِ ۚ	وَمَا يَعْقِلُهَآ
حکمت والا ہے	اور یہ مثالیں	ہم بیان کرتے ہیں ان کو	لوگوں کے لئے	اور نہیں سمجھتے ان کو

اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾	خَلَقَ اللّٰهُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ
مگر علم والے لوگ	پیدا کیا اللہ نے	آسمانوں کو	اور زمین کو

بِالْحَقِّ ۭ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾
حق کے ساتھ	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایمان لانے والوں کے لئے

نوٹ۔1

اوپر بیان کردہ تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ مشرکین نے خدا کے سوا جو سہارے ڈھونڈ ھے تھے وہ سب جھوٹے ثابت ہوئے اور جس طرح یہ اس دنیا میں جھوٹے ثابت ہوئے اسی طرح آخرت میں بھی جھوٹے ثابت ہوں گے اور جو لوگ اپنے فرضی دیوتاؤں کی سفارش پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جس سہارے کو انہوں نے قلعہ کی دیوار سمجھا اس کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں تھی۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (45تا49)

خ ط ط

(ں) خطّا لکیر کھینچنا۔ کوئی عبارت لکھنا۔ زیر مطالعہ آیت۔48

ترجمہ:

اُتْلُ	مَآ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	مِنَ الْكِتٰبِ	وَاَقِمِ	الصَّلٰوةَ ۭ
آپ پڑھئے	اس کو جو	وحی کیا گیا	آپ کی طرف	کتاب میں سے	اور آپ قائم رکھئے	نماز کو

اِنَّ الصَّلٰوةَ	تَنْهٰى	عَنِ الْفَحْشَاۗءِ	وَالْمُنْكَرِ ۭ	وَلَذِكْرُ اللّٰهِ	اَكْبَرُ ۭ
یقیناً نماز	روکتی ہے	بے حیائی سے	اور برائی سے	اور یقیناً اللہ کی یاد	سب سے بڑی (چیز) ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ	مَا	تَصْنَعُوْنَ ۝45	وَلَا تُجَادِلُوْٓا	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ
اور اللہ جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ ہنرمندی کرتے ہو	اور تم لوگ مناظرہ مت کرو	اہل کتاب سے	مگر	اس (طریقہ) سے جو کہ

هِىَ	اَحْسَنُ ڰ	اِلَّا الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	وَقُوْلُوْٓا
وہی	سب سے خوبصورت ہو	سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے	ظلم کیا	ان میں سے	اور تم لوگ (یوں) کہو

اٰمَنَّا	بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَاُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَاِلٰـهُنَا	وَاِلٰـهُكُمْ
ہم ایمان لائے	اس پر جو	اتارا گیا	ہماری طرف	اور نازل کیا گیا	تم لوگوں کی طرف	اور ہمارا الٰہ	اور تم لوگوں کا الٰہ

وَاحِدٌ	وَّنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ ۝46	وَكَذٰلِكَ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ
ایک (ہی) ہے	اور ہم لوگ	اس کی ہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور اسی طرح	ہم نے اتارا	آپ کی طرف

الْكِتٰبَ ۭ	فَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ۚ
اس کتاب کو	تو وہ لوگ	ہم نے دی جن کو	کتاب	وہ لوگ ایمان لائیں گے	اس (کتاب) پر

وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِهٖ ۭ	وَمَا يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ
اور ان (مکہ والوں) میں وہ بھی ہیں جو	ایمان لائیں گے	اس پر	اور انکار نہیں کرتے	ہماری آیتوں کا

اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝47	وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا	مِنْ قَبْلِهٖ	مِنْ كِتٰبٍ	وَّلَا تَخُطُّهٗ
مگر کافر لوگ	اور آپ نہیں پڑھا کرتے تھے	اس سے پہلے	کوئی سی بھی کتاب	اور نہ ہی آپ لکھتے تھے اس کو

بِيَمِيْنِكَ	اِذًا	لَّارْتَابَ	الْمُبْطِلُوْنَ ۝48	بَلْ هُوَ	اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ
اپنے داہنے ہاتھ سے	تب تو	ضرور شبہ میں پڑتے	ناحق کرنے والے	بلکہ یہ	ایسی واضح آیات ہیں جو

اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾	بِاٰيٰتِنَآ	وَمَا يَجْحَدُ	الْعِلْمَ ؕ	اُوْتُوا	فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ
مگر ظلم کرنے والے لوگ	ہماری آیات کا	اور انکار نہیں کرتے	علم	دیا گیا	اُن لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو

نوٹ۔1

آیت۔45۔ میں ہے کہ نماز برائی سے روکتی ہے۔ آج کل مشاہدہ یہ ہے کہ ہم پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتے ہیں اور مختلف نوعیت کی برائیوں میں بھی ملوث ہیں، اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔ سوال یہ ہے کہ ہم لوگوں کو نماز برائی سے کیوں نہیں روک رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں ہماری حیات اور ہماری کارکردگی کے لئے مختلف نظام ودیعت کئے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک نظام کا تعلق ہماری ذہنی ساخت اور اس کی کارکردگی کے ایک Process سے ہے جس کو آج کی اصطلاح میں عمل خود تجویزی (Self suggestion) کہتے ہیں اور نماز ہمارے عمل پر اسی عمل کے ذریعہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ جو شخص عملِ خود تجویزی کے Process کو On کر کے نماز پڑھے گا اسے وہ برائی سے روکے گی اور جو اسے Off کر کے نماز پڑھے گا اسے نہیں روکے گی۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات نوٹ کرلیں یہ میں کوئی دُور کی کوڑی نہیں لایا ہوں۔ بلکہ نماز کے برائی سے نہ روکنے کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے سوہ مریم میں بیان کی ہے۔ میں نے اس آیت کی ایک عام فہم تشریح آپ کے سامنے رکھی ہے سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام اور اپنے پسندیدہ بندوں کا ذکر کرنے کے بعد آیت 59 میں فرماتا ہے ''پھر جانشین ہوئے ان کے بعد کچھ ایسے جانشین جنہوں نے ضائع کیا نماز کو اور انہوں نے پیروی کی خواہشات کی تو عنقریب وہ لوگ ملیں گے گمراہی سے۔'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے نماز ترک کردی، بلکہ فرمایا کہ انہوں نے نماز ضائع کردی۔ اب نماز ضائع کرنے کی جو عملی شکل ہماری سمجھ میں آتی ہے اس کا ایک پہلو ہم نے واضح کیا ہے۔

عملِ خود تجویزی کیا ہے؟ اس کی وضاحت جینے کا سلیقہ کورس میں کی گئی ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ دینا بھی طوالت کا باعث ہوگا۔ فی الحال یہ سمجھ لیں کہ انسان کی خود تجویزی کی صلاحیت کا موثر ہونا سائنسی تحقیقات اور تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کے ذریعہ سے آج نہ صرف نفسیاتی بیماریوں کا بلکہ متعدد جسمانی بیماریوں کا کامیابی سے علاج ہو رہا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو اگر بھوک نہ لگنے کی شکایت ہے اور وہ ماہرین کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ سے کہتا ہے کہ ''مجھے بھوک لگی ہے، مجھے بھوک لگی ہے'' تو اسے واقعی بھوک لگ جاتی ہے۔ اس قسم کے کامیاب نتائج اس بات کا ثبوت ہیں کہ خود تجویزی کا عمل ایک موثر طاقت ہے اور نفسیاتی بیماریوں میں کامیاب نتائج سے ثابت ہوتا ہے کہ خود تجویزی کے ذریعہ ہم اپنی سوچ کو، عادتوں کو اور عمل کو نہ صرف کنٹرول کر سکتے ہیں بلکہ تبدیل کر سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ خود تجویزی کا موثر ہونا مشروط ہے۔ یعنی یہ عمل اگر ماہرین کی ہدایت کے مطابق کیا جائے گا تو موثر ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ اس ضمن میں آج کے ماہرین جو ہدایات دیتے ہیں ان میں سے اکثر ہدایات نماز کے ضمن میں ہم کو چودہ سو سال پہلے دی جا چکی ہیں۔ مثلاً ماہرین کی پہلی ہدایت یہ ہے کہ تجویز کے الفاظ بلند آواز سے دہرائے جائیں اور خاموشی سے دہرانے کی صورت میں شرط یہ ہے کہ متعلقہ اعصاب لازماً حرکت میں ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ سری رکعت میں بھی نماز پڑھتے ہوئے زبان کا متحرک ہونا ضروری ہے۔ نماز کے الفاظ اگر صرف ذہن میں دہرائے جائیں تو نماز نہیں ہوتی۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ یہ عمل ایسی

جگہ کیا جائے جہاں خارجی اثرات کی مداخلت کم سے کم ہو۔ اب نماز کے لئے ہدایت یہ ہے کہ اولاً اسے مسجد میں ادا کرے ورنہ گھر میں گوشہ تنہائی تلاش کیا جائے۔ تیسری ہدایت یہ ہے کہ یہ عمل بالکل خالی الذہن ہو کر کیا جائے۔ نماز کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ احسن نماز یہ ہے کہ نمازی اس طرح نماز پڑھے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو کم از کم یہ خیال رکھے کہ اللہ تو اسے دیکھ ہی رہا ہے۔ اب جو نمازی اس طرح نماز پڑھے گا اس کی توجہ اپنے جسم، اپنے خیالات اور اپنے ماحول سے ہٹ جائے گی اور وہ یکسوئی سے نماز پڑھے گا چوتھی ہدایت یہ ہے کہ یہ عمل سونے سے قبل اور سو کر اٹھنے کے فوراً بعد کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت خالی الذہن ہونا نسبتاً آسان ہوتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو دن کے اوقات میں بھی یہ عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالہ سے پانچ وقت کی نماز کے اوقات کے تعین کا جائزہ لیتے اور غور کرتے ہیں کہ سورج کی شعاعوں کی موجودگی میں ظہر اور عصر کی نمازیں سری ہیں جب کہ ان کی عدم موجودگی میں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں جہری ہیں اور ان میں بھی فجر میں طویل تلاوت کی ہدایت ہے، تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یہ پر حکمت نظام وضع کرنا کسی انسان کے لئے تو ممکن نہیں ہے۔ پانچویں ہدایت یہ ہے کہ صرف الفاظ دہرانے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ الفاظ سے متعلق کیفیات کو بھی اپنے اوپر طاری کیا جائے۔ مثلاً جس شخص کو بھوک نہ لگنے کی شکایت ہے اور وہ ''مجھے بھوک لگی ہے'' کہہ رہا ہے تو ساتھ وہ اپنے پسندیدہ کھانوں کو یاد کر کے ان کی خوشبو اور ذائقہ کو ذہن میں تازہ کرے، یہاں تک کہ منہ میں پانی بھر آئے۔ یہ ناممکن نہیں بلکہ عین ممکن ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ناول یا افسانہ پڑھتے وقت ہم ہنسنے لگتے ہیں یا ہماری آنکھ سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ ہمیں ہدایت یہ ہے کہ جب نماز کے لئے بندہ کھڑا ہو تو شکر اور محبت کے جذبے کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔ عذاب کی آیات پڑھے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہونے چاہئیں۔ جنت کی نعمتوں کا ذکر آئے تو ان کو حاصل کرنے کے لئے دل میں ہُوک اٹھنی چاہئے۔ اس کے لئے خشوع وخضوع کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا جائزے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نماز کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ برائی سے روکتی ہے۔ اس مخصوص فائدے کا انحصار اس بات پر ہے کہ خود تجویزی کے عمل کو On کر کے نماز پڑھی جائے۔ اس کے لئے عربی جاننا یقیناً بہت مفید ہے لیکن لازمی نہیں ہے۔ عربی نہ جاننے والا بھی ہر پڑھا لکھا انسان اتنا تو یقیناً کر سکتا ہے کہ وہ نماز کا اور نماز میں زیادہ پڑھی جانے والی سورتوں کا ترجمہ ذہن نشین کر لے اور نماز پڑھتے وقت مذکورہ عمل کو On رکھنے کی کوشش کرے۔ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ جن آیات کے معانی ہم کو معلوم ہیں ان کے الفاظ بھی ہم تیزی سے دہرا کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ کہیں گاڑی نہ چھوٹ جائے اور ان الفاظ سے متعلق کیفیت کو اپنے اوپر طاری کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ مثلاً اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کے معنی کس نمازی کو نہیں معلوم اور کتنے نمازی ہیں جو ان الفاظ کو دہراتے وقت اپنے اندر بھیک مانگنے کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اصل وجہ ہے کہ ہماری نمازیں ہمارے عمل کو پوری طرح متاثر نہیں کر پاتیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم عربی نہ جاننے کے عذرِ لنگ کو چھوڑ کر خود تجویزی کے عمل کو پھر صبر واستقامت کے ساتھ کوشش کرتے رہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ اگر میری بات کا یقین نہیں ہے تو اسی سورۃ العنکبوت کی آخری آیت کو دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اور جن لوگوں نے جدوجہد کی ہم میں (یعنی ہماری راہ میں) ان کی ہم لازماً رہنمائی کریں گے اپنی راہوں کی۔''

نوٹ۔2

آیت۔45۔ میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ ذِکْرُ اللّٰہِ (اللہ کی یاد) سب سے بڑی چیز ہے۔ ذِکْرُ اللّٰہِ کا مفہوم آیت نمبر۔2/152 کے نوٹ۔1۔ میں واضح کیا جا چکا ہے۔اسے دوبارہ دیکھ لیں۔وہی مفہوم سمجھانے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ایک مثال دی ہے۔فرماتے ہیں کہ جب عورتیں پنگھٹ پر پانی بھرنے جاتی ہیں تو وہ پانی سے بھرا ہوا گھڑا سر پر رکھ کر میلوں سفر کرتی ہوئی واپس آتی ہیں۔سر پر پانی کا بھرا ہوا گھڑا ہوتا ہے جسے وہ پکڑ کر نہیں بلکہ ہاتھ چھوڑ کر چلتی ہیں۔اس دوران وہ چڑھائی چڑھتی اور اترائی اترتی ہیں۔اس چڑھائی اور اترائی میں ان کے جسم اور گردن کا زاویہ ایسا بن جاتا ہے کہ گھڑا سر سے نیچے نہیں گرتا۔وہ راستے میں لطیفے سناتی اور قہقہے لگاتی ہوئی آتی ہیں۔راستے میں وہ ایک دوسرے سے اپنے خاوند کا رونا بھی روتی ہیں۔سسکیاں بھی لیتی ہیں۔یہ سب کچھ کرتے ہوئے ان کے دل میں یہ دھیان رہتا ہے کہ میرے سر پر ایک گھڑا ہے کہیں گر نہ جائے۔اس طرح زندگی گزارتے ہوئے (دوکان پر، دفتر میں، گھر میں) دل میں یہ دھیان رہے کہ میرا کوئی مالک کوئی پالنہار ہے، کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے اس کی نظر کرم میں فرق آجائے اور میں اس کی نظر سے گر جاؤں۔یہی یاد ہے، یہی ذکر ہے۔(منقول از ماہنامہ سوچنے کی باتیں۔نومبر 2007ء)

نوٹ۔3

یہ سورہ مکی زندگی کے اس دور کی ہے جب کفار نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ان حالات میں اسی سورہ میں آگے چل کر ہجرت کی تلقین آئی ہے۔اُس وقت حبشہ ہی ایک ایسی امن والی جگہ تھی۔ جہاں مسلمان ہجرت کر کے جا سکتے تھے اور وہاں پر اس زمانے میں عیسائیوں کا غلبہ تھا۔اس لئے آیت۔46۔میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو ان سے دین کے معاملہ میں بحث وکلام کا کیا انداز اختیار کیا جائے۔(تفہیم القرآن)۔جبکہ آیت۔۴۷ قرآن کی پیشنگوئیوں میں سے ایک پیشنگوئی ہے۔کیونکہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی مدینہ میں ایمان لائے اور اہل مکہ کی اکثریت فتح مکہ کے بعد ایمان لائی۔(تفسیر نعیمی سے ماخوذ)

آیت نمبر (50 تا 55)

ترجمہ:

وَقَالُوْا	لَوْلَآ اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	اٰيٰتٌ	مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
اور انہوں نے کہا	کیوں نہیں اتاری گئیں	انؐ پر	کچھ نشانیاں (معجزات)	ان کے رب (کی طرف) سے

قُلْ	اِنَّمَا	الْاٰيٰتُ	عِنْدَ اللّٰهِ ؕ	وَاِنَّمَآ	اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞
آپؐ کہئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	تمام نشانیاں (معجزات)	اللہ کے پاس ہیں	اور میں تو بس	واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ	اَنَّآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ ؕ
اور کیا کافی نہیں ہوا ان لوگوں کو	(یہ) کہ	ہم نے اتارا	آپؐ پر	اس کتاب کو	وہ پڑھی جاتی ہے	ان پر

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَرَحْمَةً	وَّذِكْرٰى	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ۞	قُلْ
بیشک اس میں	یقیناً رحمت ہے	اور نصیحت ہے	ایسے لوگوں کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	آپؐ کہئے

كَفٰى	بِاللّٰهِ	بَيْنِيْ	وَبَيْنَكُمْ	شَهِيْدًا ۚ	يَعْلَمُ	مَا
کافی ہوا	اللہ	میرے درمیان	اور تم لوگوں کے درمیان	بطور گواہ کے	وہ جانتا ہے	اس کو جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِالْبَاطِلِ	وَكَفَرُوْا
آسمانوں اور زمین میں ہے	اور جولوگ	ایمان لائے	ناحق پر	اور جنہوں نے انکار کیا
بِاللّٰهِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٥٢﴾	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالْعَذَابِ ؕ
اللہ کا	وہ لوگ	ہی خسارہ پانے والے ہیں	اور جلدی مانگتے ہیں آپؐ سے	عذاب کو
وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى	لَّجَآءَهُمُ	الْعَذَابُ ؕ	وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ	بَغْتَةً
اور اگر نہ ہوتا ایک معین وقت	توضرور آتا ان کے پاس	عذاب	اور وہ لازماً پہنچے گا ان کے پاس	اچانک
وَّ	هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٣﴾	يَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالْعَذَابِ ؕ	وَاِنَّ جَهَنَّمَ
اس حال میں کہ	وہ لوگ شعور نہ رکھتے ہوں گے	جلدی مانگتے ہیں آپؐ سے	عذاب کو	اور بیشک جہنم

لَمُحِيْطَةٌ ۢ	بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿٥٤﴾	يَوْمَ	يَغْشٰىهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ فَوْقِهِمْ
یقیناً گھیرنے والی ہے	کافروں کو	جس دن	چھائے گا ان پر	عذاب	ان کے اوپر سے

وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ	وَيَقُوْلُ	ذُوْقُوْا	مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾
اور ان کے پیروں کے نیچے سے	اور (اللہ تعالیٰ) کہے گا	تم لوگ چکھو	اس کو جو	تم لوگ کیا کرتے تھے

نوٹ۔1

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنے والوں کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپؐ کو ایسے معجزے کیوں نہیں عطا ہوئے جیسے سابقہ انبیاء خاص طور سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو عطا ہوئے تھے۔اس کا ایک جواب یہ دیا کہ آپؐ ان لوگوں کو بتا دیں کہ معجزات کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے میں اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔میرا فرض یہ ہے کہ تم لوگوں کو آنے والے خطرات سے اچھی طرح آگاہ کر دوں۔(تدبر قرآن)۔دوسرا جواب یہ دیا کہ اُمی ہونے کے باوجود آپؐ پر قرآن جیسی کتاب کا نازل ہونا کیا یہ بجائے خود اتنا بڑا معجزہ نہیں ہے کہ آپؐ کی رسالت پر یقین لانے کے لئے یہ کافی ہو۔اس کے بعد بھی کسی اور معجزے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ دوسرے معجزے تو وقتی تھے مگر یہ معجزہ تو ہر وقت تمہارے سامنے ہے۔تمہیں آئے دن پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔تم جب چاہو اسے دیکھ سکتے ہو۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 56/63

ترجمہ:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ اَرْضِيْ	وَاسِعَةٌ	فَاِيَّايَ
اے میرے وہ بندو جو	ایمان لائے	بیشک میری زمین	کشادہ ہے	تو صرف میری ہی
فَاعْبُدُوْنِ ۵۶	كُلُّ نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ	ثُمَّ اِلَيْنَا	تُرْجَعُوْنَ ۵۷
پس تم لوگ بندگی کرو میری	ہر جان	موت کو چکھنے والی ہے	پھر میری ہی طرف	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	مِّنَ الْجَنَّةِ
اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے	ان کو ہم لازماً ٹھکانہ دیں گے	جنت میں سے

غُرَفًا	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
بالا خانوں میں	بہتی ہوں گی	جن کے نیچے سے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	ان میں

نِعْمَ	اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۵۸	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا	وَعَلٰى رَبِّهِمْ
کتنی اچھی ہے	عمل کرنے والوں کی اُجرت	وہ لوگ جو ثابت قدم رہے	اور اپنے رب پر ہی

يَتَوَكَّلُوْنَ ۵۹	وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ	لَّا تَحْمِلُ	رِزْقَهَا	اَللّٰهُ
وہ لوگ بھروسہ کرتے ہیں	اور چلنے والے جاندار میں سے کتنے ہی ہیں جو	اٹھا نہیں رکھتے	اپنا رزق	اللہ ہی

يَرْزُقُهَا	وَاِيَّاكُمْ	وَهُوَ السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ۶۰	وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ
رزق دیتا ہے ان کو	اور تم کو بھی	اور وہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے	اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے

مَّنْ خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	لَيَقُوْلُنَّ
کس نے پیدا کیا	آسمانوں اور زمین کو	اور مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	تو وہ لوگ لازماً کہیں گے

اللّٰهُ	فَاَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ۶۱	اَللّٰهُ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ
اللہ نے	تو کہاں سے	یہ لوگ پھیرے جاتے ہیں	اللہ ہی	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے

يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ	لَهٗ	اِنَّ اللّٰهَ	بِكُلِّ شَيْءٍ
وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور نپا تلا دیتا ہے	اس کو (جسے چاہے)	بیشک اللہ	ہر چیز کو

عَلِيْمٌ ۶۲	وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ نَّزَّلَ	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً
جاننے والا ہے	اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے اتارا	آسمان سے	کچھ پانی

فَاَحۡیَا	بِهِ	الۡاَرۡضَ	مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا	لَیَقُوۡلُنَّ 1480	اللّٰهُ ؕ
پھر زندہ کیا	اس سے	زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	تو وہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے
قُلِ	الۡحَمۡدُ	لِلّٰهِ ؕ	بَلۡ	اَکۡثَرُهُمۡ	لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۝۶۳
آپؐ کہیے	تمام شکروسپاس	اللہ کے لئے ہے	بلکہ (یعنی لیکن)	ان کے اکثر	عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ۔1

شروع سورت سے مسلمانوں کے ساتھ کفار کی عداوت اور ان کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹوں کا بیان تھا۔ زیر مطالعہ آیات میں مسلمانوں کے لئے ان کے شر سے بچنے اور حق وانصاف کو دنیا میں قائم کرنے کی ایک تدبیر کا بیان ہے جس کا اصطلاحی نام ہجرت ہے یعنی وہ وطن اور ملک چھوڑ دینا جس میں انسان خلافِ حق بولنے اور کرنے پر مجبور کیا جائے وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ جانے میں دو قسم کے خطرات انسان کو عادۃً پیش آیا کرتے ہیں جو اس کو ہجرت سے روکتے ہیں۔ پہلا خطرہ جان کا ہے کہ جہاں جا رہے ہیں وہاں یا راستہ میں کفار حملہ کر دیں جس میں جان کا خطرہ ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا کہ ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔ موت سے کسی کو کسی جگہ کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے میں موت کا خوف حائل نہ ہونا چاہئے دوسرا خطرہ یہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر رزق کا کیا سامان ہوگا۔ اس کے لئے فرمایا کہ زمین پر چلنے والے کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنے رزق جمع کرنے اور رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ اللہ کی کھلی زمین میں نکلتے ہیں اور سب کو پیٹ بھرائی رزق ملتا ہے۔ اور یہ ایک دن کا معاملہ نہیں، جب تک وہ زندہ ہیں یہی سلسلہ جاری ہے۔ اس لئے یہ دوسرا خطرہ بھی ہجرت سے مانع نہیں ہونا چاہئے۔

(معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر 64 تا 69

ترجمہ:

وَمَا	هٰذِهِ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَاۤ	اِلَّا لَهۡوٌ	وَّ لَعِبٌ ؕ	وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ
اور نہیں ہے	یہ دنیوی زندگی	مگر ایک تماشا	اور کچھ کھیل کود	اور بیشک آخری گھر
لَهِیَ	الۡحَیَوَانُ ۘ	لَوۡ	کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ۝۶۴	فَاِذَا
یقیناوہی	کل (یعنی حقیقی) زندگانی ہے	کاش	یہ لوگ جانتے ہوتے	پھر جب کبھی

رَکِبُوۡا	فِی الۡفُلۡكِ	دَعَوُا	اللّٰهَ	مُخۡلِصِیۡنَ	لَهُ	الدِّیۡنَ ۬ۚ
وہ لوگ سوار ہوتے	کشتی میں	تو پکارتے ہیں	اللہ کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے	دین (عقیدہ) کو

فَلَمَّا	نَجّٰهُمۡ	اِلَی الۡبَرِّ	اِذَا هُمۡ	یُشۡرِکُوۡنَ ۝۶۵ۙ	لِیَکۡفُرُوۡا
پھر جب	ہم نجات دیتے ہیں ان کو	خشکی کی طرف	تب ہی وہ لوگ	شرک کرتے ہیں	نتیجۃً وہ لوگ ناشکری کرتے ہیں

بِمَاۤ	اٰتَیۡنٰهُمۡ ۚۙ	وَلِیَتَمَتَّعُوۡا ۟ۛ	فَسَوۡفَ	یَعۡلَمُوۡنَ ۝۶۶
اس کی جو	ہم نے دیا ان کو	اور فائدہ اٹھاتے ہیں (اس سے)	تو عنقریب	وہ لوگ جان لیں گے
اَوَ لَمۡ یَرَوۡا	اَنَّا جَعَلۡنَا	حَرَمًا اٰمِنًا	وَّ	یُتَخَطَّفُ
اور کیا ان لوگوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ ہم نے بنایا	امن میں ہونے والی محترم جگہ	اس حال میں کہ	اچک لیا جاتا ہے

النَّاسُ	مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ	اَفَبِالْبَاطِلِ	يُؤْمِنُوْنَ	1480 وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
انسانوں کو	ان لوگوں کے اردگرد سے	تو کیا ناحق پر	یہ لوگ ایمان لاتے ہیں	اور اللہ کی نعمت کا

يَكْفُرُوْنَ ۝٦٧	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ
انکار کرتے ہیں	اور کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس نے	گھڑا اللہ پر	کوئی جھوٹ	یا جس نے جھٹلایا

بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهٗ ؕ	اَلَيْسَ	فِيْ جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝٦٨
حق کو	جب	وہ آیا اس کے پاس	کیا نہیں ہے	جہنم میں	ٹھکانہ	کفر کرنے والوں کے لئے

وَالَّذِيْنَ	جَاهَدُوْا	فِيْنَا	لَنَهْدِيَنَّهُمْ	سُبُلَنَا ؕ	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٦٩ ع
اور جن لوگوں نے	جدوجہد کی	ہم میں (یعنی ہماری راہ میں)	ہم لازماً رہنمائی کریں گے ان کی	اپنی راہوں کی	اور بیشک اللہ	خوب کاروں کے ساتھ ہے

نوٹ۔1

لفظ ''حَيَوَانٌ'' قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ زیر مطالعہ آیت۔64۔ میں استعمال ہوا ہے۔نوٹ کرلیں کہ اس کا مادہ ''ح ی ی'' ہی ہے اور یہ لفظ حَيٰوةٌ کا ہم معنی ہے۔یعنی اس کے بھی معنی ہیں ''زندگی۔حیات''۔یہ دراصل فَعَلَانٌ کے وزن پر حَيَيَانٌ ہے۔ دوسری ''ی'' کو واؤ میں تبدیل کرکے حَيَوَانٌ استعمال ہوا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ مریم (30)

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ:

الٓمّٓ ۝١	غُلِبَتِ	الرُّوْمُ ۝٢ لا	فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ	وَهُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
۔	مغلوب کیا گیا	روم کو	اس سرزمین کے قریب میں	اور وہ لوگ	اپنی مغلوبی کے بعد
سَيَغْلِبُوْنَ ۝٣ لا	فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ	لِلّٰهِ	الْاَمْرُ	مِنْ قَبْلُ	وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ
غالب ہوں گے	چند سالوں میں	اللہ ہی کے لئے ہیں	تمام معاملات	پہلے (بھی)	اور بعد میں (بھی)

وَيَوْمَئِذٍ	يَّفْرَحُ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٤ لا	بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ	يَنْصُرُ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ
اور اُس دن	خوش ہوں گے	ایمان لانے والے	اللہ کی مدد سے	وہ مدد کرتا ہے	اس کی جس کی	وہ چاہتا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ۝٥ لا	وَعْدَ اللّٰهِ ؕ	لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ	وَعْدَهٗ
اور وہی بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	(ہوچکا) اللہ کا وعدہ	خلاف نہیں کرتا اللہ	اپنے وعدے کے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٦	يَعْلَمُوْنَ	ظَاهِرًا	مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ
اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں ہے	وہ لوگ جانتے ہیں	کچھ ظاہر کو	دنیوی زندگی میں سے

وَهُمْ	عَنِ الْاٰخِرَةِ	هُمْ	غٰفِلُوْنَ ۝٧
اور وہ لوگ (ہیں کہ)	آخرت سے	وہی	غفلت برتنے والے ہیں

نوٹ۔1

ان آیات میں جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی اور محمد ﷺ کی رسالت کی نمایاں ترین شہادتوں میں سے ایک ہے۔اسے پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن تاریخی واقعات پر ایک نگاہ ڈال لی جائے[1480] جو ان آیات سے تعلق رکھتے ہیں، نبی ﷺ کی نبوت کے آغاز سے آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قیصر روم ماریس کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص فوکاس تخت سلطنت پر قابض ہوگیا۔اس نے قیصر،اس کی بیوی اور بیٹے بیٹیوں کو قتل کر کے قیصر اور اس کے بیٹوں کے سر قسطنطنیہ میں برسر عام لٹکوا دیئے۔قیصر ماریس ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا محسن تھا اسی کی مدد سے پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اس بنا پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے بدلہ لوں گا۔ ۶۰۳ء میں اس نے روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند سال کے اندر وہ فوکاس کی فوجوں کو شکستیں دیتا ہوا شام تک پہنچ گیا روم کے اعیانِ سلطنت، یہ دیکھ کر کہ فوکاس ملک کو نہیں بچا سکتا، افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے۔اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو ایک طاقتور بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا۔اس کے پہنچتے ہی فوکاس کی معزول کر کے ہرقل کو قیصر بنایا گیا اور فوکاس اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے اور یہ وہی سال ہے جب نبی ﷺ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔

فوکاس کے معزول اور قتل ہونے کے بعد اصولاً خسرو پرویز کو نئے قیصر سے صلح کر لینی چاہئے تھی،لیکن اس نے پھر بھی جنگ جاری رکھی اور اب اس نے اس جنگ کو مجوسیت اور مسیحیت کی مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا۔ یہودیوں نے مجوسیوں کا ساتھ دیا اور خسرو پرویز کی فوج میں یہودیوں کی تعداد 26 ہزار تک پہنچ گئی۔ ہرقل اس ایرانی سیلاب کو نہ روک سکا۔ 613ء میں دمشق فتح ہوا۔ ۶۱۴ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسیحیوں کے سب سے زیادہ مقدس کلیسا کو برباد کر دیا۔ اصلی صلیب، جس پر عیسائی عقیدے کے مطابق مسیحؑ نے جان دی تھی، مجوسی چھین کر مدائن لے گئے۔اس فتح کا نشہ جس بری طرح خسرو پرویز پر چڑھا تھا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔اس میں وہ کہتا ہے ’’سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام۔تو کہتا ہے تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے، کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا۔‘‘ اس فتح کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہوگئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان کشمکش اپنے عروج پر تھی اور مسلمانوں کی مظلومیت یہاں تک پہنچ گئی کہ 615ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو حبش کی عیسائی سلطنت میں (جو روم کی حلیف تھی) پناہ لینی پڑی۔ مکہ کے مشرکین اس وقت مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ایران کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بت پرست بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

ان حالات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں ایک کے بجائے دو پیشنگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہو گا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہوگی۔ اس وقت ان میں سے کوئی ایک پیشنگوئی بھی پوری ہونے کا کوئی امکان کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکہ میں ستائے جا رہے تھے۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ۶۱۷ء میں ایرانیوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خلقدرون پر قبضہ کر لیا اور 619ء تک پورا مصر ایران

کے قبضہ میں چلا گیا۔ مختصر یہ کہ انگریز مورخ گبن کے بقول قرآن مجید کی اس پیشنگوئی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے تھے کہ کوئی شخص یہ تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ رومی ایران پر غالب آ جائیں گے۔ بلکہ غلبہ تو در کنار اس وقت تو کسی کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ رہ جائے گی۔

622ء میں ادھر نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اُدھر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحر اسود کے راستے طرابزون کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے ایران پر پشت سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اس کے لئے اس نے کلیسا سے پیسے مانگے، کلیسا کے اسقف اعظم نے مسیحیت کو مجوسیت سے بچانے کے لئے گرجاؤں کے نذرانوں کو جمع شدہ دولت سود پر قرض دی۔ 623ء میں ہرقل نے اپنا حملہ آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے سال 624ء میں اس نے آذربیجان میں زرشت کے مقام پیدائش اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کو تباہ کر دیا۔ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح سورہ روم کی دونوں پیشنگوئیاں دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے بیک وقت پوری ہوگئیں۔ (تفہیم القرآن ج 3۔ ص 724 تا 728 سے ماخوذ)

نوٹ۔2

آیت۔7۔ میں لفظ ظاہراً کو نکرہ لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت یہ لوگ حیاتِ ظاہرہ کو بھی پورا نہیں جانتے۔ اس کے صرف ایک رخ کو جانتے ہیں اور دوسرے رخ سے غافل ہیں، یہ لوگ یہ تو خوب جانتے ہیں کہ کھیتی باڑی، تجارت کسب مال وغیرہ کس طرح کریں، تعمیرات کیسی کریں۔ سامان عشرت کیا کیا مہیا کریں، لیکن دوسرا پہلو اوجھل ہے جو اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ دنیا کا چندروزہ قیام دراصل ایک مسافرانہ قیام ہے۔ انسان اس زمین کا باشندہ (نیشنل) نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے ملک (آخرت) کا باشندہ ہے۔ یہاں کچھ مدت کے لئے ویزا پر آیا ہوا ہے۔ یہاں اس کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ اپنے وطن (آخرت) کے لئے یہاں سے سامان راحت فراہم کر کے وہاں بھیجے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (8 تا 10)

ترجمہ:

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ	مَا خَلَقَ اللّٰهُ
اور کیا ان لوگوں نے سوچ وچار نہیں کیا	اپنے جی (یعنی وجود) میں	نہیں پیدا کیا اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَيْنَهُمَآ	اِلَّا بِالْحَقِّ	وَاَجَلٍ مُّسَمًّى
آسمانوں اور زمین کو	اور اس کو جو	ان دونوں کے مابین ہے	مگر حق کے ساتھ	اور ایک معین وقت کے ساتھ
وَاِنَّ	كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ	بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ	لَكٰفِرُوْنَ ۝8	اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا
اور بیشک	لوگوں میں سے اکثر	اپنے رب کی ملاقات کا	یقیناً انکار کرنے والے ہیں	اور کیا انہوں نے سیر نہیں کی

فِي الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ	كَانُوْٓا
زمین میں	نتیجۃً (تاکہ) وہ دیکھتے	کیسا تھا	اُن لوگوں کا انجام جو	ان سے پہلے تھے	وہ لوگ تھے
اَشَدَّ مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَّاَثَارُوا	الْاَرْضَ	وَعَمَرُوْهَآ	اَكْثَرَ مِمَّا
ان سے زیادہ شدید	بلحاظ قوت کے	اور انہوں نے جوتا	زمین کو	اور آباد کیا اس کو	اس سے زیادہ جو

عَمَرُوْهَا	وَجَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ؕ	1480 فَمَا كَانَ اللّٰهُ
ان لوگوں نے آباد کیا اس کو	اور پہنچے اُن کے پاس	اُن کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	تو نہیں ہے اللہ

لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ⑨	ثُمَّ	كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ
کہ وہ ظلم کرتا ہے اُن پر	اور لیکن	وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے	پھر	اُن کا انجام تھا جنہوں نے

اَسَآءُوا	السُّوْٓآٰى	اَنْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ ع
برا کیا	سب سے برا	(اس وجہ سے) کہ	انہوں نے جھٹلایا	اللہ کی نشانیوں کو	اور وہ لوگ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے

نوٹ۔1

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ لوگوں کی اکثریت آخرت سے غفلت برتنے والی ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز آخرت پر دلالت کرنے والی ہے۔ ان پر صرف غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اپنے وجود پر غور کرتے تو صاف نظر آتا ہے کہ انسانی جسم کے تمام اعضاء، جوارح اور جسم کے اندرونی نظام کے ہر ایک کل پرزے کا اپنا ایک Function ہے، ہر ایک کے وجود کا کوئی مقصد ہے۔ اسی طرح یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز کا کوئی Function اور کوئی مقصد ہے، کسی بھی چیز کا وجود بے مقصد نہیں ہے تو پھر خود انسان کا وجود بے مقصد کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور کوئی حساب وکتاب اور جزاء وسزا نہیں ہے تو انسان کا وجود بے مقصد ہو جاتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کی گواہی کے خلاف ہے۔

اسی طرح تھوڑا سا غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اس دنیا میں روزانہ کچھ نئے لوگ آتے ہیں اور کچھ پرانے لوگ چلے جاتے ہیں۔ یہاں کسی بھی انسان کو دوام حاصل نہیں ہے۔ اپنے اردگرد حیوانات اور نباتات میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ ہر چیز پیدا ہوتی ہے، بڑھتی ہے، پھولتی پھلتی ہے، پھر ختم ہو جاتی ہے۔ کائنات میں کسی بھی چیز کو دوام نہیں ہے۔ ہر چیز کا وجود ایک معین وقت تک کے لئے ہے۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ خود اس کائنات کا وجود بھی ایک معین وقت تک کے لئے ہے۔ اس کو بھی ایک دن ختم ہونا ہے اور حساب وکتاب اور جزاء وسزا یقینی ہے۔

نوٹ۔2

دہریوں اور خدا پرستوں کے درمیان یہ بحث بہت پرانی ہے۔ جس میں فلسفی اور سائنسدان اس دنیا کو ازلی اور ابدی قرار دیتے تھے۔ ان کا سارا انحصار اس تخیل پر تھا کہ مادہ فنا نہیں ہوسکتا، صرف صورت بدلی جاسکتی ہے، مگر ہر تغیر کے بعد مادہ، مادہ ہی رہتا ہے اور اس کی مقدار میں کوئی کمی وبیشی نہیں ہوتی۔ اس بنا پر یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا کہ اس عالم مادی کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہا، لیکن اب جوہری توانائی کے انکشاف نے اس پورے تخیل کی بساط الٹ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ بات کھل گئی ہے کہ قوت مادے میں تبدیل ہوتی ہے اور مادہ پھر قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نہ صورت باقی رہتی ہے نہ ہیولی۔ اب حرکیات حرارت کے دوسرے قانون (Second Law of Thermo=dynamics) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ عالم مادی نہ ازلی ہوسکتا ہے نہ ابدی۔ اس کو لازماً ایک وقت شروع اور ایک وقت ختم ہونا ہی چاہئے۔ اس لئے سائنس کی بنیاد پر اب قیامت کا انکار ممکن نہیں رہا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب سائنس ہتھیار ڈال دے تو فلسفہ کن ٹانگوں پر کھڑا ہو کر قیامت کا انکار کرے گا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (11 تا 18)

ر و ض

(ن) رَوۡضًا: کسی جگہ کا سرسبز وشاداب ہونا۔ باغ و بہار ہونا۔

رَوۡضَةٌ: باغ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 15

م س و

(ن) مَسۡوًا: وعدہ کر کے دیر لگانا۔

(افعال) اِمۡسَاءً: شام میں داخل ہونا۔ یعنی شام کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 17۔

ترجمہ:

اَللّٰهُ يَبۡدَؤُا	الۡخَلۡقَ	ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ	ثُمَّ اِلَيۡهِ	تُرۡجَعُوۡنَ (11)
اللہ ہی پہل کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر وہ واپس لائے گا اس کو	پھر اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

وَيَوۡمَ	تَقُوۡمُ	السَّاعَةُ	يُبۡلِسُ	الۡمُجۡرِمُوۡنَ (12)	وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ
اور جس دن	قائم ہوگی	وہ گھڑی (قیامت)	تو شدید مایوس ہوں گے	مجرم لوگ	اور ان کے لئے نہیں ہوگا

مِّنۡ شُرَكَآئِهِمۡ	شُفَعٰٓؤُا	وَكَانُوۡا	بِشُرَكَآئِهِمۡ	كٰفِرِيۡنَ (13)
ان کے شریکوں میں سے	کوئی شفاعت کرنے والا	اور وہ لوگ ہو جائیں گے	اپنے شریکوں کا	انکار کرنے والے

وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ	يَوۡمَئِذٍ	يَّتَفَرَّقُوۡنَ (14)	فَاَمَّا الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا
اور جس دن برپا ہوگی قیامت	اُس دن	لوگ الگ الگ ہو جائیں گے	تو وہ جو ہیں جو	ایمان لائے

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَهُمۡ	فِىۡ رَوۡضَةٍ	يُّحۡبَرُوۡنَ (15)
اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے	تو ان لوگوں کی	ایک باغ میں	آؤ بھگت کی جائے گی

وَاَمَّا الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	وَكَذَّبُوۡا	بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآئِ الۡاٰخِرَةِ	فَاُولٰٓئِكَ
اور وہ جو ہیں جنہوں نے	انکار کیا	اور جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور آخرت کی ملاقات کو	تو وہ لوگ

فِى الۡعَذَابِ	مُحۡضَرُوۡنَ (16)	فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ	حِيۡنَ	تُمۡسُوۡنَ	وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ (17)
عذاب میں	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	تو (بیان کرو) اللہ کی پاکیزگی	جب	تم لوگ شام کرتے ہو	اور جب صبح کرتے ہو

وَلَهُ	الۡحَمۡدُ	فِى السَّمٰوٰتِ	وَالۡاَرۡضِ	وَعَشِيًّا	وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ (18)
اور اس کے لئے ہی ہے	تمام شکر و سپاس	آسمانوں میں	اور زمین میں	اور سہ پہر کے وقت	اور جب دوپہر کرتے ہو

نوٹ۔1

آیت۔ 11۔ میں فرمایا کہ اللہ ہی خلق کا آغاز فرماتا ہے اور وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ ان دو لفظوں میں دعویٰ اور دلیل دونوں جمع ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ اللہ اس خلق کا اعادہ فرمائے گا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اسی نے اس کا آغاز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نے اس کا آغاز کیا اور اس کام میں اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اس کو اس کے اعادے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ بلکہ اعادہ ابتداء سے زیادہ آسان ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔14۔ میں فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ الگ الگ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ یعنی دنیا کی تمام جتھ بندیاں جو آج قوم،نسل، وطن، زبان، قبیلہ وغیرہ کی بنیاد پر بنی ہوئی ہیں، اُس روز ٹوٹ جائیں گی اور خالص عقیدے اور کردار کی بنیاد پر نئے سرے سے ایک دوسری گروہ بندی ہوگی۔ ایک طرف نوع انسانی کی تمام اگلی پچھلی قوموں میں سے مومن وصالح انسان الگ چھانٹ لئے جائیں گے اور ان سب کا ایک گروہ ہوگا۔ دوسری طرف ایک ایک قسم کے گمراہانہ نظریات وعقائد رکھنے والے اور ایک ایک قسم کے جرائم پیشہ لوگ چھانٹ چھانٹ کر الگ نکال لئے جائیں گے اور ان کے الگ الگ گروہ بن جائیں گے۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 19 تا 22

ترجمہ:

يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ الْمَيِّتِ	وَيُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ الْحَيِّ	وَيُحْيِ
وہ نکالتا ہے	زندہ کو	مردہ میں سے	اور وہ نکالتا ہے	مردہ کو	زندہ میں سے	اور وہ زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ	وَكَذٰلِكَ	تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ خَلَقَكُمْ
زمین کو	اس کی موت کے بعد	اور اس طرح	تم لوگ نکالے جاؤ گے	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ اس نے پیدا کیا تم کو

مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ اِذَآ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ
کسی مٹی سے	پھر جب ہی	تم لوگ	بشر (ہو جاتے) ہو	جو پھیل جاتے ہو	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے

اَنْ خَلَقَ لَكُمْ	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	لِّتَسْكُنُوْٓا	اِلَيْهَا	وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
کہ اس نے پیدا کئے تمہارے لئے	تمہاری جانوں سے	جوڑے	تا کہ تم لوگ سکون پکڑو	ان کی طرف	اور اس نے بنایا تمہارے مابین

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
محبت اور رحمت	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	غور وفکر کرتے ہیں	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ
آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا	اور تمہارے رنگوں اور تمہاری بولیوں کا اختلاف

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	علم والوں کے لئے

نوٹ۔1

انسان جیسے اشرف المخلوقات کو مٹی سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ اس دنیا کے عناصر ترکیبیہ میں سب سے زیادہ ادنیٰ درجہ کا عنصر مٹی ہے جس میں حس وحرکت اور شعور وادراک کا کوئی شمہ نظر نہیں آتا۔ مشہور چار عناصر آگ، پانی، ہوا اور مٹی میں سے مٹی کے سوا اور سب عناصر میں کچھ نہ کچھ حرکت تو ہے، جبکہ مٹی اس سے بھی محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے لئے اس کو منتخب فرمایا۔ (اور مٹی کے پتلے میں شعور، احساس، تخیل، عقل اور اس طرح کی متعدد صلاحیتیں پیدا کردیں۔ مرتب)۔ انسان کی تخلیق کا مادہ مٹی ہونا حضرت آدمؑ کے اعتبار سے ظاہر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان جو توالد وتناسل کے سلسلہ سے نطفہ کے ذریعہ پیدا ہوئے ہیں ان میں بھی نطفہ جن اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اس میں مٹی کا جزو غالب ہو۔ (معارف القرآن)

البقرہ کی آیت۔28۔ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اللہ کا کیسے انکار کرتے جب حال یہ ہے کہ تم لوگ مردہ حالت میں تھے تو اس نے تم کو زندہ کیا۔ اس آیت کی وضاحت کو ہم یہاں دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔ ”سمندر سے پانی کا بھاپ بن کر اٹھنا، بادل بننا، پانی برسنا، پودے اگنا، پودوں کا زمین اور فضا سے غذا حاصل کرنا، پھل کا پکنا، غرض یہ کہ اس طرح کے نہ معلوم کتنے عناصر قدرت کام کرتے ہیں تب کہیں مختلف مقامات پر ایک انسان کے بکھرے ہوئے ذرات (اجزاء) کھینچ کر ایک گندے پانی کی بوند میں جمع ہوتے ہیں جس سے وہ جنم لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس نظام پر ہم جتنا غور کریں گے اتنا ہی فَاَحْيَاكُمْ کی گہرائی اور گیرائی عیاں ہوگی۔“ غرضیکہ ہم کسی بھی پہلو سے غور کریں، بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ انسانی جسم خاکی ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے جسم کی تمام تر ضروریات، روٹی کپڑا، مکان، ادویات وغیرہ سب چیزیں زمیں ہی سے حاصل کی جاتی ہیں۔

نوٹ۔2

محبت سے مراد یہاں (آیت۔21۔ میں) جنسی محبت ہے جو مرد اور عورت کے اندر جذب و کشش کی ابتدائی محرک بنتی ہے اور پھر انہیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہے۔ اور رحمت سے مراد وہ روحانی تعلق ہے جو ازدواجی زندگی میں بتدریج ابھرتا ہے، جس کی بدولت وہ ایک دوسرے کے خیرخواہ، ہمدرد اور غم گسار بن جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب جنسی محبت پیچھے جا پڑتی ہے اور بڑھاپے میں یہ جیون ساتھی جوانی سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کے حق میں رحیم و شفیق ثابت ہوتے ہیں۔

آیت۔22۔ میں اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ تمہارے منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق نہیں ہے مگر زمین کے مختلف خطوں میں تمہاری زبانیں مختلف ہیں۔ پھر ایک ہی زبان بولنے والے علاقوں میں شہر شہر اور بستی بستی کی بولیاں مختلف ہیں اور مزید یہ کہ ہر شخص کا لہجہ اور طرز گفتگو دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح تمہارا مادہ تخلیق اور بناوٹ کا فارمولا ایک ہی ہے مگر تمہارے رنگ اس قدر مختلف ہیں کہ قوم اور قوم تو درکنار، ایک ماں باپ کے دو بیٹوں کا رنگ بھی بالکل یکساں نہیں ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا خالق اپنی خلق کی ایک ایک چیز پر انفرادی توجہ صرف کر رہا ہے۔ اور تخلیق کائنات کے بعد وہ اس سے لاتعلق نہیں ہو گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 23 تا 27

ترجمہ:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	مَنَامُكُمْ	بِالَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	وَابْتِغَآؤُكُمْ	مِّنْ فَضْلِهٖ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	تم لوگوں کی نیند	رات میں	اور دن میں	اور تمہارا تلاش کرنا	اس کے فضل میں سے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	يُرِيْكُمُ
بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	سنتے ہیں	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	(کہ) وہ دکھاتا ہے تم لوگوں کو
الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّطَمَعًا	وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	فَيُحْيٖ بِهِ
بجلی	خوف کے لئے	اور آرزو کے لئے	اور وہ اتارتا ہے آسمان سے	کچھ پانی	پھر وہ زندہ کرتا ہے اس سے
الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۴
زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتے ہیں
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ تَقُوْمَ	السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ	بِاَمْرِهٖ	ثُمَّ اِذَا	دَعَاكُمْ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ قائم ہیں	آسمان اور زمین	اس کے حکم سے	پھر جب	وہ پکارے گا تم لوگوں کو

دَعۡوَةً	مِّنَ الۡاَرۡضِ	اِذَاۤ اَنۡتُمۡ	تَخۡرُجُوۡنَ ۲۵	وَلَهٗ مَنۡ
ایک (ہی) پکار	(تو) زمین میں سے	جب ہی تم لوگ	نکل پڑو گے	اور اسی کا ہے وہ جو
فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ	كُلٌّ لَّهٗ	قٰنِتُوۡنَ ۲۶	وَهُوَ	الَّذِیۡ
آسمانوں اور زمین میں سے	سارے اسی کی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور وہ	وہی ہے جو

یَبۡدَؤُا	الۡخَلۡقَ	ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ	وَهُوَ اَهۡوَنُ	عَلَیۡهِ ؕ	وَلَهُ
پہل کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر وہ واپس لائے گا اس کو	اور یہ زیادہ آسان ہے	اس پر	اور اس کے لئے ہی ہے

الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی	فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ	وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ	الۡحَكِیۡمُ ۲۷
اعلیٰ ترین مثال (یعنی صفت)	آسمانوں اور زمین میں	اور وہ ہی بالادست ہے	حکمت والا ہے

نوٹ۔1

انسان مسلسل محنت نہیں کرسکتا بلکہ ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹوں کے لئے آرام درکار ہوتا ہے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیند کا ایک زبردست داعیہ رکھ دیا جو اس کے ارادے کے بغیر حتیٰ کہ اس کی مزاحمت کے باوجود خودبخود اسے آدبوچتا ہے اور آرام لینے پر اسے مجبور کر دیتا ہے اور ضرورت پوری ہو جانے پر خودبخود اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس نیند کی ماہیت و کیفیت اور اس کے حقیقی اسباب کو آج تک انسان نہیں سمجھ سکا ہے۔ یہ قطعاً ایک پیدائشی چیز ہے جو آدمی کی فطرت اور اس کی ساخت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس کا ٹھیک انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ کسی حکیم نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق یہ تدبیر وضع کی ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

گذشتہ آیات میں تفکر اور علم کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں سمع کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا درجہ پہلی دونوں چیزوں سے کم تر ہے لیکن حصول علم کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ اگر ایک شخص میں اتنی معقولیت موجود ہو کہ وہ معقول لوگوں کی باتیں سنے تو اس راہ سے بھی اس کو ہدایت حاصل ہوسکتی ہے۔ اگرچہ وہ کائنات کے نظام اور اس کے اسرار میں زیادہ تفکر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 28 تا 32

ترجمہ:

ضَرَبَ لَكُمۡ	مَّثَلًا	مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ	هَلۡ لَّكُمۡ
اس نے بیان کی تمہارے لئے	ایک مثال	تمہارے جیسوں میں سے	کیا تمہارے لئے

مِّنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُكُمۡ	مِّنۡ شُرَكَآءَ	فِیۡ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ	فَاَنۡتُمۡ فِیۡهِ
اس میں سے جن کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ	کوئی بھی شریک ہے	اس میں جو ہم نے روزی دی تم کو	نتیجۃً تم لوگ اس میں

سَوَآءٌ	تَخَافُوۡنَهُمۡ	كَخِیۡفَتِكُمۡ	اَنۡفُسَكُمۡ ؕ	كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ
برابر ہو جاؤ	تم لوگ ڈرتے ہو ان سے	جیسے تمہارا ڈرنا	اپنے نفوس (یعنی اپنوں) سے	اس طرح ہم کھول کھول کر بیان کرتے ہیں

الۡاٰیٰتِ	لِقَوۡمٍ	یَّعۡقِلُوۡنَ ۲۸	بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ	ظَلَمُوۡۤا	اَهۡوَآءَهُمۡ
آیات کو	ایسے لوگوں کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتے ہیں	بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے	ظلم کیا	اپنی خواہشات کی

بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۚ	فَمَنۡ یَّهۡدِیۡ	مَنۡ	اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ	وَمَا لَهُمۡ	مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ۲۹
کسی علم کے بغیر	تو کون ہدایت دے گا	اسے جس کو	گمراہ کیا اللہ نے	اور نہیں ہے ان کے لئے	کوئی مدد کرنے والوں میں سے

فَاَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ	حَنِيْفًا ؕ	فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ 1480
تو آپؐ قائم رکھیں	اپنے چہرے کو	اِس دین کے لئے	یکسو ہوتے ہوئے	(قائم رکھو) اللہ کی بخشی ہوئی اُس ساخت اور ذہنی استعداد کو

فَطَرَ النَّاسَ	عَلَيْهَا ؕ	لَا تَبْدِيْلَ	لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ	الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ
اس نے وجود بخشا لوگوں کو	جس پر	کوئی بھی تبدیلی (جائز) نہیں ہے	اللہ کی تخلیق کے لئے	یہ	سیدھا دین ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰	مُنِيْبِيْنَ	اِلَيْهِ
اور لیکن لوگوں کے اکثر	جانتے نہیں ہیں	رخ کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کی طرف

وَاتَّقُوْهُ	وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱	مِنَ الَّذِيْنَ
اور تقویٰ اختیار کرو اس کا	اور قائم رکھو نماز کو	اور تم لوگ مت ہونا	شرک کرنے والوں میں سے	اُن لوگوں میں سے جنہوں نے

فَرَّقُوْا	دِيْنَهُمْ	وَكَانُوْا	شِيَعًا ؕ	كُلُّ حِزْبٍ	بِمَا	لَدَيْهِمْ	فَرِحُوْنَ ۝۳۲
الگ الگ کیا	اپنے دین (کی راہوں) کو	اور ہو گئے	فرقے فرقے	ہر گروہ	اس کے ساتھ جو	ان کے پاس ہے	خوش ہے

نوٹ۔1

مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک خدا جانتے تھے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب خدا کے غلام ہیں۔ چنانچہ وہ حج وعمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ یعنی ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے۔ پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جا رہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں پائیں اور اچھی طرح غور خوض کر سکیں۔ تو فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی بھی اس پر راضی ہوگا کہ اس کے مال میں اس کے غلام شریک ہوں اور اسے یہ ڈر رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے، خدا تعالیٰ کے لئے بھی یہ نہ چاہو۔ جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح خدا کا کوئی بندہ خدا کا شریک نہیں ہو سکتا۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ۔2

فطرت اللہ کی وضاحت آیت۔6/14 کے نوٹ۔2۔ میں کی جا چکی ہے۔ یہاں پر اتنا اور سمجھ لیں کہ فطرت اللہ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ کسی فعل محذوف کا مفعول ہے جو کہ اَقِيْمُوْا ہو سکتا ہے

آیت نمبر (33 تا 40)

ترجمہ:

وَاِذَا مَسَّ	النَّاسَ	ضُرٌّ	دَعَوْا	رَبَّهُمْ	مُّنِيْبِيْنَ
اور جب چھوتا ہے	لوگوں کو	کوئی نقصان	تو وہ لوگ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	رخ کرنے والے ہوتے ہوئے

اِلَيْهِ	ثُمَّ اِذَآ	اَذَاقَهُمْ	مِّنْهُ	رَحْمَةً	اِذَا فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ
اس کی طرف	پھر جب	اور چکھاتا ہے ان کو	اپنے (پاس) سے	کوئی رحمت	جب ہی ایک فریق	ان میں سے

بِرَبِّهِمْ	يُشْرِكُوْنَ ۙ﴿۳۳﴾	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ؕ	1480 فَتَمَتَّعُوْا وقفة
اپنے رب کا	شریک بناتے ہیں	نتیجۃً وہ ناشکری کرتے ہیں	اس کی جو	ہم نے دیا ان کو	تو تم لوگ فائدہ اٹھالو

فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾	اَمْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	فَهُوَ	يَتَكَلَّمُ	بِمَا
پھر عنقریب	جان لوگے	یا ہم نے اتارا	ان لوگوں پر	کوئی دلیل	پھر وہ	بولتی ہے	اس کے بارے میں

كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾	وَاِذَآ اَذَقْنَا	النَّاسَ	رَحْمَةً	فَرِحُوْا	بِهَا ؕ
یہ لوگ جس کو شریک کیا کرتے ہیں	اور جب کبھی ہم چکھاتے ہیں	لوگوں کو	کوئی رحمت	تو وہ لوگ خوش ہوتے ہیں	اس سے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌۢ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	اِذَا	هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾
اور اگر آلگتی ہے ان کو	کوئی برائی	بسبب اس کے جو	آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	جب ہی	وہ لوگ مایوس ہوتے ہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّ اللّٰهَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے	وہ چاہتا ہے

وَيَقْدِرُ ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾
اور نپا تلا دیتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے)	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں

فَاٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَالْمِسْكِيْنَ	وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ
پس تو دے	قرابت والوں کو	ان کا حق	اور مسکین کو	اور راستے کے بیٹے (مسافر) کو

ذٰلِكَ خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾
یہ بہتر ہے	ان کے لئے جو	چاہتے ہیں	اللہ کے چہرے (توجہ) کو	اور وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

وَمَآ اٰتَيْتُمْ	مِّنْ رِّبًا	لِّيَرْبُوَا	فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ	فَلَا يَرْبُوْا	عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
اور جو تم لوگ دیتے ہو	سود میں سے	تاکہ وہ بڑھے	لوگوں کے مالوں میں	تو وہ نہیں بڑھتا	اللہ کے پاس

وَمَآ اٰتَيْتُمْ	مِّنْ زَكٰوةٍ	تُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾
اور جو تم لوگ دیتے ہو	زکوۃ میں سے	چاہتے ہوئے	اللہ کے چہرے (توجہ) کو	تو وہ لوگ	ہی بڑھانے والے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	ثُمَّ رَزَقَكُمْ	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم کو	پھر اس نے رزق دیا تم کو	پھر وہ موت دے گا تم کو	پھر وہ زندہ کرے گا تم کو

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ	مَّنْ	يَّفْعَلُ	مِنْ ذٰلِكُمْ	مِّنْ شَيْءٍ ؕ
کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی	وہ ہے جو	کرتا ہے	اس میں سے	کوئی بھی چیز (یعنی کام)

سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع
پاکیزگی اس کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو	یہ لوگ شریک کرتے ہیں

نوٹ۔1

زیر مطالعہ آیت۔39۔قرآن مجید میں پہلی آیت ہے جو سود کی مذمت میں نازل ہوئی۔ پھر مدینہ میں سود کی حرمت کا حکم نازل کیا گیا۔اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال ہیں۔ایک رائے یہ ہے کہ یہاں ربوا سے مراد وہ سود نہیں ہے جو شرعاً حرام کیا گیا ہے۔ بلکہ وہ عطیہ یا تحفہ ہے جو اس نیت سے دیا جائے کہ لینے والا بعد میں اس سے زیادہ واپس کرے گا یا کوئی مفید خدمت انجام دے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہی ربوا ہے جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ ہمارے خیال میں دوسری تفسیر صحیح ہے۔قرآن مجید کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو بعد میں حرام کرنا ہوتا ہے اس کے لئے وہ پہلے سے ذہنوں کو تیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔شراب کے معاملہ میں بھی پہلے صرف اتنی بات فرمائی گئی تھی کہ وہ پاکیزہ رزق نہیں ہے۔(النحل۔67) پھر فرمایا کہ اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے(البقرہ۔219)۔پھر حکم دیا گیا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔(النساء۔43) پھر اس کی قطعی حرمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔اسی طرح یہاں سود کے متعلق صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے کہ اس سے دولت کی افزائش نہیں ہوتی بلکہ زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔اس کے بعد سود در سود کیا گیا۔(آل عمران۔130)۔اور پھر بجائے خود سود کی ہی حرمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔

(البقرہ۔275۔تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

اس آیت میں ایک بری رسم کی اصلاح کی گئی ہے جو رشتہ داروں میں چلتی ہے۔عام طور پر رشتہ دار جو کچھ دوسرے کو دیتے ہیں تو اس پر نظر رکھتے ہیں وہ بھی ہمارے وقت پر کچھ دے گا بلکہ کچھ زیادہ دے گا۔خصوصاً نکاح، شادی وغیرہ کی تقریبات میں جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے جسے عرف میں نوتہ کہتے ہیں۔اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اہل قرابت کا جو حق ادا کرنے کا حکم پہلی آیت میں دیا گیا ہے ان کو یہ حق اس طرح دیا جائے کہ نہ احسان جتائے نہ بدلے پر نظر رکھے۔جس نے بدلے کی نیت سے دیا کہ اس کا مال کچھ زیادتی لے کر واپس آئے گا تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی درجہ اور ثواب نہیں ہے۔اور قرآن نے اس زیادتی کو لفظ ربوا سے تعبیر کر کے اس کی قباحت کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ سود کی ایک صورت ہے۔(معارف القرآن)

راقم الحروف کی رائے میں یہ آیت ایک دو دھاری تلوار کی مانند ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف ایک بری رسم کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور دوسری طرف سود کی حرمت کے لئے ذہن بھی تیار ہوتا ہے۔اس لئے اس آیت کے دونوں مفہوم کو درست تسلیم کرنا چاہئے۔

آیت نمبر 41 تا 47

ترجمہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ	فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	بِمَا كَسَبَتْ	اَيْدِي النَّاسِ	لِيُذِيْقَهُمْ
ظاہر ہوا فساد	خشکی اور سمندر میں	بسبب اس کے جو کمایا	لوگوں کے ہاتھوں نے	تاکہ وہ (اللہ) چکھائے ان کو

بَعْضَ الَّذِيْ	عَمِلُوْا	لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝	قُلْ	سِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ
اس کا کچھ جو	انہوں نے عمل کئے	شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	آپؐ کہئے	تم لوگ گھومو پھرو	زمین میں
فَانْظُرُوْا	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلُ ؕ	كَانَ اَكْثَرُهُمْ	مُّشْرِكِيْنَ ۝
پھر دیکھو	کیسا تھا	ان کا انجام جو	پہلے تھے	ان کے اکثر تھے	شرک کرنے والے
فَاَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ	مِنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِيَ	يَوْمٌ
پس آپؐ قائم رکھیں	اپنے چہرے کو	اس سیدھے دین کے لئے	اس سے پہلے کہ	آئے	ایک ایسا دن

لَا مَرَدَّ	لَهٗ	مِنَ اللّٰهِ	يَوْمَئِذٍ	يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ 1480	مَنْ كَفَرَ
کوئی بھی لوٹانے کی جگہ (یعنی امکان) نہیں ہے	جس کے لئے	اللہ (کی طرف) سے	اُس دن	لوگ الگ الگ ہوں گے	جس نے کفر کیا

فَعَلَيْهِ	كُفْرُهٗ ۚ	وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا	فَلِاَنْفُسِهِمْ	يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾
تو اس پر ہے	اس کا کفر	اور جس نے عمل کیا نیکی کا	تو اپنی جانوں کے لئے	وہ لوگ آرام دہ بناتے ہیں

لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	مِنْ فَضْلِهٖ ۭ	اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
تا کہ وہ (اللہ) بدلہ دے	ان کو جو	ایمان لائے	اور عمل کئے نیکیوں کے	اپنے فضل سے	بیشک وہ پسند نہیں کرتا

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ يُّرْسِلَ	الرِّيَاحَ	مُبَشِّرٰتٍ	وَّلِيُذِيْقَكُمْ
کفر کرنے والوں کو	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ وہ بھیجتا ہے	ہواؤں کو	خوشخبری دینے والی ہوتے ہوئے	اور تا کہ وہ چکھائے تم کو

مِّنْ رَّحْمَتِهٖ	وَلِتَجْرِيَ	الْفُلْكُ	بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ فَضْلِهٖ
اپنی رحمت میں سے	اور تا کہ رواں ہوں	کشتیاں	اس کے حکم سے	اور تا کہ تم لوگ تلاش کرو	اس کے فضل میں سے (روزی)

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	رُسُلًا	اِلٰى قَوْمِهِمْ
اور شاید تم لوگ شکر ادا کرو	اور یقیناً ہم نے بھیجا ہے	آپؐ سے پہلے	رسولوں کو	ان کی قوم کی طرف

فَجَاۗءُوْهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَانْتَقَمْنَا	مِنَ الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا ۭ
پھر وہ لوگ آئے ان کے پاس	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	پھر ہم نے انتقام لیا	ان لوگوں سے جنہوں نے	جرم کیا

وَكَانَ حَقًّا	عَلَيْنَا	نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور واجب ہے	ہم پر	مومنوں کی نصرت کرنا

نوٹ۔1

آیت۔14۔ کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو مصائب و آفات تم پر آتی ہیں ان کا حقیقی سبب تمہارے گناہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ دنیا میں نہ ان گناہوں کا پورا بدلہ دیا جاتا ہے اور نہ ہر گناہ پر آفت آتی ہے۔ بلکہ بہت سے گناہوں کو تو معاف کر دیا جاتا ہے اور جو معاف نہیں ہوتے ان کا بھی پورا بدلہ دنیا میں نہیں دیا جاتا، بلکہ تھوڑا سا مزہ چکھایا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے جن آفات و مصائب کو گناہوں کا سبب قرار دیا ہے اس سے مراد وہ آفات و مصائب ہیں جو پوری دنیا پر یا پورے شہر یا بستی پر عام ہو جائیں اور عام انسان یا جانور ان کے اثر سے نہ بچ سکیں۔ ایسی آفات و مصائب کا سبب عموماً لوگوں میں گناہوں کی کثرت، خصوصاً اعلانیہ گناہ کرنا ہی ہوتا ہے۔ جبکہ انفرادی تکلیف و مصیبت میں یہ ضابطہ نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کسی انسان کی آزمائش کرنے کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے۔ اور جب وہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اس کے درجات آخرت میں بڑھ جاتے ہیں۔ یہ مصیبت درحقیقت اس کے لئے رحمت و نعمت ہوتی ہے۔ اس لئے انفرادی طور پر کسی کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بہت گناہگار ہے۔ اسی طرح کسی کو عیش و آرام میں دیکھ کر یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ بڑا نیک صالح بزرگ ہے۔ البتہ عام مصائب و آفات جیسے قحط، طوفان، وبائی امراض، اشیاء ضرورت کی گرانی، چیزوں کی برکت کا مٹ جانا وغیرہ، اس کا اکثر اور بڑا سبب لوگوں کا اعلانیہ گناہ اور سرکشی ہوتی ہے۔

انفرادی مصائب و آفات نعمت و رحمت ہیں یا گناہوں کی کچھ سزا ہے، ان دونوں میں فرق کیسے پہنچا یا جائے۔ اس کی پہچان شاہ ولی اللہؒ نے یہ لکھی ہے کہ جو نیک لوگ رفع درجات یا کفارہ سیئات مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو مطمئن کر دیتے ہیں اور وہ ان مصائب پر ایسے ہی راضی ہوتے ہیں جیسے بیمار کڑوی دوا یا آپریشن پر راضی ہوتا ہے۔ اور جو بطور سزا مبتلا کئے جاتے ہیں ان کی پریشانی اور جزع وفزع کی حد نہیں رہتی۔ مولانا تھانویؒ نے ایک پہچان یہ بتائی ہے کہ جس مصیبت کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور توبہ واستغفار کی رغبت زیادہ ہو جائے وہ علامت اس کی ہے کہ یہ قہر نہیں بلکہ عنایت ہے اور جس کو یہ صورت نہ بنے بلکہ جزع وفزع بڑھ جائے وہ علامت قہر الٰہی کی ہے۔ (معارف القرآن ج 6۔ص 752 تا 757 سے ماخوذ)

آیت نمبر 48 تا 53

ص ف ر

(س) صَفَرًا: زرد ہونا۔ پیلا ہونا۔

اَصْفَرُ: مونث صَفْرَاءُ ج۔ صُفْرٌ۔ اَفْعَلُ الوان وعیوب کے وزن پر صفت ہے۔ زرد رنگ والا یعنی زرد۔ پیلا۔ ﴿ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ﴾ (2/البقرہ:69) ''بیشک وہ ایک پیلی گائے ہے'' ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ (77/المرسلات:33) ''گویا کہ وہ پیلے اونٹ ہیں۔''

(اِفْعِلَالٌ) اِصْفِرَارًا: زرد ہو جانا۔ پیلا پڑ جانا۔

مُصْفَرٌّ: اسم الفاعل۔ زرد ہونے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 51

ترجمہ:

اَللّٰهُ الَّذِیْ	یُرْسِلُ	الرِّیٰحَ	فَتُثِیْرُ	سَحَابًا	فَیَبْسُطُهٗ	فِی السَّمَآءِ
اللہ وہ ہے جو	بھیجتا ہے	ہواؤں کو	تو وہ اوپر اٹھاتی ہیں	بادل کو	پھر وہ (اللہ) پھیلاتا ہے اس کو	آسمان میں
كَیْفَ یَشَآءُ	وَیَجْعَلُهٗ	كِسَفًا	فَتَرَى	الْوَدْقَ	یَخْرُجُ	مِنْ خِلٰلِهٖ
جیسے وہ چاہتا ہے	اور وہ بناتا ہے اس کو	ٹکڑے ٹکڑے	پھر تو دیکھتا ہے	بارش (کے قطرے) کو	وہ نکلتا ہے	اس کی دراڑوں سے
فَاِذَآ	اَصَابَ بِهٖ	مَنْ	یَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖٓ	اِذَا هُمْ	یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿48﴾
پھر جب	وہ پہنچاتا ہے اسے	اس کے پاس جس کو	وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	جب ہی وہ لوگ	خوشی مناتے ہیں
وَاِنْ كَانُوْا	مِنْ قَبْلِ اَنْ	یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ	مِّنْ قَبْلِهٖ	لَمُبْلِسِیْنَ ﴿49﴾	فَانْظُرْ	
اور بیشک وہ تھے	اس سے پہلے کہ	وہ (بارش) اتاری جاتی ان پر	اس سے پہلے	یقیناً انتہائی مایوس ہونے والے	پس تو دیکھ	
اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ	كَیْفَ یُحْیِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	اِنَّ ذٰلِكَ	لَمُحْیِ	
اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف	کیسے وہ زندہ کرتا ہے	زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	بیشک وہ	یقیناً زندہ کرنے والا ہے	
الْمَوْتٰى	وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ ﴿50﴾	وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا	رِیْحًا		
مردوں کو	اور وہ ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	اور بیشک اگر ہم بھیج دیں	ایک ہوا		

فَرَاَوْهُ	مُصْفَرًّا	لَّظَلُّوْا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	يَكْفُرُوْنَ ۝٥١	فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
پھر وہ دیکھیں اس (سرسبز زمین) کو	پیلا پڑتے ہوئے	تو یقیناً وہ لوگ رہ جائیں گے	اس کے بعد	ناشکری کرتے ہوئے	پس بیشک آپ نہیں سناتے
الْمَوْتٰى	وَلَا تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا وَلَّوْا	مُدْبِرِيْنَ ۝٥٢
مردوں کو	اور آپ نہیں سناتے	بہروں کو	پکار	جب وہ (منہ) پھیرتے ہیں	پیٹھ دینے والے ہوتے ہیۓ

وَمَآ اَنْتَ	بِهٰدِ الْعُمْيِ	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ	اِنْ تُسْمِعُ	اِلَّا مَنْ
اور آپ نہیں ہیں	اندھوں کو راہ سجھانے والے	ان کی گمراہی سے	آپ نہیں سناتے	مگر اس کو جو

يُّؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ۝٥٣ ع
ایمان لاتا ہے	ہماری آیات پر	تو وہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں

نوٹ۔1

لفظ ریح واحد ہے اور ریاح اس کی جمع ہے۔قرآن مجید میں ان دونوں الفاظ کے استعمال کے متعلق حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے کہا ہے کہ انہوں نے کہیں پڑھا تھا کہ ریح کا لفظ عام طور پر ناموافق اور نقصان دہ ہوا کے لئے آیا ہے جبکہ ریاح کا لفظ عموماً موافق اور فائدہ مند ہوا کے لئے آیا ہے۔ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ قاعدہ کس حدتک درست ہے۔ حافظ صاحب کا کیسٹ سننے کے بعد میں نے معجم سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ بڑی حدتک درست ہے۔ریاح کا لفظ قرآن مجید میں دس مرتبہ آیا ہے۔اس میں سے نو مرتبہ یہ واضح طور پر مفید ہواؤں کے لئے ہے۔صرف الکہف کی آیت۔45۔کو ہم مستثنیٰ کر سکتے ہیں، لیکن یہاں بھی یہ لفظ نقصان دا ہواؤں کے لئے نہیں بلکہ مجرد ہوا کے مفہوم میں آیا ہے۔جبکہ ریح کا لفظ قرآن مجید میں۔18۔مرتبہ آیا ہے جس میں۔13۔مرتبہ یہ واضح طور پر نقصان دہ ہواؤں کے لئے ہے۔چار مرتبہ یہ لفظ مجردد ہواؤں کے مفہوم میں آیا ہے اور صرف ایک مرتبہ سورہ یونس کی آیت۔۲۲۔میں بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ آیا ہے۔اور وہ بھی کشتیوں کے چلنے کے ضمن میں آیا ہے۔معلوم ہے کہ کشتی کے لئے ایک ہی رخ کی ہوا چاہیئے لہٰذا ریح کے ساتھ طَيِّبَةٍ کی صفت شامل کردی گئی۔

1481

1480

1482

1480

1511

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الروم (30)

آیت نمبر (54 تا 60)

ترجمہ:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ	خَلَقَکُمۡ	مِّنۡ ضُعۡفٍ	ثُمَّ جَعَلَ	مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ	قُوَّۃً
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم کو	کمزوری سے (کمزور)	پھر اس نے بنایا	کمزوری کے بعد	قوت (طاقتور)

ثُمَّ جَعَلَ	مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّۃٍ	ضُعۡفًا	وَّ شَیۡبَۃً ؕ	یَخۡلُقُ	مَا	یَشَآءُ ۚ
پھر اس نے بنایا	قوت کے بعد	کمزوری	اور بڑھاپا	وہ پیدا کرتا ہے	وہ جو	وہ چاہتا ہے

وَ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ	الۡقَدِیۡرُ ﴿۵۴﴾	وَ یَوۡمَ	تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ	یُقۡسِمُ	الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۬ۙ
اور وہ ہی جاننے والا ہے	قدرت والا ہے	اور جس دن	قائم ہوگی وہ گھڑی (قیامت)	قسمیں کھائیں گے	مجرم لوگ

مَا لَبِثُوۡا	غَیۡرَ سَاعَۃٍ ؕ	کَذٰلِکَ	کَانُوۡا یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۵۵﴾	وَ قَالَ الَّذِیۡنَ	اُوۡتُوا
(کہ) وہ نہیں ٹھہرے	سوائے ایک گھڑی کے	اس طرح	وہ الٹے پھیرے جاتے تھے	اور وہ لوگ کہیں گے جن کو	دیا گیا تھا

الۡعِلۡمَ وَ الۡاِیۡمَانَ	لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ	فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ	اِلٰی یَوۡمِ الۡبَعۡثِ ۫	فَہٰذَا یَوۡمُ الۡبَعۡثِ
علم اور ایمان	یقیناً تم لوگ ٹھہر چکے ہو	اللہ کی کتاب (ریکارڈ) میں	اٹھائے جانے کے دن تک	تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے

وَ لٰکِنَّکُمۡ	کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾	فَیَوۡمَئِذٍ	لَّا یَنۡفَعُ	الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا
اور لیکن تم لوگ	نہیں جانتے تھے	تو اُس دن	نفع نہیں دے گی	ان کو جنہوں نے ظلم کیا

مَعۡذِرَتُہُمۡ	وَ لَا ہُمۡ	یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۵۷﴾	وَ لَقَدۡ ضَرَبۡنَا	لِلنَّاسِ	فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ
ان کی معذرت	اور نہ وہ لوگ	منائے جائیں گے	اور بیشک ہم نے بیان کیا ہے	لوگوں کے لئے	اس قرآن میں

مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ	وَ لَئِنۡ جِئۡتَہُمۡ	بِاٰیَۃٍ	لَّیَقُوۡلَنَّ	الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا	اِنۡ اَنۡتُمۡ
ہر ایک (طرح کی) مثال	اور بیشک اگر آپؐ لائیں گے ان کے پاس	کوئی نشانی	تو لازماً کہیں گے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	نہیں ہو تم لوگ

اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾	کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ	عَلٰی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ	لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۹﴾
مگر ناحق کرنے والے	اس طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ	ان لوگوں کے دلوں پر جو	علم نہیں رکھتے

فَاصۡبِرۡ	اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ	وَّ لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ	الَّذِیۡنَ	لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع
پس آپؐ ثابت قدم رہیں	یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے	اور ہرگز ہلکا نہ سمجھیں آپؐ کو	وہ لوگ جو	یقین نہیں رکھتے

نوٹ۔1

کسی کو اپنی قوت و صلاحیت اور اپنے اسباب و وسائل پر ناز نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ بھی انسان کو ملتا ہے سب خدا کا ہی دیا ہوا ملتا ہے پھر اسی کی طرف سب لوٹ جاتا ہے۔ تم اپنے وجود پر ہی غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کمزور ناتواں حالت میں تم کو وجود بخشتا ہے۔ اسی کے بعد پھر جوانی کی توانائیاں اور صلاحیتیں عطا فرماتا ہے۔ اس کے بعد پھر بڑھاپے کی صورت میں ناتوانی کا دور عود کر آتا ہے۔ کسی کے امکان میں نہیں کہ اپنی جوانی اور طاقت کو برقرار رکھ سکے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آخری آیت کا مطلب یہ ہے کہ نہ کسی قیمت پر تمہیں خرید ا جاسکے، نہ کسی فریب سے تمہیں پھسلایا جاسکے، نہ کوئی خطرہ یا نقصان تمہیں اپنی راہ سے ہٹا سکے اور نہ دین کے معاملہ میں کسی لین دین کا سودا تم سے چکایا جاسکے۔ یہ سارا مضمون اللہ تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام نے اس ذرا سے فقرے میں سمیٹ دیا کہ ''یہ بے یقین لوگ تم کو ہلکا نہ پائیں۔'' (تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ لقمان (31)

آیت نمبر 1 تا 11

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ﴿1﴾	تِلۡکَ	اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿2﴾	ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً	لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿3﴾
-	یہ	حکمت والی کتاب کی آیات ہیں	ہدایت اور رحمت ہوتے ہوئے	بلا کم و کاست نیکی کرنے والوں کے لئے

الَّذِیۡنَ	یُقِیۡمُوۡنَ	الصَّلٰوۃَ	وَ یُؤۡتُوۡنَ	الزَّکٰوۃَ	وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ
وہ لوگ جو	قائم رکھتے ہیں	نماز کو	اور پہنچاتے ہیں	زکوٰۃ کو	اور وہ لوگ ہی آخرت پر
ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿4﴾	اُولٰٓئِکَ	عَلٰی ہُدًی	مِّنۡ رَّبِّہِمۡ	وَ اُولٰٓئِکَ	ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿5﴾
یقین رکھتے ہیں	وہ لوگ	ہدایت پر ہیں	اپنے رب (کی طرف) سے	اور وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ	یَّشۡتَرِیۡ	لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ	لِیُضِلَّ	عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ
اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو	خریدتے ہیں	بات کے کھیل (فضولیات) کو	تاکہ وہ گمراہ کریں	اللہ کی راہ سے

بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ	وَّ یَتَّخِذَہَا	ہُزُوًا ؕ	اُولٰٓئِکَ	لَہُمۡ	عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿6﴾
کسی علم کے بغیر	اور تاکہ وہ بنائیں اس (راہ) کو	مذاق کا نشانہ	وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	رسوا کرنے والا عذاب ہے
وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ	اٰیٰتُنَا	وَلّٰی	مُسۡتَکۡبِرًا	کَاَنۡ	لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا
اور جب بھی پڑھی جاتی ہیں اس پر	ہماری آیتیں	تو وہ مڑ جاتا ہے	بڑا بنتے ہوئے	جیسے کہ	اس نے سنا ہی نہیں ان کو
کَاَنَّ	فِیۡۤ اُذُنَیۡہِ	وَقۡرًا ۚ	فَبَشِّرۡہُ	بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿7﴾	اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
گویا کہ	اس کے دونوں کانوں میں	کوئی بوجھ ہے	تو آپ خوشخبری دیں اس کو	ایک دردناک عذاب کی	بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾	خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ	1511 وَعْدَ اللّٰهِ
اورانہوں نے عمل کئے نیکیوں کے	ان کے لئے	دائمی نعمتوں کے باغات ہیں	ہمیشہ رہنے والے اس میں	(یقیناً) اللہ کا وعدہ

حَقًّا ؕ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	بِغَيْرِ عَمَدٍ
(ہو چکا) برحق	اور وہ ہی بالادست ہے	حکمت والا ہے	اس نے پیدا کیا آسمانوں کو	ایسے ستونوں کے بغیر

تَرَوْنَهَا	وَاَلْقٰى	فِي الْاَرْضِ	رَوَاسِيَ	اَنْ	تَمِيْدَ بِكُمْ	وَبَثَّ
تم لوگ دیکھو جن کو	اور اس نے ڈالے	زمین میں	کچھ پہاڑ	کہ کہیں	وہ لرزے تمہارے ساتھ	اور اس نے پھیلائے

فِيْهَا	مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	فَاَنْۢبَتْنَا
اس میں	ہر چلنے والے جاندار میں سے	اور ہم نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	پھر ہم نے اگایا

فِيْهَا	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾	هٰذَا	خَلْقُ اللّٰهِ	فَاَرُوْنِيْ	مَاذَا	خَلَقَ
اس (زمین) میں	ہر ایک نفیس و پاکیزہ جوڑے میں سے	یہ	اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے	تو تم لوگ دکھاؤ مجھ کو	کیا	پیدا کیا

الَّذِيْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ ؕ	بَلِ الظّٰلِمُوْنَ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ ع
ان لوگوں نے جو	اس کے سوا ہیں	بلکہ ظلم کرنے والے	کھلی گمراہی میں ہیں

نوٹ۔1

آیت۔4۔ میں زکوٰۃ کا حکم ہے حالانکہ یہ آیت مکی ہے۔ اس سے اور سورۃ مزمل سے بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا حکم مکہ میں ہجرت سے پہلے آچکا تھا۔ البتہ ہجرت کے دوسرے سال میں نصابوں کا تقرر اور مقدار واجب کی تفصیلات اور حکومت کی طرف سے اس کی وصولیاں اور خرچ کرنے کا انتظام ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۶۔ میں مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ آیا ہے۔ اِشْتِرَآءٌ کے لغوی معنی خریدنے کے ہیں اور بعض اوقات ایک کام کے بدلے دوسرے کام کو اختیار کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے اَلَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ میں لفظ حدیث تو باتوں اور قصے کہانیوں کے لئے آیا ہے اور لَهْوَ کے لفظ معنی غفلت میں پڑنے کے ہیں۔ جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں ڈالیں وہ لہو کہلاتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین اور عامہ مفسرین کے نزدیک لھو الحدیث عام ہے تمام ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالے۔

مذموم اور ممنوع اور لھو اور کھیل ہے جس میں کوئی دینی و دنیوی فائدہ نہ ہو۔ جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے کیا جائے یا کم از کم طبیعت کی تھکان دور کرنے کے لئے ہوں تو ایسے کھیل شرعاً مباح ہیں اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان میں غلو نہ کیا جائے اور ان ہی کو مشغلہ نہ بنایا جائے کہ ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے۔ (معارف القرآن۔ ج7۔ ص19 تا23 سے ماخوذ)

آیت نمبر 12 تا 15

ترجمہ:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	لُقْمٰنَ	الْحِكْمَةَ	اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ	وَمَنْ يَّشْكُرْ	فَاِنَّمَا
اور بیشک ہم دے چکے	لقمان کو	دانائی	کہ تو کر شکر اللہ کا	اور جو شکر کرتا ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

يَشْكُرُ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ كَفَرَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾
اور شکر کرتا ہے	اپنی ہی جان (کے بھلے) کے لئے	اور جو ناشکری کرتا ہے	تو بیشک اللہ	بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ	لِابْنِهٖ	وَهُوَ	يَعِظُهٗ	يٰبُنَيَّ	لَا تُشْرِكْ
اور جب کہا لقمان نے	اپنے بیٹے سے	اس حال میں کہ وہ	نصیحت کر رہا تھا اس کو	اے میرے بچے	تو شریک مت کرنا

بِاللّٰهِ ؕ	اِنَّ الشِّرْكَ	لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾	وَوَصَّيْنَا	الْاِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ ۚ
اللہ کے ساتھ (کسی کو)	بیشک شرک	یقیناً ایک عظیم ظلم ہے	اور ہم نے تاکید کی	انسان کو	اس کے والدین کے بارے میں

حَمَلَتْهُ	اُمُّهٗ	وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ	وَّفِصٰلُهٗ	فِيْ عَامَيْنِ	اَنِ اشْكُرْ لِيْ
اٹھایا اس کو	اس کی ماں نے	تکلیف پر تکلیف جھیلتے ہوئے	اور اس کا دودھ چھڑانا	دو سالوں میں	کہ تو کر شکر میرا

وَلِوَالِدَيْكَ ؕ	اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾	وَاِنْ جَاهَدٰكَ	عَلٰٓى اَنْ
اور اپنے والدین کا	میری طرف ہی لوٹنا ہے	اور اگر وہ دونوں کشمکش کریں تجھ سے	اس (بات) پر کہ

تُشْرِكَ بِيْ	مَا	لَيْسَ لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ ۙ	فَلَا تُطِعْهُمَا
تو شریک کرے میرے ساتھ	اس کو	نہیں ہے تیرے لئے	جس کے بارے میں	کوئی علم	تو تو اطاعت مت کر ان دونوں کی

وَصَاحِبْهُمَا	فِي الدُّنْيَا	مَعْرُوْفًا	وَّاتَّبِعْ	سَبِيْلَ مَنْ	اَنَابَ	اِلَيَّ ۚ
اور ان دونوں کے ساتھ رہ	دنیا میں	بھلے طریقے سے	اور تو پیروی کر	اس کے راستے کی جس نے	رخ کیا	میری طرف

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ	فَاُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾
پھر میری طرف ہی تم لوگوں کا لوٹنا ہے	تو میں جتلا دوں گا تم لوگوں کو	وہ جو	تم لوگ کیا کرتے تھے

نوٹ۔1

حضرت لقمان کی شخصیت عرب میں ایک حکیم و دانا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ اہل عرب میں بعض پڑھے لکھے لوگوں کے پاس صحیفہ لقمان کے نام سے ان کے حکیمانہ اقوال کا ایک مجموعہ بھی موجود تھا۔ ہجرت سے تین سال پہلے مدینہ کا پہلا شخص جو رسول اللہ ﷺ سے متاثر ہوا وہ سوید بن صامت تھا۔ وہ حج کے لئے گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی تقریر سنی۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ جو باتیں پیش کر رہے ہیں ایسی ہی ایک چیز میرے پاس بھی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا مجلہ لقمان۔ پھر آپ ﷺ کی فرمائش پر اس نے اس کا کچھ حصہ آپ ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت اچھا کلام ہے مگر میرے پاس ایک اور کلام اس سے بہتر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے قرآن سنایا۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ بلاشبہ مجلہ لقمان سے بہتر ہے۔ پھر جب وہ مدینہ واپس ہوا تو کچھ عرصہ بعد جنگ بعاث پیش آئی اور یہ اس میں مارا گیا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

حضرت کی نصیحتوں کے درمیان میں یعنی آیت۔15۔ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم بیان فرمایا کہ اگرچہ ہم نے اولاد کو ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کی بڑی تاکیدی کی ہے، لیکن شرک ایک ایسا ظلم عظیم ہے کہ وہ ماں باپ کے مجبور کرنے سے بھی جائز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو اس کے والدین اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں والدین کا کہنا ماننا بھی جائز نہیں ہے۔ مگر دنیا کے کاموں میں مثلاً ان کی جسمانی خدمت میں یا مالی اخراجات میں کمی نہ ہونے دو اور نہ بے ادبی کرو۔ مطلب یہ ہے کہ شرک کے معاملہ میں ان کا کہنا نہ ماننے سے جو ان کی دل آزاری ہوگی وہ تو مجبوری کے لئے برداشت کرو مگر ضرورت کو ضرورت کی حد میں رکھو اور دوسرے معاملات میں ان کی دل آزاری سے پرہیز کرو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (16 تا 19)

ص ع ر

(س) صَعَرًا منہ کا ٹیڑھا ہونا۔

(تفعیل) تَصْعِيْرًا تکبر سے رخسار ٹیڑھا کرنا۔ پھلانا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

خ د د

(ن) خَدًّا چوٹ کا نشان چھوڑنا۔ زمین میں گڑھا کرنا۔

خَدٌّ گڑھا۔ رخسار (چہرے کا گڑھا) زیر مطالعہ آیت۔18۔

خُدَّةٌ ج اُخْدُوْدٌ۔ گڑھا۔ کھائی۔ ﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾ (85/البروج: 4) ”مارے گئے کھائیاں (کھودنے) والے۔“

ترجمہ:

یٰبُنَیَّ	اِنَّھَآ	اِنْ تَكُ	مِثْقَالَ حَبَّةٍ	مِّنْ خَرْدَلٍ	فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ
اے میرے بچے	حقیقت یہ ہے کہ	اگر وہ (برائی) ہوگی	ایک دانے کے ہم وزن	رائی میں سے	پھر وہ ہو کسی چٹان میں

اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ	اَوْ فِی الْاَرْضِ	یَاْتِ بِهَا	اللّٰهُ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	لَطِیْفٌ	خَبِیْرٌ ⑯
یا آسمانوں میں	یا زمین میں	لے آئے گا اس کو	اللہ	یقیناً اللہ	باریک بین ہے	باخبر ہے

یٰبُنَیَّ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	وَاْمُرْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَانْهَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
اے میرے بچے	تو قائم رکھ	نماز کو	اور تو تاکید کر	بھلائی کی	اور تو منع کر	برائی سے

وَاصْبِرْ	عَلٰی مَآ	اَصَابَكَ ؕ	اِنَّ ذٰلِكَ	مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ ⑰	وَلَا تُصَعِّرْ
اور تو صبر کر	اس پر جو	آ لگے تجھ کو	بیشک یہ	معاملات کی ثابت قدمی میں سے	اور تو مت پھلا

خَدَّكَ	لِلنَّاسِ	وَلَا تَمْشِ	فِي الْاَرْضِ	مَرَحًا ط	1511 اِنَّ اللّٰهَ
اپنے گال کو	لوگوں کے لئے	اور تو مت چل	زمین میں	اتراتا ہوا	بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ	كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ ⑱	وَاقْصِدْ	فِيْ مَشْيِكَ
پسند نہیں کرتا	کسی بھی اکڑنے والے فخر کرنے والے کو	اور تو میانہ روی اختیار کر	اپنی چال میں
وَاغْضُضْ	مِنْ صَوْتِكَ ط	اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ	لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ع ⑲
اور تو پست رکھ	اپنی آواز میں سے	بیشک آوازوں کی بدترین	یقیناً گدھوں کی آواز ہے

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں ہے کہ چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چلنے کی تیزیا سست رفتار پر بحث نہیں ہے۔ آدمی کو جلدی کا کوئی کام ہو تو تیز کیوں نہ چلے اور اگر وہ محض تفریحاً چل رہا ہے تو آہستہ چلنے میں کیا قباحت ہے۔ دراصل جو چیز یہاں مقصود ہے وہ نفس کی اس کیفیت کی اصلاح ہے جس کے اثر سے چال میں اکڑ یا مسکینی کا ظہور ہوتا ہے۔ دولت، اقتدار، حسن، علم، طاقت وغیرہ انسان کے اندر تکبر پیدا کرتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا گھمنڈ اس کی چال کا ایک مخصوص ٹائپ پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس چال میں مسکینی کا ظہور بھی کسی مذموم نفسی کیفیت کے اثر سے ہوتا ہے اور کبھی انسان حالات سے شکست کھا کر اور اپنی نگاہ میں آپ حقیر ہو کر مریل چال چلنے لگتا ہے، لقمان کی نصیحت کا منشا یہ ہے کہ اپنے نفس کی ان کیفیات کو دور کرو اور ایک معقول انسان کی سی چال چلو۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (20 تا 24)

س ب غ

(ن) سُبُوْغًا: کسی چیز کا فراخ اور وسیع ہونا۔ دراز ہونا۔

سَابِغٌ: اسم الفاعل ہے۔ وسیع اور دراز ہونا۔ پھر مجازاً پوری اور مکمل زرہ کے لئے آتا ہے۔ ﴿ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ ﴾ (34/ سبا: 10، 11) ''اور ہم نے نرم کیا اس کے لئے لوہے کو کہ تو عمل کر یعنی بنا کشادہ زرہیں۔''

(افعال) اِسْبَاغًا: کسی چیز کو وسیع کرنا۔ مکمل کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔20۔

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَوْا	اَنَّ اللّٰهَ	سَخَّرَ لَكُمْ	مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
کیا تم لوگوں نے غور نہیں کیا	کہ اللہ نے	مسخر کیا تمہارے لئے	اس کو جو آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ	وَاَسْبَغَ	عَلَيْكُمْ	نِعَمَهٗ	ظَاهِرَةً	وَّبَاطِنَةً ط
اور اس کو جو زمین میں ہے	اور اس نے تمام کیں	تم لوگوں پر	اپنی نعمتیں	ظاہری ہوتے ہوئے	اور باطنی ہوتے ہوئے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	يُّجَادِلُ	فِى اللّٰهِ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَّلَا هُدًى	وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٢٠
اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو	مناظرہ کرتے ہیں	اللہ (کے بارے) میں	کسی علم کے بغیر	اور نہ کسی ہدایت سے	اور نہ کسی روشن کتاب سے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ نَتَّبِعُ
اور جب کہا جاتا ہے ان لوگوں سے	تم لوگ پیروی کرو	اس کی جو نازل کیا اللہ نے	تو وہ لوگ کہتے ہیں	بلکہ ہم پیروی کرتے ہیں

مَا	وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا ۭ	اَوَلَوْ	كَانَ	الشَّيْطٰنُ	يَدْعُوْهُمْ	اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝٢١
اس کی	ہم نے پایا	جس پر	اپنے باپ دادا کو	اور کیا اگر	ہو	شیطان (کہ)	وہ بلاتا ہو ان کو	شعلوں والی آگ کے عذاب کی طرف

وَمَنْ يُّسْلِمْ	وَجْهَهٗٓ	اِلَى اللّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
اور جو تابعدار کرتا ہے	اپنے چہرے (شخصیت) کو	اللہ کی طرف	اس حال میں کہ وہ	حسن دینے والا ہے (نیکی کو)	تو وہ چمٹ گیا ہے

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ	وَاِلَى اللّٰهِ	عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝٢٢	وَمَنْ كَفَرَ	فَلَا يَحْزُنْكَ
انتہائی مضبوط کنڈے سے	اور اللہ ہی کی طرف	تمام معاملات کا انجام ہے	اور جس نے انکار کیا	تو غمگین مت کرے آپ کو

كُفْرُهٗ ۭ	اِلَيْنَا	مَرْجِعُهُمْ	فَنُنَبِّئُهُمْ	بِمَا عَمِلُوْا ۭ	اِنَّ اللّٰهَ
اس کا انکار کرنا	ہماری طرف ہی	ان سب کا لوٹنا ہے	تو ہم جتا دیں گے ان کو	وہ جو انہوں نے عمل کئے	بیشک اللہ

عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٢٣	نُمَتِّعُهُمْ	قَلِيْلًا	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ	اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٢٤
جاننے والا ہے	سینوں والی (باتوں) کو	ہم برتنے کا سامان دیں گے	ان کو تھوڑا سا	پھر ہم مجبور کریں گے ان کو	ایک گاڑھے عذاب کی طرف

نوٹ۔1

کسی چیز کو کسی کے لئے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ دوسرے یہ کہ اس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اس شخص کے لئے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ایک ہی معنی میں مسخر نہیں کیا بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مسخر ہیں اور بعض دوسرے معنی میں مثلاً ہوا، پانی، آگ، مٹی، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لئے مسخر ہیں اور چاند، سورج وغیرہ دوسرے معنی میں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتیں ظاہری و مادی بھی ہیں اور عقلی و روحانی بھی۔ شکل و صورت، ہاتھ، غذا لباس اور اس قبیل کی دوسری تمام چیزیں بھی اس کی بخشی ہوئی ہیں اور سمع و بصر، عقل و ادراک اور ہدایت کی نعمتیں بھی اسی کی عطا کردہ ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کے متعلق کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ خدا کے سوا کسی اور سے اس کو ملی ہیں یا کوئی دوسرا ان کے ملنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تو جب تمام نعمتوں کو بخشنے والا اللہ ہی ہے تو بندے کی تمام شکر گزاری کا حق دار بھی وہی ہوا۔ کوئی دوسرا اس کے اس حق میں کس طرح ساجھی بن سکتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (25 تا 30)

ترکیب

آیت۔27۔ لَوْ شرطیہ ہے۔ مَا فِی الْاَرْضِ سے سَبْعَةُ اَبْحُرٍ تک شرط ہے اور مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ جواب شرط ہے۔ شرط میں مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ صلہ موصول مل کر مبتدا ہے اور اَقْلَامٌ اس کی خبر ہے۔ اَلْبَحْرُ مبتدا ثانی ہے اور اس کی خبر مِدَادٌ محذوف ہے۔ يَمُدُّ کا فاعل سَبْعَةُ اَبْحُرٍ ہے اور هٗ کی ضمیر مفعولی اَلْبَحْرُ کے لئے ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے فعل ماضی نَفِدَتْ کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ:

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ۭ
اور بیشک اگر	آپؐ پوچھیں ان سے	کس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلِ	الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۲۵	لِلّٰهِ	مَا
آپؐ کہئے	تمام شکر و سپاس اللہ کے لئے ہے	بلکہ (لیکن) ان کی اکثریت	جانتی نہیں ہے	اللہ ہی کا ہے	وہ جو

فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ۲۶	وَلَوْ اَنَّ
آسمانوں اور زمین میں ہے	یقیناً اللہ	بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے	اور اگر یہ (ہوتا ہے) کہ

مَا	فِی الْاَرْضِ	مِنْ شَجَرَةٍ	اَقْلَامٌ	وَّالْبَحْرُ	يَمُدُّهٗ	مِنْۢ بَعْدِهٖ
جو	زمین میں	(از قسم) درخت میں سے ہے وہ	قلم ہوتے	اور سمندر (روشنائی ہوتا)	بڑھاتے اس کو	اس کے بعد

سَبْعَةُ اَبْحُرٍ	مَّا نَفِدَتْ	كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ۲۷
سات سمندر	تو ختم نہیں ہوں گے	اللہ کے فرمان	یقیناً اللہ	بالادست ہے	حکمت والا ہے

مَا	خَلْقُكُمْ	وَلَا بَعْثُكُمْ	اِلَّا	كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ
نہیں ہے	تم لوگوں کا پیدا کرنا	اور نہ ہی تمہارا اٹھانا	مگر	ایک جان (کو پیدا کرنے اور اٹھانے) کی مانند	یقیناً اللہ

سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ۲۸	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	يُوْلِجُ	الَّيْلَ فِی النَّهَارِ	وَيُوْلِجُ
سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	کیا تو نے غور نہیں کیا	کہ اللہ	گھساتا ہے	رات کو دن میں	اور وہ گھساتا ہے

النَّهَارَ فِی الَّيْلِ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ	كُلٌّ	يَّجْرِيْٓ	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
دن کو رات میں	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	سب کے سب	رواں دواں ہیں	ایک معین (خاتمے کے) وقت کی طرف

وَّاَنَّ اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ۲۹	ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْحَقُّ	وَاَنَّ
اور یہ کہ اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	باخبر ہے	یہ اس سبب سے کہ اللہ	ہی حق ہے	اور یہ کہ

مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهِ	الْبَاطِلُ ۙ	وَاَنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ۳۰ ع
جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	وہ ہی باطل ہے	اور یہ کہ اللہ	ہی بلند ہے	بڑا ہے

نوٹ۔1

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى[1511] کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کی جو مدتِ عمر مقرر کر دی گئی ہے اس وقت تک وہ چل رہی ہے۔ سورج ہو یا چاند یا کائنات کا کوئی اور سیارہ، ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ ہر ایک کا ایک وقتِ آغاز ہے جس سے پہلے وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت اختتام ہے جس کے بعد وہ موجود نہ رہے گی۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (31 تا 34)

خ ت ر

(ض) خَتْرًا بری طرح بے وفائی کرنا۔ غداری کرنا۔

خَتَّارٌ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ عہد شکنی کثرت سے کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔32۔

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ	اَنَّ الْفُلْكَ	تَجْرِيْ	فِي الْبَحْرِ	بِنِعْمَتِ اللّٰهِ	لِيُرِيَكُمْ
کیا تونے غور نہیں کیا	کہ کشتی	چلتی ہے	سمندر میں	اللہ کی نعمت (یعنی فضل) سے	تاکہ وہ دکھائے تم لوگوں کو

مِّنْ اٰيٰتِهٖ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾
اپنی نشانیوں میں سے (کچھ)	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ہر ایک کثرت سے تحمل کرنے والے کے لئے	بہت شکر کرنے والے کے لئے

وَاِذَا غَشِيَهُمْ	مَّوْجٌ	كَالظُّلَلِ	دَعَوُا اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ الدِّيْنَ
اور جب چھا جاتی ہے ان پر	کوئی موج	بادلوں کی مانند	تو وہ لوگ پکارتے ہیں اللہ کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو

فَلَمَّا	نَجّٰىهُمْ	اِلَى الْبَرِّ	فَمِنْهُمْ	مُّقْتَصِدٌ	وَمَا يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ
پھر جب	وہ نجات دیتا ہے ان کو	خشکی کی طرف	تو ان میں	میانہ رو (بھی) ہیں	اور انکار نہیں کرتا	ہماری نشانیوں کا

اِلَّا كُلُّ	خَتَّارٍ	كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمْ	وَاخْشَوْا
مگر ہر ایک	کثرت سے غداری کرنے والا	بہت ناشکری کرنے والا	اے لوگو!	تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	اپنے رب کا	اور ڈرو

يَوْمًا	لَّا يَجْزِيْ	وَالِدٌ	عَنْ وَّلَدِهٖ	وَلَا مَوْلُوْدٌ
ایک ایسے دن سے جب	بدلے میں نہیں دے گا	کوئی والد	اپنی اولاد کی طرف سے (کچھ بھی)	اور نہ کوئی اولاد (ہوگی)

هُوَ	جَازٍ	عَنْ وَّالِدِهٖ	شَيْـــًٔا	اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ	حَقٌّ
(کہ) وہ	بدلے میں دینے والی ہو	اپنے والد کی طرف سے	کچھ بھی	یقیناً اللہ کا وعدہ	برحق ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ	بِاللّٰهِ	الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾
تو ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	دنیوی زندگی	اور ہرگز دھوکہ نہ دے تم کو	اللہ کے بارے میں	وہ انتہائی دھوکے باز

اِنَّ اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ السَّاعَةِ	وَيُنَزِّلُ	الْغَيْثَ
یقیناً اللہ	اس کے پاس ہی	اُس گھڑی (قیامت) کا علم ہے	اور وہ اتارتا ہے	بارش کو

وَيَعۡلَمُ	مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ	وَمَا تَدۡرِىۡ	نَفۡسٌ	مَّاذَا	1511 تَكۡسِبُ
اور وہ جانتا ہے	اس کو جو رحموں میں ہے	اور نہیں جانتی	کوئی جان	کیا	وہ کمائے گی

غَدًا ؕ	وَمَا تَدۡرِىۡ	نَفۡسٌۢ	بِاَىِّ اَرۡضٍ	تَمُوۡتُ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	عَلِيۡمٌ	خَبِيۡرٌ ؑ ۳۴
کل	اور نہیں جانتی	کوئی جان	کون سی زمین میں	وہ مرے گی	یقیناً اللہ	جاننے والا ہے	باخبر ہے

نوٹ۔1

34۔ میں پہلی تین چیزوں میں اگرچہ تصریح نہیں کی گئی کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے مگر کلام ایسے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے جس سے ان چیزوں کے علم کا انحصار علم الٰہی میں معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ باقی دو چیزوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (معارف القرآن۔ ج7 ص52) علم غیب درحقیقت اس علم کو کہا جاتا ہے جو سبب طبعی کے واسطہ سے نہ ہو بلکہ بلاواسطہ خودبخود ہو۔ جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام کو بذریعہ الہام اور نجومیوں وغیرہ کو اپنے حسابات واسباب طبیعیہ کے ذریعہ حاصل ہو جائیں تو وہ علم غیب نہیں بلکہ انباء الغیب (غیب کی خبریں) ہیں جو کسی جزوی و شخصی معاملہ میں کسی مخلوق کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان کا حاصل ہو جانا آیت مذکورہ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا کلی علم جو تمام مخلوقات اور تمام حالات پر حاوی ہو، وہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ کوئی جزوی علم کسی ذریعہ سے حاصل ہو جانا اس کے منافی نہیں۔ اس کے علاوہ علم سے مراد علم قطعی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ الہام کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعی نہیں ہوتا۔ اس میں مغالطوں کے بہت احتمالات رہتے ہیں۔ (معارف القرآن۔ ج7 ص54)

نوٹ۔2

مذکورہ بالا نوٹ میں سبب طبعی، کلی علم، جزوی علم اور علم قطعی کا ذکر آیا ہے۔ ان کی وضاحت کے لئے ہم ایک سوال کے جواب کا ایک حصہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ سوال و جواب فاؤنڈیشن کے سہ ماہی میگزین میں شائع ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کسی علم کو جب کوئی شکل عطا فرما دیتا ہے، اور انسان اس کا علم حاصل کرتا ہے تو اسے علم غیب نہیں کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کو شکل دیتا ہی اس لئے ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے۔ اس بات کو ذہن میں رکھ کر اللہ اور بندے کے علم کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حمل قرار پانے کے بعد چھ ہفتوں تک انسان کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ حمل ہے کہ نہیں ہے، لیکن اللہ جانتا ہے۔ چھ ہفتوں کے بعد جب اس کا حجم کچھ بڑھ جاتا ہے تو Pregnancy Test کے ذریعہ انسان معلوم کر سکتا ہے کہ حمل ہے یا نہیں، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ مذکر ہے یا مؤنث، لیکن اللہ جانتا ہے، پھر تین مہینوں میں جب بچے کے جنسی اعضاء شکل اختیار کر لیتے ہیں تو انسان الٹراساؤنڈ کے ذریعے جان سکتا ہے کہ بچہ مذکر ہے یا مونث، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ بچے کا رنگ کیا ہے۔ البتہ اللہ جانتا ہے۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو انسان جان سکتا ہے کہ اس کا رنگ کیا ہوگا، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا قد و کاٹھ کیا ہوگا۔ اسی طرح بچے کی طبیعت و مزاج، سیرت و کردار، والدین خاندان اور قوم کے لئے نیک و سعد ہونا یا نہ ہونا، وغیرہ وغیرہ بے شمار چیزیں ہیں جو اللہ کے علم میں ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ مختلف شکلوں میں انسان کے علم میں آتی ہیں۔

مورخہ ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

بمطابق 27/ دسمبر 2007ء

1511

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ السجدہ (32)

آیت نمبر (1 تا 11)

م ھ ن

(ك) مَهَانَةً — حقیر و ذلیل ہونا۔ بے وقعت ہونا۔

مَهِيْنٌ — فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ حقیر۔ بے وقعت۔ زیر مطالعہ آیت۔8۔

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾	تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ	لَا رَيۡبَ	فِيۡهِ	مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ﴿۲﴾	اَمۡ	يَقُوۡلُوۡنَ
۔	اس کتاب کا اتارنا ہے	کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے	جس میں	تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے	یا	وہ لوگ کہتے ہیں

افۡتَرٰٮهُ ۚ	بَلۡ هُوَ الۡحَـقُّ	مِنۡ رَّبِّكَ	لِتُنۡذِرَ	قَوۡمًا	مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ
انہوں نے گھڑا ہے اس کو	بلکہ وہ ہی حق ہے	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تا کہ آپؐ خبردار کریں	ایک ایسی قوم کو	نہیں پہنچا جن کے پاس

مِّنۡ نَّذِيۡرٍ	مِّنۡ قَبۡلِكَ	لَعَلَّهُمۡ	يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾	اَللّٰهُ الَّذِىۡ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ
کوئی بھی خبردار کرنے والا	آپؐ سے پہلے	شاید وہ لوگ	ہدایت پائیں	اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيۡنَهُمَا	فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ اسۡتَوٰى	عَلَى الۡعَرۡشِ ؕ	مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ
اور اس کو جو ان دونوں کے درمیان ہے	چھ دنوں میں	پھر وہ متمکن ہوا	عرش پر	تم لوگوں کے لئے نہیں ہے اس کے سوا

مِنۡ وَّلِىٍّ	وَّلَا شَفِيۡعٍ ؕ	اَفَلَا تَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴﴾	يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ	مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ
کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی سفارش کرنے والا	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	وہ تدبیر کرتا تمام معاملات کی	آسمان سے زمین کی طرف

ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ	فِىۡ يَوۡمٍ	كَانَ	مِقۡدَارُهٗۤ	اَلۡفَ سَنَةٍ	مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۵﴾
پھر وہ (معاملہ) عروج کرتا ہے اس کی طرف	ایک ایسے دن میں	ہے	جس کے اندازے کا پیمانہ	ایک ہزار سال	جس سے تم لوگ گنتی کرتے ہو

ذٰلِكَ	عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ	الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿۶﴾	الَّذِىۡۤ	اَحۡسَنَ	كُلَّ شَىۡءٍ
یہ ہے	ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا	جو بالادست ہے رحم کرنے والا ہے	وہ جس نے	حسن دیا	ہر اُس چیز کو

خَلَقَهٗ	وَبَدَاَ	خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ	مِنۡ طِيۡنٍ ۚ﴿۷﴾	ثُمَّ جَعَلَ	نَسۡلَهٗ
اس نے پیدا کیا جس کو	اور اس نے ابتدا کی	انسان کی تخلیق کی	ایک گارے سے	پھر اس نے بنایا	اس کی نسل کو

مِنۡ سُلٰلَةٍ	مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۚ﴿۸﴾	ثُمَّ سَوّٰٮهُ	وَنَفَخَ فِيۡهِ	مِنۡ رُّوۡحِهٖ
ایک جوہر سے	حقیر پانی میں سے	پھر اس نے نوک پلک درست کی اس کی	اور پھونکا اس میں	اپنی روح میں سے

وَجَعَلَ لَكُمُ	السَّمۡعَ	وَالۡاَبۡصَارَ	وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ	قَلِيۡلًا مَّا	1511 تَشۡكُرُوۡنَ ⑨
اور بنایا تمہارے لئے	سننے (کی صلاحیت) کو	اور آنکھیں	اور دل	بہت ہی تھوڑا	تم لوگ شکر کرتے ہو
وَقَالُوۡٓا	ءَاِذَا	ضَلَلۡنَا	فِى الۡاَرۡضِ	ءَاِنَّا	لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ
اور ان لوگوں نے کہا	کیا جب	ہم گم (رل مل) جائیں گے	زمین (مٹی) میں	تو کیا ہم	ضرور نئے (سرے سے) پیدا کئے جائیں گے
بَلۡ هُمۡ	بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ	كٰفِرُوۡنَ ⑩	قُلۡ	يَتَوَفّٰٮكُمۡ	مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِىۡ
بلکہ وہ لوگ	اپنے رب سے ملاقات کا	انکار کرنے والے ہیں	آپ کہہ دیجئے	موت دے گا تم لوگوں کو	موت کا وہ فرشتہ جس کو

وُكِّلَ	بِكُمۡ	ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ	تُرۡجَعُوۡنَ ⑪ ع
نگہبان مقرر کیا گیا	تمہارا	پھر تمہارے رب کی طرف	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

عرب میں دینِ حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے ذریعہ سے پہنچی تھی۔ جو زمانہ قبل تاریخ میں گزرے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ آئے جن کا زمانہ حضور ﷺ سے ڈھائی ہزار سال قبل گزرا ہے۔ اس کے بعد آخری پیغمبر جو عرب کی سرزمین میں نبی ﷺ سے پہلے بھیجے گئے وہ حضرت شعیبؑ تھے۔ اور ان کی آمد پر بھی تقریباً دو ہزار برس گزر چکے تھے۔ یہ اتنی طویل مدت ہے کہ اس لحاظ سے آیت۔۳۔ میں یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ اس قوم کے اندر کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ جب نبی ﷺ سے پہلے صدہا برس تک عربوں میں کوئی نبی نہیں آیا تو اُس جاہلیت کے دور میں گزرے ہوئے لوگوں سے باز پرس کس بنیاد پر ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دین کا تفصیلی علم چاہے اُس جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کے پاس نہ رہا ہو مگر یہ بات اُس زمانے میں بھی لوگوں سے پوشیدہ نہ تھی کہ اصل دین توحید ہے اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی بھی بت پرستی نہیں سکھائی۔ یہ حقیقت ان روایات میں بھی محفوظ تھی جو عرب کے لوگوں کو اپنی سرزمین کے انبیاء سے پہنچی تھی اور قریب کی سرزمین میں آئے ہوئے انبیاء حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے واسطے سے بھی وہ اس حقیقت کو جانتے تھے۔ عرب کی روایات میں یہ بات بھی مشہور و معروف تھی کہ اہل عرب کا اصل دین، دینِ ابراہیمی تھا اور بت پرستی بعد میں شروع ہوئی۔ شرک اور بت پرستی کا رواج عام ہو جانے کے باوجود عرب کے مختلف حصوں میں جگہ جگہ ایسے لوگ موجود تھے جو شرک کا انکار کرتے تھے، توحید کا اعلان کرتے تھے اور بتوں پر قربانیوں کی اعلانیہ مذمت کرتے تھے۔ نبی ﷺ سے بالکل قریب زمانے میں بہت سے لوگوں کے حالات ہمیں تاریخوں میں ملتے ہیں جنہیں حُنَفَاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ توحید کو اصل دین کہتے تھے۔ (تفہیم القرآن)

آیت۔3۔ میں لفظ نذیر اپنے عام لغوی معنی میں ہے، یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والا (آخرت کے انجام سے خبردار کر کے) وہ خواہ رسول اور پیغمبر ہو یا انکا کوئی نائب، خلیفہ، یا عالمِ دین۔ جیسا کہ ابوحیان نے فرمایا کہ توحید اور ایمان کی دعوت کسی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم میں کبھی منقطع نہیں ہوئی۔ جب کہیں نبوت پر زمانہ دراز گزر جانے کے بعد اُس نبوت کا علم رکھنے والے علماء بہت کم رہ گئے تو کوئی دوسرا نبی و رسول مبعوث ہو گیا۔ روح المعانی میں موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل، جو نبی ﷺ سے ملے تھے، لیکن آپؐ کی نبوت سے پانچ سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا، ان کا حال یہ تھا کہ قریش کو بت پرستی سے روکتے تھے، بتوں کے نام پر قربانی دینے کو برا کہتے تھے اور اس کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ ان

کے بیٹے حضرت سعیدؓ بن زید عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میرے[1511] والد کا جو حال تھا وہ آپ ﷺ کو معلوم ہے، تو کیا میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 12 تا 22

ج ف و

(ن) جَفَوًا اعراض کرنا۔

(تفاعل) تَجَافِي کسی جگہ سے الگ ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۶۔

ترجمہ:

وَلَوْ	تَرٰٓى	اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ	نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ	عِنْدَ رَبِّهِمْ ط
اور کاش	تو تصور کرے	جب مجرم لوگ	اپنے سروں کو اوندھا کرنے والے ہیں	اپنے رب کے پاس

رَبَّنَآ	اَبْصَرْنَا	وَسَمِعْنَا	فَارْجِعْنَا	نَعْمَلْ
(اور کہنے والے ہیں) اے ہمارے رب	ہم بینا ہو گئے	اور ہم نے سن لیا	پس تو لوٹا دے ہم کو	تو ہم عمل کریں گے

صَالِحًا	اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾	وَلَوْ	شِئْنَا	لَاٰتَيْنَا	كُلَّ نَفْسٍ
نیکی کے	بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں	اور اگر	ہم چاہتے	تو ہم ضرور دیتے	ہر نفس کو

هُدٰىهَا	وَلٰكِنْ حَقَّ	الْقَوْلُ	مِنِّيْ
اس کی ہدایت	اور لیکن مقصد کے مطابق ہوئی	وہ بات	میری طرف سے

لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾	فَذُوْقُوْا	بِمَا
(کہ) میں لازماً بھر دوں گا	جہنم کو	جنوں اور انسانوں سے	سب سے	تو چکھو	اس کو جو

نَسِيْتُمْ	لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ج	اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ	وَذُوْقُوْا	عَذَابَ الْخُلْدِ
تم لوگوں نے بھلا دیا	تمہاری اس دن کی ملاقات کو	بیشک ہم نے بھلا دیا تم کو	اور تم لوگ چکھو	ہمیشگی کے عذاب کو

بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾	اِنَّمَا	يُؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	الَّذِيْنَ
بسبب اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ایمان لاتے ہیں	ہماری نشانیوں پر	وہ لوگ جو (ہیں کہ)

اِذَا ذُكِّرُوْا	بِهَا	خَرُّوْا	سُجَّدًا
جب ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے	ان (نشانیوں) کے ذریعہ سے	تو وہ گر پڑتے ہیں	سجدہ کرنے والوں کی حالت میں

وَّسَبَّحُوْا	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة	تَتَجَافٰى
اور تسبیح کرتے ہیں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور وہ لوگ بڑے نہیں بنتے	الگ ہوتے ہیں

جُنُوْبُهُمْ	عَنِ الْمَضَاجِعِ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	خَوْفًا	وَّطَمَعًا	وَّمِمَّا
ان کے پہلو	لیٹنے کی جگہوں سے	وہ لوگ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	ڈرتے ہوئے	اور آرزو کرتے ہوئے	اور اس سے جو

رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ۝١٦	فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ	مَّآ اُخْفِيَ	لَهُمْ
ہم نے دیا ان کو	خرچ کرتے ہیں	تو نہیں جانتی کوئی جان	اس کو جو پوشیدہ کیا گیا	ان لوگوں کے لئے

مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ	جَزَآءًۢ بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٧	اَفَمَنْ كَانَ	مُؤْمِنًا
آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے	بدلہ ہوتے ہوئے ان کا جو	یہ لوگ عمل کیا کرتے تھے	تو کیا وہ جو تھا	ایمان لانے والا

كَمَنْ كَانَ	فَاسِقًا ۭ	لَا يَسْتَوٗنَ ۝١٨	اَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
اس کے مانند ہے جو تھا	نافرمانی کرنے والا	یہ لوگ برابر نہیں ہوں گے	وہ جو لوگ ہیں جو	ایمان لائے	اور عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ	فَلَهُمْ	جَنّٰتُ الْمَاْوٰى	نُزُلًۢا	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٩
نیکیوں کے	تو ان کے لئے	بسنے کے باغات ہیں	مہمان نوازی ہوتے ہوئے	بسبب اس کے جو	یہ لوگ عمل کیا کرتے تھے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ	فَسَقُوْا	فَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ۭ	كُلَّمَآ	اَرَادُوْٓا	اَنْ يَّخْرُجُوْا
اور وہ جو لوگ ہیں جنھوں نے	نافرمانی کی	تو ان کا ٹھکانہ	آگ ہے	جب کبھی	وہ ارادہ کریں گے	کہ وہ نکلیں

مِنْهَآ	اُعِيْدُوْا	فِيْهَا	وَقِيْلَ	لَهُمْ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ
اس سے	وہ لوٹا دیئے جائیں گے	اس میں	اور کہا جائے گا	ان سے	تم لوگ چکھو	اس آگ کا عذاب

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝٢٠	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى	دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ
تم لوگ جس کو جھٹلاتے تھے	اور ہم لازماً چکھائیں گے ان لوگوں کو	نزدیک والے عذاب میں سے	بڑے عذاب کے علاوہ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٢١	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنْ	ذُكِّرَ	بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	اور کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس کو	یاددہانی کرائی گئی	اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے

ثُمَّ اَعْرَضَ	عَنْهَا ۭ	اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ	مُنْتَقِمُوْنَ ۝٢٢ ۧ
پھر اس نے اعراض کیا	اس سے	بیشک ہم ان مجرموں سے	انتقام لینے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔12۔ میں مجرموں کی اس درخواست پر کہ ہم کو واپس بھیج دے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت کا مشاہدہ اور تجربہ کرا کے ہدایت دینا ہوتا تو دنیا کی امتحان گاہ میں تم کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم حقیقت کو براہ راست دیکھنے کے بجائے کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اُس کی علامات دیکھ کر اپنی عقل سے اس کو پہنچانتے ہو یا نہیں۔ اور حقیقت جان لینے کے بعد اپنے نفس پر اتنا قابو پاتے ہو یا نہیں کہ خواہشات اور اغراض کی بندگی سے آزاد ہو کر اس حقیقت کو مان جاؤ اور اس کے مطابق اپنا طرز عمل درست کر لو۔ اس امتحان میں تم ناکام ہو چکے ہو۔ اب دوبارہ اسی امتحان کا سلسلہ کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ دوسرا امتحان اگر اس طرح لیا جائے کہ تمہیں وہ سب کچھ یاد ہو جو تم نے یہاں دیکھ اور سن لیا ہے تو یہ

سرے سے کوئی امتحان ہی نہ ہوگا۔ اور اگر پہلے کی طرح تمہیں خالی الذہن کر کے اور حقیقت کو اوجھل رکھ کر تمہیں پھر دنیا میں پیدا کر دیا جائے تو نتیجہ پہلے امتحان سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔17۔ کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ فراہم کر رکھا ہے جسے نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کبھی کسی کان نے سنا اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔21۔ میں عذاب ادنیٰ سے مراد دنیا کے مصائب، آفات اور امراض وغیرہ ہیں اور عذاب اکبر سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو ان کے گناہوں پر متنبہ کرنے کے لئے دنیا میں ان پر مصائب مسلط کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں سے باز آ جائیں اور آخرت کے عذاب اکبر سے نجات پائیں۔ اس طرح گنہگاروں کے لئے دنیا کے مصائب اور تکالیف ایک قسم کی رحمت ہی ہیں کہ غفلت سے باز آ کر عذاب آخرت سے بچ جائیں۔ البتہ جو لوگ آفات پر بھی اللہ کی طرف رجوع نہ ہوں، ان کے لئے یہ دوہرا عذاب ہو جاتا ہے۔ ایک اسی دنیا میں نقد اور دوسرا آخرت کا عذاب اکبر۔ انبیاء اور اولیاء اللہ پر جو مصائب آتے ہیں ان کا معاملہ الگ ہے، وہ ان کے امتحان اور رفع درجات کے لئے ہوتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 23 تا 30

ترکیب

(آیت۔23) مِنْ لِّقَآئِهٖ میں ہٖ کی ضمیر کو موسیٰؑ کے لئے بھی مانا جا سکتا ہے اور الْكِتٰبَ کے لئے بھی۔ دونوں طرح ترجمے کئے گئے ہیں اور دونوں درست ہیں۔ ہم ضمیر کا مرجع کتاب کو ماننے کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔26) كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یہ پورا فقرہ لَمْ يَهْدِ کا فاعل ہے۔

ترجمہ:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى	الْكِتٰبَ	فَلَا تَكُنْ	فِيْ مِرْيَةٍ	مِّنْ لِّقَآئِهٖ
اور بیشک ہم دے چکے ہیں موسیٰؑ کو	وہ کتاب (تورات)	تو آپؐ مت ہوں	کسی شبہ میں	اس (کتاب یعنی قرآن) کے ملنے سے

وَجَعَلْنٰهُ	هُدًى	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝٢٣	وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ	اَئِمَّةً	يَّهْدُوْنَ
اور ہم نے بنایا اُس (تورات کو)	ہدایت	بنی اسرائیل کے لئے	اور ہم نے بنائے ان میں سے	کچھ ایسے پیشوا	جو رہنمائی کرتے تھے

بِاَمْرِنَا	لَمَّا	صَبَرُوْا	وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝٢٤	اِنَّ رَبَّكَ
ہمارے حکم کے مطابق	جب	ان لوگوں نے صبر کیا	اور وہ لوگ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے	بیشک آپؐ کا رب

هُوَ يَفْصِلُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝٢٥
وہ ہی فیصلہ کرے گا	ان کے مابین	قیامت کے دن	اس میں	یہ لوگ جس میں اختلاف کرتے تھے

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ	كَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنَ الْقُرُوْنِ	1511 يَمْشُوْنَ
اور کیا رہنمائی کی ہی نہیں ان کیلئے	(اس بات نے کہ) ہم کتنی ہی ہلاک کیں	ان سے پہلے	قوموں میں سے	یہ لوگ چلتے ہیں

فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ط	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ط	اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝٢٦	اَوَلَمْ يَرَوْا
ان کے گھروں میں	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں	اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا

اَنَّا نَسُوْقُ	الْمَآءَ	اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ	فَنُخْرِجُ بِهٖ	زَرْعًا	تَاْكُلُ مِنْهُ
کہ ہم ہانکتے (رواں کرتے) ہیں	پانی کو	بنجر زمین کی طرف	پھر ہم نکالتے ہیں اس سے	ایک ایسی کھیتی	کھاتے ہیں جس سے

اَنْعَامُهُمْ	وَاَنْفُسُهُمْ ط	اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝٢٧	وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى
ان کے مویشی	اور ان کی جانیں (خود بھی)	تو کیا ان کو سجھائی نہیں دیتا	اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے (ہوگا)

هٰذَا الْفَتْحُ	اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٨	قُلْ	يَوْمَ الْفَتْحِ
یہ فیصلہ	اگر تم لوگ سچ کہنے والے ہو	آپؐ کہئے	فیصلے کے دن
لَا يَنْفَعُ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اِيْمَانُهُمْ	وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٢٩
نفع نہیں دے گا	ان کو جنہوں نے کفر کیا	ان کا ایمان	اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ	وَانْتَظِرْ	اِنَّهُمْ	مُّنْتَظِرُوْنَ ۝٣٠ ع
پس آپؐ اعراض کریں ان سے	اور آپؐ انتظار کریں	بیشک یہ لوگ (بھی)	انتظار کرنے والے ہیں

نوٹ۔1 آیت۔23۔ میں بظاہر خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت میں اور آپ ﷺ پر کتاب الٰہی کے نازل ہونے میں شک کر رہے تھے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک بندے پر خدا کی طرف سے کتاب نازل ہونا کوئی نرالہ واقعہ تو نہیں ہے۔ اس سے پہلے متعدد انبیاء پر کتابیں نازل ہو چکی ہیں، جن میں مشہور ترین کتاب وہ ہے جو موسیٰؑ کو دی گئی تھی۔ اسی نوعیت کی ایک چیز آج تمہیں دی گئی ہے، تو اس میں انوکھی بات کیا ہے جس پر خواہ مخواہ شک کیا جائے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 خشک زمین کو سیراب کرنے اور اس میں نباتات اُگانے کا ذکر قرآن کریم میں جا بجا اس طرح آیا ہے کہ زمین پر بارش برستی ہے اس سے زمین تر و تازہ ہو کر اُگانے کے قابل ہو جاتی ہے۔ مگر آیت۔27۔ میں بارش کے بجائے پانی کو زمین پر چلا کر خشک زمین کی طرف لے جانے اور اس سے نباتات اگانے کا ذکر فرمایا ہے۔ جہاں بارش نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے۔ (معارف القرآن)

مورخہ ۱۴/محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

بمطابق 24 جنوری 2008ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاحزاب (33)

آیت نمبر (1 تا 5)

ج و ف

(س) جَوْفًا — اندر سے کھوکھلا ہونا۔

جَوْفٌ — مکان کا اندرونی حصہ۔ زیر مطالعہ آیت۔4۔

ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ	اتَّقِ	اللّٰهَ	وَلَا تُطِعِ	الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
اے نبیؐ	آپؐ تقویٰ کریں	اللہ کا	اور آپؐ کہنا مت مانیں	کافروں کا اور منافقوں کا	بیشک اللہ

كَانَ	عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۱﴾	وَّاتَّبِعْ	مَا	یُوْحٰۤی	اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
ہے	جاننے والا حکمت والا	اور آپؐ پیروی کریں	اس کی جو	وحی کیا جاتا ہے	آپؐ کی طرف آپؐ کے رب (کی طرف) سے	بیشک اللہ

كَانَ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾	وَّتَوَكَّلْ	عَلَی اللّٰهِ ؕ	وَكَفٰی بِاللّٰهِ
ہے	اس کی جو تم لوگ کرتے ہو	خبر رکھنے والا	اور آپؐ بھروسہ رکھیں	اللہ پر	اور کافی ہے اللہ

وَكِیْلًا ﴿۳﴾	مَا جَعَلَ اللّٰهُ	لِرَجُلٍ	مِّنْ قَلْبَیْنِ	فِیْ جَوْفِهٖ ۚ
بطور کارساز کے	نہیں بنایا اللہ نے	کسی مرد کے لئے	کوئی بھی دو دل	اس کے اندرونی حصے (سینے) میں

وَمَا جَعَلَ	اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ	تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ	اُمَّهٰتِكُمْ ۚ	وَمَا جَعَلَ
اور اس نے نہیں بنایا	تمہاری اُن بیویوں کو	تم لوگ ظہار کرتے ہو جن سے	تمہاری مائیں	اور اس نے نہیں بنایا

اَدْعِیَآءَكُمْ	اَبْنَآءَكُمْ ؕ	ذٰلِكُمْ	قَوْلُكُمْ	بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ یَقُوْلُ
تمہارے منہ بولے بیٹوں کو	تمہارے بیٹے	یہ	تم لوگوں کا کہنا ہے	اپنے مونہوں سے	اور اللہ کہتا ہے

الْحَقَّ	وَهُوَ یَهْدِی	السَّبِیْلَ ﴿۴﴾	اُدْعُوْهُمْ	لِاٰبَآئِهِمْ	هُوَ اَقْسَطُ
حق (بات)	اور وہ رہنمائی کرتا ہے	راستے کی	تم لوگ پکارو ان (لے پالکوں) کو	ان کے باپوں (کے نام) سے	یہ زیادہ انصاف ہے

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ	فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا	اٰبَآءَهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ	فِی الدِّیْنِ	وَمَوَالِیْكُمْ ؕ
اللہ کے نزدیک	پھر اگر تم لوگ نہ جانو	ان کے باپوں کو	تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں	اس دین میں	اور تمہارے ساتھی ہیں

وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ	جُنَاحٌ	فِیْمَاۤ	اَخْطَاْتُمْ	بِهٖ ۙ	وَلٰكِنْ	مَّا
اور تم لوگوں پر نہیں ہے	کوئی گناہ	اس میں	تم لوگ چوک گئے	جس میں	اور لیکن	اس میں (گناہ ہے) جس کا

تَعَمَّدَتۡ	قُلُوۡبُكُمۡ ؕ	وَ كَانَ اللّٰهُ	غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝۵
پختہ ارادہ کیا	تمہارے دلوں نے	اور اللہ ہے	بخشنے والا رحم کرنے والا

نوٹ۔1

یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب حضرت زیدؓ بی بی زینبؓ کو طلاق دے چکے تھے۔ اس وقت نبی ﷺ خود بھی یہ محسوس فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا اشارہ بھی یہی تھا کہ منہ بولے رشتوں کے معاملہ میں جاہلیت کی رسوم پر ضرب لگانے کا یہ ٹھیک موقعہ ہے، اب آپ ﷺ کو خود آگے بڑھ کر اپنے منہ بولے بیٹے (زیدؓ) کی مطلقہ سے نکاح کر لینا چاہئے تاکہ یہ رسم قطعی طور پر ٹوٹ جائے۔ لیکن آپ ﷺ اس لئے جھجک رہے تھے کہ کفار اور منافقین کو آپ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے ایک زبردست ہتھیار مل جائے گا۔ یہ خوف اپنی بدنامی کے اندیشے سے نہ تھا بلکہ اس بنا پر تھا کہ اس سے اسلام کو زک پہنچے گی۔ اس لئے حضور ﷺ یہ خیال کرتے تھے کہ جاہلیت کی ایک رسم کو توڑنے کی خاطر ایسا قدم اٹھانا خلاف مصلحت ہے۔ چنانچہ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے پہلے ہی فقرے میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ان اندیشوں کو رفع فرما دیا۔ ارشاد کا منشا یہ ہے کہ دین کی مصلحت کو ہم زیادہ جانتے ہیں۔ لہٰذا تم وہ طرز عمل اختیار نہ کرو جو کفار و منافقین کی مرضی کے مطابق ہو، بلکہ وہ کام کرو جو ہماری مرضی کے مطابق ہو۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ایک آدمی بیک وقت مومن اور منافق، سچا اور جھوٹا، بدکار اور نیکوکار نہیں ہوسکتا۔ اس کے سینے میں دو دل نہیں ہیں کہ ایک دل میں اخلاص ہو اور دوسرے میں خدا سے بے خوفی۔ ایک وقت میں آدمی کی ایک ہی حیثیت ہوسکتی ہے۔ یا تو وہ مومن ہوگا یا منافق۔ یا تو وہ کافر ہوگا یا مسلم۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (6 تا 18)

ترجمہ:

اَلنَّبِيُّ	اَوۡلٰى	بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ	مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ	وَ اَزۡوَاجُهٗۤ
یہ نبیؐ	زیادہ قریب ہیں	مومنوں کے	ان کی جانوں سے (بھی زیادہ)	اور ان (نبی) کی بیویاں

اُمَّهٰتُهُمۡ ؕ	وَ اُولُوا الۡاَرۡحَامِ	بَعۡضُهُمۡ	اَوۡلٰى	بِبَعۡضٍ	فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ
ان (مومنوں) کی مائیں ہیں	اور رحمی رشتوں والے	ان کے بعض	زیادہ قریب ہیں	بعض کے	اللہ کی کتاب میں
مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ	وَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ	اِلَّاۤ اَنۡ	تَفۡعَلُوۡۤا	اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓئِكُمۡ	مَّعۡرُوۡفًا ؕ
مومنوں میں سے	اور مہاجروں میں سے	سوائے اس کے کہ	تم لوگ کرو	اپنے رفیقوں کی طرف	کوئی بھلائی

كَانَ ذٰلِكَ	فِى الۡكِتٰبِ	مَسۡطُوۡرًا ۝۶	وَ اِذۡ اَخَذۡنَا	مِنَ النَّبِيّٖنَ
ہے یہ	کتاب میں	لکھا ہوا	اور جب ہم نے لیا	نبیوں سے

مِيۡثَاقَهُمۡ	وَمِنۡكَ	وَمِنۡ نُّوۡحٍ	وَّ اِبۡرٰهِيۡمَ	وَمُوۡسٰى	وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ ص
ان کا عہد	اور آپؐ سے	اور نوحؑ سے	اور ابراہیمؑ سے	اور موسیٰؑ سے	اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے

وَ اَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ	مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۝۷	لِّيَسۡـئَلَ	الصّٰدِقِيۡنَ	عَنۡ صِدۡقِهِمۡ ۚ
اور ہم نے لیا ان سے	ایک پختہ عہد	تاکہ وہ (اللہ) پوچھے	سچوں سے	ان کی سچائی کے بارے میں

وَاَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٨﴾ 1511
اوراس نے تیار کیا	کافروں کے لئے	ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

اگر دیکھا جائے تو مومن کا ایمان ایک شعاع ہے اس نورِاعظم کی جو آفتابِ نبوت سے پھیلتا ہے۔ بنابریں ایک مومن اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے غوروفکر شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پہلے اس کو نبی ﷺ کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے، بلکہ مراتب کے لحاظ سے اس سے بھی بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ باپ بیٹے کے تعلق پر غور کرو تو اس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت وشفقت اوروں سے بڑھ کر ہے۔ جبکہ امتی کا ایمانی وروحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو ہوتا ہے اور جو شفقت وتربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے، ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی، لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ اسی لئے نبی کو ہماری جان ومال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہوجاؤں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

آیت نمبر (9 تا 13)

ح ن ج ر

(رباعی) حَنْجَرَةً گلا کاٹتے ہوئے سانس کی نالی تک کاٹ دینا۔ ذبح کرنا۔

حَنْجَرَةٌ اسم ذات بھی ہے۔ نرخرہ (سانس کی نالی)۔ گلا۔ زیرِ مطالعہ آیت۔10۔

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ جَآءَتْكُمْ	جُنُوْدٌ
اے لوگوں جو ایمان لائے	تم لوگ یاد کرو	اللہ کی نعمت کو	تم لوگوں پر	جب آئے تمہارے پاس	کچھ لشکر

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ	رِيْحًا وَّجُنُوْدًا	لَّمْ تَرَوْهَا	وَكَانَ اللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرًا ﴿٩﴾
تو ہم نے بھیجا ان پر	ایک ہوا اور کچھ لشکر	تم لوگ نہیں دیکھتے تھے جن کو	اور اللہ ہے	اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	دیکھنے والا

اِذْ جَآءُوْكُمْ	مِّنْ فَوْقِكُمْ	وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ	وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ
جب وہ (لشکر) آئے تمہارے پاس	تمہارے اوپر سے	اور تم سے نیچے سے	اور جب کج ہوئیں (پتھرا گئیں) آنکھیں

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ	الْحَنَاجِرَ	وَ	تَظُنُّوْنَ	بِاللّٰهِ	الظُّنُوْنَا ﴿١٠﴾
اور پہنچے دل	گلوں تک	اس حال میں کہ	تم لوگ گمان کرتے تھے	اللہ کے بارے میں	بہت سے گمان

هُنَالِكَ	ابۡتُلِیَ	الۡمُؤۡمِنُوۡنَ	وَزُلۡزِلُوۡا	زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا ⑪	وَاِذۡ یَقُوۡلُ
وہیں	آزمائے گئے	ایمان لانے والے	اور ہلا مارے گئے	شدت سے ہلا مارنا	اور جب کہتے تھے
الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ	فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ	مَّرَضٌ	مَّا وَعَدَنَا	اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ	اِلَّا غُرُوۡرًا ⑫
منافق اور وہ لوگ	جن کے دلوں میں	مرض تھا	نہیں وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے اور اس کے رسول نے	مگر دھوکوں کا
وَاِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَۃٌ	مِّنۡہُمۡ	یٰۤاَہۡلَ یَثۡرِبَ	لَا مُقَامَ	لَکُمۡ	فَارۡجِعُوۡا
اور جب کہا ایک گروہ نے	ان میں سے	اے یثرب کے لوگو	کوئی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے	تمہارے لئے	تو تم لوگ واپس چلو
وَیَسۡتَاۡذِنُ	فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمُ	النَّبِیَّ	یَقُوۡلُوۡنَ	اِنَّ	بُیُوۡتَنَا عَوۡرَۃٌ
اور اجازت مانگی	ایک فریق نے ان میں سے	ان نبیؐ سے	کہتے ہوئے	کہ	ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں
وَمَا ہِیَ	بِعَوۡرَۃٍ	اِنۡ یُّرِیۡدُوۡنَ	اِلَّا فِرَارًا ⑬		
حالانکہ وہ	غیر محفوظ نہیں تھے	وہ لوگ ارادہ نہیں رکھتے	مگر فرار ہونے کا		

نوٹ۔1

اس میں اس اس سے اگلے رکوع میں غزوہ احزاب، جو جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ بنوقریظہ پر تبصرہ ہے۔ ان کے حالات بہت معروف ہیں اس لئے ان کو دہرایا نہیں جائے گا۔

غزوہ احزاب میں کافروں کی شکست کے دنیاوی اسباب بھی متعدد تھے۔ ان میں سے دو زیادہ اہم ہیں۔ کافروں کے لشکر میں یہودیوں اور مشرکین مکہ کے علاوہ دوسرے قبائل دراصل کرائے کے فوجی تھے۔ جن کو مختلف نوعیت کے لالچ دے کر اور وعدے کر کے اس جنگ میں شرکت پر آمادہ کیا گیا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب لوگ جنگجو تو تھے لیکن ان کی جنگ یہ ہوتی تھی کہ حملہ کیا، مار دھاڑ کی، لوٹ مار کی اور واپس چلے گئے۔ طویل جنگ کا ان کو کوئی تجربہ نہیں تھا اور نہ وہ اس کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔ ایک ماہ کے محاصرے کے دوران مدینہ والوں کی ضروریات کی بہم رسانی معطل ہوگئی تھی، لیکن خود کافروں کی خوراک کی سپلائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ (حافظ احمد یار صاحب کی کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (14 تا 17)

ترکیب

(آیت۔14)۔ دَخَلَ۔ یَدۡخُلُ فعل لازم ہے جس کا مجہول نہیں آتا، لیکن یہاں دُخِلَتۡ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ یہ عربی کا مخصوص استعمال ہے کہ اس کا مجہول دُخِلَ۔ یُدۡخَلُ اور باب سمع سے دَخِلَ۔ یَدۡخَلُ دونوں فعل معروف کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں اور اس کے معنی ہوتے ہیں کسی جگہ کسی خرابی کا داخل ہونا۔ (المنجد)۔ دُخِلَتۡ واحد مونث کا صیغہ ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل ہِیَ کی ضمیر ہے جو جُنُوۡدٌ کے لئے ہے۔ اَقۡطَارِہَا میں ہَا کی ضمیر یثرب کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور بیوت کے لئے بھی۔ ہم اس کو یثرب کے لئے ماننے کو ترجیح دیں گے۔

ترجمہ:

وَلَوۡ دُخِلَتۡ	عَلَیۡہِمۡ	مِّنۡ اَقۡطَارِہَا	ثُمَّ سُئِلُوا	الۡفِتۡنَۃَ
اور اگر (کچھ لشکر) گھس آتے	ان لوگوں پر	اس (یثرب) کے کناروں سے	پھر ان سے مانگا جاتا	فتنہ (یعنی ارتداد)

لَاٰتَوْهَا	وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ	اِلَّا يَسِيْرًا ⑭	وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
تو یہ لوگ ضرور دے بیٹھتے وہ (مرتد ہو جاتے)	اور دیر نہ کرتے اس میں (مرتد ہونے میں)	مگر تھوڑی سی	اور یقیناً یہ لوگ معاہدہ کر چکے تھے

اللّٰهَ	مِنْ قَبْلُ	لَا يُوَلُّوْنَ	الْاَدْبَارَ	وَكَانَ	عَهْدُ اللّٰهِ	مَسْئُوْلًا ⑮	قُلْ
اللہ سے	پہلے سے	(کہ) وہ لوگ نہیں پھیریں گے	پیٹھوں کو	اور ہے	اللہ کا عہد	پوچھا جانے والا	آپ کہہ دیجئے

لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ	الْفِرَارُ	اِنْ فَرَرْتُمْ	مِّنَ الْمَوْتِ	اَوِ الْقَتْلِ	وَاِذًا
ہرگز نفع نہیں دے گا تم لوگوں کو	بھاگنا	اگر تم لوگ بھاگتے ہو	موت سے	یا قتل ہونے سے	اور تب تو

لَّا تُمَتَّعُوْنَ	اِلَّا قَلِيْلًا ⑯	قُلْ	مَنْ ذَا الَّذِيْ	يَعْصِمُكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ
تم کو فائدہ نہیں اٹھانے دیا جائے گا	مگر تھوڑا سا (چند دن)	آپ کہئے	کون ہے وہ جو	بچائے گا تم کو	اللہ سے

اِنْ اَرَادَ	بِكُمْ	سُوْٓءًا	اَوْ اَرَادَ بِكُمْ	رَحْمَةً
اگر وہ ارادہ کرے	تمہارے بارے میں	کسی برائی کا	یا وہ ارادہ کرے تمہارے بارے میں	کسی رحمت کا

وَلَا يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيًّا	وَّلَا نَصِيْرًا ⑰
اور وہ نہیں پائیں گے	اپنے لئے	اللہ کے علاوہ	کوئی ولی	اور نہ کوئی مدد کرنے والا

نوٹ۔1

آیت۔۱۷۔ میں عربی کے معروف قاعدے کے مطابق اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً سے پہلے جملہ کا ایک حصہ محذوف ہے۔ پوری بات یوں ہے۔ اَوْ يُمْسِكُ رَحْمَتَهٗ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً۔ (یا اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے) عربی میں حذف کے اس اسلوب کی مثالیں بہت ہیں، لیکن اردو میں یہ اسلوب موجود نہیں ہے۔ (تدبر القرآن)

آیت نمبر 18 تا 20

ع و ق

(ن) عَوْقًا — روکنا۔ باز رکھنا۔ منع کرنا۔

(تفعیل) تَعْوِيْقًا — کثرت سے روکنا۔ بار بار منع کرنا۔

مُعَوِّقٌ — اسم الفاعل ہے۔ روکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

س ل ق

(ن) سَلْقًا — (1) زبان درازی کرنا۔ طعنہ دینا۔ (2) چرب زبانی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔19۔

ترجمہ:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ	الْمُعَوِّقِيْنَ	مِنْكُمْ	وَالْقَآئِلِيْنَ	لِاِخْوَانِهِمْ	هَلُمَّ
جانتا رہا ہے اللہ	روکنے والوں کو	تم میں سے	اور کہنے والوں کو	اپنے بھائیوں سے	چلے آؤ

اِلَيۡنَا ۚ	وَلَا يَاۡتُوۡنَ	الۡبَاۡسَ	اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ۱۸	اَشِحَّةً	عَلَيۡكُمۡ ۖۚ
ہماری طرف	اور وہ لوگ نہیں آئے	جنگ کے پاس	مگر تھوڑا سا (کبھی کبھی)	کنجوس کرنے والے ہوتے ہوئے	تم لوگوں پر

فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ	رَاَيۡتَهُمۡ	يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ	تَدُوۡرُ	اَعۡيُنُهُمۡ	كَالَّذِىۡ
پھر جب آتا ہے خوف (کا وقت)	آپؐ دیکھتے ہیں ان کو	(کہ) وہ لوگ دیکھتے ہیں آپؐ کی طرف	گھومتی ہیں	ان کی آنکھیں	اس کی مانند

يُغۡشٰى عَلَيۡهِ	مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ	فَاِذَا ذَهَبَ	الۡخَوۡفُ	سَلَقُوۡكُمۡ
ڈھانپ دیا جاتا ہے جس پر	موت میں سے	پھر جب چلا جاتا ہے	خوف (کا وقت)	تو یہ لوگ چرب زبانی کرتے ہیں تم لوگوں سے

بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ	اَشِحَّةً	عَلَى الۡخَيۡرِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا	فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ
تیز تیز زبانوں کے ساتھ	رال ٹپکانے والے ہوتے ہوئے	بھلائی (مال غنیمت) پر	یہ لوگ ہیں	جو ایمان لائے ہی نہیں	تو اکارت کیا اللہ نے

اَعۡمَالَهُمۡ ؕ	وَكَانَ ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيۡرًا ۱۹	يَحۡسَبُوۡنَ	الۡاَحۡزَابَ
ان کے اعمال کو	اور یہ ہے	اللہ پر	آسان	وہ لوگ سمجھتے ہیں	لشکروں کو

لَمۡ يَذۡهَبُوۡا ۚ	وَاِنۡ يَّاۡتِ	الۡاَحۡزَابُ	يَوَدُّوۡا	لَوۡ اَنَّهُمۡ	بَادُوۡنَ
(کہ) وہ گئے ہی نہیں	اور اگر آجاتے	لشکر	تو وہ لوگ آرزو کرتے	(کہ) کاش وہ لوگ	صحرا نشین ہوتے

فِى الۡاَعۡرَابِ	يَسۡاَلُوۡنَ	عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ ؕ	وَلَوۡ كَانُوۡا	فِيۡكُمۡ	مَّا قٰتَلُوۡۤا	اِلَّا قَلِيۡلًا ۲۰ ع
دیہاتوں میں	پوچھتے ہوتے	تمہاری خبروں کے بارے میں	اور اگر وہ ہوتے	تم لوگوں میں	تو وہ لوگ جنگ نہ کرتے	مگر تھوڑا سا

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں اُولٰٓئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا سے يَسِيۡرًا تک کا جو حصہ ہے یہ کچھ لوگوں کی بعض شدید قسم کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ بہت سے لوگ ارادے اور نیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ان لوگوں کے خیال میں کسی کا کوئی عمل اگر اچھا ہے تو وہ لازماً آخرت میں بھی اس کا ثواب پائے گا۔ حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ کے ہاں کسی کے بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے اگر وہ اس کی رضا کے لئے نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر اس عمل کو قبول فرمائے گا جو اس کے احکام کے مطابق اور خالص اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے۔ اگر کوئی عمل اس کی رضا جوئی کے سوا کسی اور کی رضا یا کسی اور غرض کے لئے کیا جائے گا تو ایسے عمل کو اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے کے منہ پر پھینک مارے گا کہ اس کا صلہ وہ ان سے لے جن کی خوشنودی کے لئے اس نے کیا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ بھی ہو جاتا ہے کہ خدا بڑا مہربان و کریم ہے۔ اس وجہ سے جو کچھ بھی اور جس طرح بھی کوئی نیکی کا کام کر دے گا اور اس کو قبول فرمائے گا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ خدا بڑا ہی مہربان و کریم ہے، لیکن ساتھ ہی وہ نہایت غیور وغنی بھی ہے۔ اس وجہ سے ایسے لوگوں کے اعمال کو پامال کر دینا اس پر ذرا بھی گراں نہیں ہوگا جن کا قبول کرنا اس کی غیرت کے منافی ہو۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 21 تا 24

ن	ح	ب

(ض۔ن)

نَحْبًا — شرط لگانا۔ نذر ماننا۔

نَحْبٌ — نذر۔ منت۔ زیر مطالعہ آیت۔23۔

ترجمہ:

لَقَدْ كَانَ	لَكُمْ	فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ	اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	لِّمَنْ	كَانَ يَرْجُوا
یقیناً ہو چکا	تمہارے لئے	اللہ کے رسول میں	ایک بھلائی والا نمونہ	اس کے لئے جو	امید کرتا ہے
اللّٰهَ	وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ	وَذَكَرَ اللّٰهَ	كَثِيْرًا ﴿٢١﴾	وَلَمَّا	رَاَ
اللہ (کی رحمت) کی	اور آخری دن (کے اجر) کی	اور یاد کرے اللہ کو	کثرت سے	اور جب	دیکھا
الْمُؤْمِنُوْنَ	الْاَحْزَابَ	قَالُوْا	هٰذَا مَا	وَعَدَنَا	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
مومنوں نے	لشکروں کو	تو انہوں نے کہا	یہ وہ ہے جو	وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	وَمَا زَادَهُمْ	اِلَّآ اِيْمَانًا	وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾
اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے	اور اس نے زیادہ نہیں کیا ان کو	مگر بلحاظ ایمان لانے کے	اور بلحاظ فرمانبرداری کرنے کے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	رِجَالٌ	صَدَقُوْا	مَا	عَاهَدُوا اللّٰهَ	عَلَيْهِ
مومنوں میں سے	کچھ ایسے مرد ہیں	جنہوں نے سچ کر دیا	اس کو	انہوں نے معاہدہ کیا اللہ سے	جس پر
فَمِنْهُمْ مَّنْ	قَضٰى	نَحْبَهٗ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	يَّنْتَظِرُ	وَمَا بَدَّلُوْا
تو ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے	پورا کیا	اپنی منت کو	اور ان میں وہ بھی ہیں جو	انتظار کرتے ہیں	اور انہوں نے تبدیلی نہیں کی

تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾	لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ	الصّٰدِقِيْنَ	بِصِدْقِهِمْ	وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ
کچھ بھی تبدیلی	نتیجۃً بدلہ دے گا اللہ	سچ کر دکھانے والوں کو	ان کی سچائی کے سبب سے	اور عذاب دے گا منافقوں کو
اِنْ شَاۗءَ	اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾
اگر اس نے چاہا	یا توبہ قبول کرے گا ان کی	یقیناً اللہ ہے	بے انتہا بخشنے والا	ہر حال میں رحم کرنے والا

نوٹ۔1

آیت۔12۔ میں منافقوں کا قول گزر چکا ہے کہ دشمنوں کے ہجوم کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جو وعدے ہم سے کئے گئے وہ سب فریب ثابت ہوئے۔ اب آیت۔22۔ میں ان کے مقابل میں سچے مسلمانوں کا تاثر بیان ہوا ہے کہ انہوں نے دشمنوں کے نرغہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو وہی امتحان ہمیں پیش آیا ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے ہمیں خبر دی تھی۔ یہ اشارہ قرآن کی ان متعدد آیات کی طرف ہے جن میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت۔24۔ میں ہے کہ تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی ایسے حالات پیش نہیں آئے جو اُن کو پیش آئے جو تم

سے پہلے تھے۔ یا سورۃ عنکبوت کی آیت۔2۔ میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے 1511 جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا۔ وغیرہ۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 25 تا 27

ص ی ص

ثلاثی مجرد سے فعل استعمال نہیں ہوتا

صِیْصَۃٌ ج صَیَاصٍ۔ حفاظت کا ذریعہ۔ قلعہ۔ زیر مطالعہ آیت۔26۔

ترجمہ:

وَرَدَّ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	بِغَيْظِهِمْ	لَمْ يَنَالُوْا	خَيْرًا ط
واپس کر دیا اللہ نے	ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا	ان کے غیظ و غضب کے ساتھ	انہوں نے حاصل نہیں کی	کوئی بھلائی

وَكَفَى اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	الْقِتَالَ ط	وَكَانَ اللّٰهُ	قَوِيًّا	عَزِيْزًا ۝٢٥
اور کافی رہا اللہ	مومنوں کو	جنگ میں	اور اللہ ہے	قوت والا	بالادست

وَاَنْزَلَ	الَّذِيْنَ	ظَاهَرُوْهُمْ	مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	مِنْ صَيَاصِيْهِمْ
اور اس نے اتارا	ان لوگوں کو جنہوں نے	مدد کی ان (کافروں) کی	اہل کتاب میں سے	ان کے قلعوں سے

وَقَذَفَ	فِيْ قُلُوْبِهِمُ	الرُّعْبَ	فَرِيْقًا	تَقْتُلُوْنَ	وَتَاْسِرُوْنَ	فَرِيْقًا ۝٢٦
اور اس نے پھینک مارا	ان کے دلوں میں	رعب کو	ایک فریق کو	تم لوگ قتل کرتے تھے	اور قیدی بناتے تھے	کسی فریق کو

وَاَوْرَثَكُمْ	اَرْضَهُمْ	وَدِيَارَهُمْ	وَاَمْوَالَهُمْ	وَاَرْضًا
اور اس نے وارث بنایا تم کو	ان کی زمین کا	اور ان کے گھروں کا	اور ان کے مالوں کا	اور ایک ایسی زمین کا جس کو

لَّمْ تَطَئُوْهَا ط	وَكَانَ اللّٰهُ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرًا ۝٢٧
تم نے قدموں سے نہیں روندا	اور اللہ ہے	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا

نوٹ۔1

آیت۔26۔ میں اَلَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ میں اشارہ ہے بنو قریظہ کی طرف جنہوں نے آنے والے لشکروں کی مدد کی تھی۔ لشکروں کی واپسی کے بعد بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا جو تقریباً 25 دن جاری رہا۔ پھر یہودیوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کا حکم مان لیا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے ان کو قبول ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے تمام قابل جنگ افراد قتل کر دیئے جائیں اور باقی لوگوں کو غلام اور لونڈی بنا لیا جائے۔ آیت۔۲۷۔ لَمْ تَطَئُوْهَا میں مستقبل کی فتوحات کی بشارت ہے۔ خصوصاً خیبر کی فتح کی۔

آیت نمبر 28 تا 31

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	اِنْ كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
اے نبیؐ	آپؐ کہہ دیجئے	اپنی ازواج سے	اگر تم لوگ ہو (کہ)	تم لوگ چاہتی ہو	دنیوی زندگی کو

وَزِيْنَتَهَا	فَتَعَالَيْنَ	اُمَتِّعْكُنَّ	وَاُسَرِّحْكُنَّ	1511 سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾
اور اس کی زینت کو	تو تم سب آؤ	میں کچھ سامان دیتا ہوں تم سب کو	اور میں آزاد کرتا ہوں تم کو	خوبصورتی سے آزاد کرنا

وَاِنْ كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	اَعَدَّ
اور اگر تم لوگ ہو (کہ)	تم لوگ چاہتی ہو	اللہ کو اور اس کے رسول کو	اور آخری گھر کو	تو بیشک اللہ نے	تیار کیا

لِلْمُحْسِنٰتِ	مِنْكُنَّ	اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	مَنْ	يَّاْتِ
نیکی کرنے والیوں کے لئے	تم میں سے	ایک اجر عظیم	اے نبیؐ کی خواتین	جو کوئی	کرے گی

مِنْكُنَّ	بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ	يُّضٰعَفْ	لَهَا	الْعَذَابُ	ضِعْفَيْنِ ط	وَكَانَ ذٰلِكَ
تم میں سے	کوئی کھلی بے حیائی	تو بڑھایا جائے گا	اس کے لئے	عذاب کو	دوگنا	اور یہ ہے

عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾	وَمَنْ يَّقْنُتْ	مِنْكُنَّ	لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اللہ پر	آسان	اور جو کوئی فرمانبرداری کرے گی	تم میں سے	اللہ کی اور اس کے رسول کی

وَتَعْمَلْ	صَالِحًا	نُّؤْتِهَآ	اَجْرَهَا	مَرَّتَيْنِ ۙ	وَاَعْتَدْنَا لَهَا	رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾
اور عمل کرے گی	نیک	تو ہم دیں گے اس کو	اس کا اجر	دوبار	اور ہم نے تیار کیا اس کے لئے	عزت والی روزی

نوٹ۔1 غزوہ احزاب کے بعد بنونضیر، پھر بنوقریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے مسلمانوں میں ایک گونہ خوشحالی پیدا کردی تھی۔ اس وقت ازواج مطہرات کو یہ خیال ہوا کہ ان اموال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے خرچہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ آیت۔28۔29۔ نے ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کی موجودہ حالت یعنی معاشی تنگی کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یا طلاق حاصل کرکے آزاد ہوجائیں۔ قرآن کا یہ حکم سب ازواج کو سنایا گیا اور سب نے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کو اختیار کیا۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2 آیات۔30۔31۔ میں ازواج مطہرات کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ کوئی غلط کام کریں گی تو ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ کوئی نیک عمل کریں گی تو ان کو ثواب بھی دوہرا دیا جائے گا۔ ایک حیثیت سے یہ ان کے اس عمل کی جزاء ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت پر دنیا کی فراخی کو قربان کردیا۔

نوٹ۔3 آیت۔۳۱۔ کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ مگر سورۂ ال عمران کی آیت سے بی بی مریم کا سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافی ہیں تم کو ساری عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد (ام المومنین) اور فاطمہ بنت محمد (ﷺ) اور آسیہ زوجہ فرعون۔ اس حدیث میں بی بی مریم کے ساتھ اور تین عورتوں کو نسا العالمین سے افضل فرمایا ہے۔ اس لئے مذکورہ آیات میں ازواج مطہرات کی فضیلت ایک خاص حیثیت سے ہے یعنی ازواج النبی ہونے کی حیثیت سے، جس میں وہ دوسری عورتوں سے افضل ہیں، لیکن اس سے عام فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 32 تا 34

ترجمہ:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	لَسْتُنَّ	كَاَحَدٍ	مِّنَ النِّسَآءِ	اِنِ اتَّقَيْتُنَّ	فَلَا تَخْضَعْنَ
اے نبی کی خواتین	تم لوگ نہیں ہو	کسی ایک کی مانند	عورتوں میں سے	اگر تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	پس تم لوگ تواضع مت کرو

بِالْقَوْلِ	فَيَطْمَعَ	الَّذِيْ	فِيْ قَلْبِهٖ	مَرَضٌ	وَّقُلْنَ	قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ﴿۳۲﴾
بات سے	نتیجۃً لالچ کرے	وہ جس کے	دل میں	کوئی روگ ہو	اور تم لوگ کہو	معقول بات

وَقَرْنَ	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ	وَلَا تَبَرَّجْنَ	تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى	وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ
اور تم لوگ قرار پکڑو	اپنے گھروں میں	اور خود کو نمایاں مت کرو	جیسے سابقہ جاہلیت کا نمایاں کرنا	اور قائم رکھو نماز کو

وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ	وَاَطِعْنَ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ	اِنَّمَا	يُرِيْدُ اللّٰهُ	لِيُذْهِبَ
اور پہنچاؤ زکوٰۃ	اور اطاعت کرو	اللہ اور اس کے رسول کی	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اللہ چاہتا ہے	کہ وہ لے جائے

عَنْكُمُ	الرِّجْسَ	اَهْلَ الْبَيْتِ	وَيُطَهِّرَكُمْ	تَطْهِيْرًا ۚ﴿۳۳﴾	وَاذْكُرْنَ مَا
تم لوگوں سے	گندے (رواج) کو	اے اس گھر والو	اور تا کہ وہ پاک کرے تم کو	جیسے پاک کرنا ہوتا ہے	اور یاد رکھو اس کو جو

يُتْلٰى	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ	مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ	وَالْحِكْمَةِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	لَطِيْفًا	خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾
تلاوت کیا جاتا ہے	تمہارے گھروں میں	اللہ کی آیات میں سے	اور حکمت میں سے	بیشک اللہ ہے	باریک بین	باخبر

نوٹ۔1

حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے آیت۔33۔ میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات کو قرار دیا اور استدلال میں اگلی آیت وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ پیش کی، لیکن حدیث کی متعدد روایات اس پر شاہد ہیں کہ اہل بیت میں حضرت فاطمہؓ اور علیؓ اور حضرت حسنؓ بھی شامل ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو ائمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ آیت ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے وہ مراد ہیں، یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ لفظ اہل بیت میں ازواج مطہرت بھی داخل ہیں کیونکہ اس آیت کا شان نزول وہی ہیں اور ارشاد نبوی کے مطابق حضرت فاطمہ و علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ (معاف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔34۔ میں اٰيٰتُ اللّٰهِ سے مراد قرآن اور اَلْحِكْمَةِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ ہے۔ ابن عربی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے کوئی آیت قرآن یا حدیث سنے اس پر لازم ہے کہ وہ امت کو پہنچائے۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات پر بھی لازم ہو کیا گیا کہ اللہ کی امانت امت کو پہنچائیں۔ (معارف القرآن) چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نبی ﷺ کا علم و عمل جتنا آپؐ کی ازواج مطہرات کے ذریعہ سے پھیلا ہے اس کی مقدار صحابہ کرامؓ کے ذریعے پھیلے ہوئے علم سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس مشن پر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے خود مامور فرمایا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ مصلحت بھی من جملہ ان مصالح کے ہے جن کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعدد ازواج کی خاص اجازت دی تھی۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔3

آیت۔34۔ میں حکمت کے لفظ کا اطلاق کتاب اللہ کی تعلیمات پر بھی ہوسکتا ہے۔ مگر صرف ان ہی کے ساتھ اس کو خاص کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ قرآن کی آیات سنانے کے علاوہ جس حکمت کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سیرت پاک سے اور اپنے ارشادات سے دیتے تھے وہ بھی لامحالہ اس میں شامل ہے۔ بعض لوگ محض اس بنیاد پر کہ آیت میں مَا يُتْلٰى (جو تلاوت کی جاتی ہیں) کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آیات اللہ اور حکمت سے مراد صرف قرآن ہے۔ کیونکہ تلاوت کا لفظ اصطلاحاً قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ تلاوت کے لفظ کو اصطلاح کے طور پر قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص کر دینا بعد کے لوگوں کا کام ہے۔ قرآن میں اس لفظ کو اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت۔ ۱۰۲ میں یہی لفظ جادو کے ان منتروں کے لئے استعمال کیا گیا جو شیاطین حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سناتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اس لفظ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتا ہے، کتاب اللہ کی آیات سنانے کے لئے اصطلاحاً مخصوص نہیں کرتا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (35 تا 36)

ترجمہ:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ	وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
بیشک تابعداری قبول کرنے والے اور تابعداری قبول کرنے والیاں	اور ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ	وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ
اور تابعداری کرنے والے اور تابعداری کرنے والیاں	اور سچ کرنے والے اور سچ کرنے والیاں

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ	وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
اور ثابت قدم رہنے والے اور ثابت قدم رہنے والیاں	اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ	وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ
اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں	اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ	وَالْحٰفِظٰتِ	وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
اور حفاظت کرنے والے اپنی شرمگاہوں کی	اور حفاظت کرنے والیاں	اور یاد کرنے والے اللہ کو کثرت سے

وَّالذّٰكِرٰتِ	اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ	مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾	وَمَا كَانَ
اور یاد کرنے والیاں	اللہ نے تیار کیا ان کے لئے	ایک مغفرت اور ایک اجر عظیم	اور نہیں ہے

لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اِذَا قَضَى	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ	اَمْرًا	اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
کسی مومن مرد اور نہ ہی کسی مومن عورت کے لئے	جب فیصلہ کر دے	اللہ اور اس کا رسولؐ	کسی معاملہ کا	کہ ہو ان کے لئے

الْخِيَرَةُ	مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ	وَمَنْ يَّعْصِ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ ضَلَّ	1511 ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾
اختیار	ان کے کام میں	اور جو نافرمانی کرتا ہے	اللہ اور اس کے رسول کی	تو وہ بھٹک گیا ہے	صریحاً بھٹکنا

نوٹ۔1

آیت۔۳۶۔اُس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی ﷺ نے حضرت زیدؓ کے لئے بی بی زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور بی بی زینبؓ اور ان کے بھائی نے اسے نامنظور کر دیا تھا۔ان لوگوں کو یہ بات ناگوار تھی کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی اور اپنی پھوپھی زاد بہن کے لئے آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام کا پیغام دے رہے ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اسے سنتے ہی بی بی زینبؓ اور ان کے خاندان والوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔اس کے بعد نبی ﷺ نے ان کا نکاح پڑھایا، یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئینہ کا اصل الاصول ہے اور کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔اس کی رو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ اپنی آزادی رائے استعمال کرے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (37 تا 40)

ترجمہ:

وَاِذْ تَقُوْلُ	لِلَّذِيْٓ	اَنْعَمَ اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَاَنْعَمْتَ
اور جب آپؐ کہتے تھے	اس (شخص) سے	انعام کیا اللہ نے	جس پر	اور آپؐ نے انعام کیا
عَلَيْهِ	اَمْسِكْ	عَلَيْكَ	زَوْجَكَ	وَاتَّقِ اللّٰهَ
جس پر	(کہ) تو تھامے رکھ	اپنے پاس	اپنی بیوی کو	اور تو تقویٰ کر اللہ کا
وَتُخْفِيْ	فِيْ نَفْسِكَ	مَا	اللّٰهُ مُبْدِيْهِ	وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ
اور آپؐ چھپاتے تھے	اپنے جی میں	اس کو	اللہ ظاہر کرنے والا تھا جس کو	حاجت (یعنی طلاق دے دی)
وَاللّٰهُ اَحَقُّ	اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ	فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ	مِّنْهَا	وَطَرًا
اور اللہ سب سے زیادہ حقدار ہے	کہ آپؐ ڈریں اس سے	تو پھر جب پوری کی زیدؓ نے	اس (بیوی) سے	اور آپؐ ڈرتے تھے لوگوں سے

زَوَّجْنٰكَهَا	لِكَيْ لَا يَكُوْنَ	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	حَرَجٌ
تو ہم نے جوڑا بنایا (نکاح کیا) آپؐ کا اُنؓ سے	تا کہ نہ ہو	مومنوں پر	کوئی حرج

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ	اِذَا قَضَوْا	مِنْهُنَّ	وَطَرًا ؕ	وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا ﴿٣٧﴾
اپنے منہ بولوں کی بیویوں میں	جب وہ پوری کریں	ان سے	حاجت	اور تھا اللہ کا حکم	کیا جانے والا

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ	مِنْ حَرَجٍ	فِيْمَا	فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ	سُنَّةَ اللّٰهِ
نہی ہے ان نبیؐ پر	کوئی بھی حرج	اس میں جو	فرض کیا اللہ نے انؐ کے لئے	(آپؐ پائیں گے) اللہ کی سنت کو

فِى الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ قَبْلُ ؕ	وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ	قَدَرًا	1511 مَّقْدُوْرَا ۨ ۝۳۸
ان (انبیاء) میں جو	گزرے	اس سے پہلے	اور ہے اللہ کا حکم	ایک اندازے سے	اندازہ کیا ہوا

اِلَّذِيْنَ	يُبَلِّغُوْنَ	رِسٰلٰتِ اللّٰهِ	وَيَخْشَوْنَهٗ	وَلَا يَخْشَوْنَ	اَحَدًا
وہ لوگ جو	تبلیغ کرتے ہیں	اللہ کے پیغامات کی	اور وہ ڈرتے ہیں اس سے	اور وہ لوگ نہیں ڈرتے	کسی ایک سے

اِلَّا اللّٰهَ ؕ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا ۝۳۹	مَا كَانَ	مُحَمَّدٌ	اَبَآ اَحَدٍ	مِّنْ رِّجَالِكُمْ
سوائے اللہ کے	اور کافی ہے اللہ	بطور حساب کرنے والے کے	نہیں ہیں	محمدؐ	کسی ایک کے والد	تمہارے مردوں میں سے

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ	وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	بِكُلِّ شَىْءٍ	عَلِيْمًا ۝۴۰ ع
اور لیکن اللہ کے رسول ہیں	اور نبیوں (کے سلسلہ) کو سیل بند کرنے والے ہیں	اور اللہ ہے	ہر چیز کا	جاننے والا

نوٹ۔1

آیت۔40۔ میں ان لوگوں کے خیال کا رد ہے جو اپنی رسم جاہلیت کے مطابق بی بی زینبؓ سے نبی ﷺ کے نکاح پر طعن کرتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ اس کے رد کے لئے یہ کہہ دینا کافی تھا۔ آپ ﷺ زیدؓ کے باپ نہیں ہیں، بلکہ ان کے باپ حارثہ ہیں۔ مگر اس میں تاکید کے لئے فرمایا کہ آپ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔ تو جس کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہو اس کو یہ طعن دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ بی بی خدیجہؓ سے قاسم، طیب اور طاہر جبکہ ماریہ قبطیہؓ سے ابراہیم پیدا ہوئے لیکن یہ سب بچپن میں ہی وفات پا گئے اور ان میں سے کوئی بھی رجال کی حد میں داخل نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ قاسم، طیب اور طاہر کی وفات ہوگئی تھی اور ابراہیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس وضاحت کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ گو آپ ﷺ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں، لیکن ایک امت کے روحانی باپ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (معارف القرآن)

آج کل خاتم النبیین کے معنی و مفہوم کے متعلق کافی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں اور اچھے خاصے مخلص مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی اس کے بارے میں مختلف تحفظات پائے جاتے ہیں۔ ایسے اصحاب کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودیؒ کا لکھا ہوا ضمیمہ تفہیم القرآن سے پڑھ لیں۔ پھر بھی تسلی نہ ہو تو مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''ختم نبوت'' پڑھ لیں جس میں ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث ہیں۔ یوں ہی رجماً بالغیب کر کے وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے، صرف اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ یہاں پر میں صرف دو باتیں ذہن نشین کروانا چاہتا ہوں۔

اولاً یہ کہ مختلف مسائل میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رائے ہوتا تھا۔ اور خلیفہ وقت فیصلہ کرتا تھا کہ کس رائے پر عمل کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ اس وقت ایک رائے یہ تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے سے یہ لوگ کافر ہوگئے اس لئے ان سے جنگ کی جائے دوسری رائے یہ تھی کہ حالات کی سنگینی کے پیش مصلحت سے کام لیا جائے اور جنگ نہ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسیلمہ کذاب کے مسئلہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشاورت طلب کی تھی۔ اس وقت بلا استثناء تمام صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ تھا کہ مسیلمہ کافر ہوگیا ہے اس لئے اس

سے جنگ کی جائے۔اس سے یہ بات سوا نیزے پر دمکتے ہوئے سورج کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی اور مفہوم کے بارے میں کسی ایک بھی صحابی کے ذہن میں کوئی ابہام نہیں تھا۔

ثانیاً یہ کہ دورِ صحابہؓ کے صدیوں بعد اور آج سے صدیوں پہلے امام غزالیؒ نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اسے ہم معارف القرآن سے نقل کر رہے ہیں اور وہ ذہن کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے۔امام صاحب فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں کسی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص تاویل کر کے اس میں کوئی تخصیص نکالے اس کا کلام ہذیان (یعنی کسی مخبوط الحواس کی بڑبڑاہٹ) کی قسم سے ہے اور یہ تاویل اس کو کافر کہنے سے نہیں روک سکتی کیونکہ وہ اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے۔''

آیت نمبر (8 تا13)

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اذْكُرُوا اللّٰهَ	ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ﴿۴۱﴾	وَّسَبِّحُوْهُ	بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾
اے لوگو جو ایمان لائے	تم لوگ یاد کرو اللہ کو	جیسے کثرت سے یاد کرنے کا حق ہے	اور تسبیح کرو اس کی	صبح اور شام

هُوَ الَّذِيْ	يُصَلِّيْ	عَلَيْكُمْ	وَمَلٰٓئِكَتُهٗ	لِيُخْرِجَكُمْ	مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ
وہ، وہ ہے جو	شفقت کرتا ہے	تم لوگوں پر	اور اس کے فرشتے (دعا کرتے ہیں)	تا کہ وہ نکالے تم لوگوں کو	اندھیروں سے نور کی طرف

وَكَانَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾	تَحِيَّتُهُمْ	يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ	سَلٰمٌ ښ
اور وہ ہے	مومنوں پر	رحم کرنے والا	اور ان کی دعا	جس دن وہ ملیں گے اُس سے	سلام ہوگی

وَاَعَدَّ لَهُمْ	اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾	يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ	شَاهِدًا
اور اس نے تیار کیا ان کے لئے	ایک باعزت اجر	اے نبی	بیشک ہم نے بھیجا آپ کو	گواہ ہوتے ہوئے

وَّمُبَشِّرًا	وَّنَذِيْرًا ۙ﴿۴۵﴾	وَّدَاعِيًا	اِلَى اللّٰهِ
اور بشارت دینے والا ہوتے ہوئے	اور خبردار کرنے والا ہوتے ہوئے	اور بلانے والا ہوتے ہوئے	اللہ کی طرف

بِاِذْنِهٖ	وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	بِاَنَّ لَهُمْ
اس کی اجازت سے	اور روشن چراغ ہوتے ہوئے	اور آپؐ بشارت دیں	مومنوں کو	کہ ان کے لئے

مِّنَ اللّٰهِ	فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾	وَلَا تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ
اللہ (کی طرف) سے	بڑا فضل ہے	اور آپؐ کہنا مت مانیں	کافروں کا

وَالْمُنٰفِقِيْنَ	وَدَعْ	اَذٰىهُمْ	وَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ ۭ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾
اور منافقوں کا	اور آپ چھوڑ دیں	ان کے ستانے کو	اور آپ بھروسہ کریں	اللہ پر	اور اللہ کافی ہے	بطور کارساز کے

نوٹ۔1

آیت۔41۔42۔ میں مسلمانوں کومخالفین کی محاذ آرائی کے مقابل میں ثابت قدم رہنے کی تدبیر یہ بتائی ہے کہ ان کے غوغا سے بے پرواہ ہوکرتم زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ یہ امر واضح رہے کہ شیطان اوراس کے ذریات کے مقابل میں مومن کی اصلی سپر اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے۔اس لئے ذکر تو سانس کی طرح ہر وقت مطلوب ہے۔(تدبر قرآن)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو۔نماز پانچ وقت کی اور ہر نماز کی رکعات متعین ہیں۔روزے ماہ رمضان کے مقرر ہیں۔حج بھی خاص مقام پر اعمال مقررہ کرنے کا نام ہے۔زکوٰۃ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتی ہے۔مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے، نہ اس کے لئے طاہر اور باوضو ہونا شرط ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں بکثرت ذکر اللہ کرنے کا حکم ہے۔اس کے علاوہ دوسری عبادات میں بیماری اور مجبوری کے حالات میں عبادت میں کمی یا معافی کی رخصتیں بھی ہیں مگر ذکر اللہ کے لئے اللہ نے کوئی شرط نہیں رکھی اس لئے اس کو ترک کرنے کے لئے کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔(معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔45۔ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔بعض لوگ اس کو یہ معنی پہناتے ہیں کہ آپ ﷺ آخرت میں لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے اوراس سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ بے دیکھے شہادت کیسے دیں گے،لیکن قرآن کی رو سے یہ تاویل بالکل غلط ہے،قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اعمال پر شہادت قائم کرنے کے لئے اللہ نے ایک دوسرا انتظام فرمایا ہے۔ اس کے فرشتے ہر شخص کا نامہ اعمال تیار کر رہے ہیں۔(سورہ ق آیات۔17۔18۔ اور الکہف آیت۔۴۹) اور وہ لوگوں کے اعضاء سے بھی گواہی لے لے گا۔(یٰسین 65 حٰم السجدہ۔20۔21)رہے انبیاء علیہم السلام تو ان کا کام بندوں کے اعمال پر گواہی دینا نہیں بلکہ اس بات پر گواہی دینا ہے کہ بندوں تک حق پہنچا دیا گیا تھا۔(المائدہ۔109۔117۔سورہ البقرہ۔143)اس کے علاوہ النحل کی آیت۔89۔سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز، نبی ﷺ کی شہادت اُس شہادت سے مختلف نہ ہوگی جسے ادا کرنے کے لئے ہر امت پر گواہی دینے والے گواہوں کو بلایا جائے گا۔ظاہر ہے کہ اگر یہ شہادت اعمال کی ہوتو ان سب کا حاضر وناضر ہونا لازم آتا ہے۔اس کی تائید وہ احادیث بھی کرتی ہیں جن کی بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور امام احمد نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے جن کا مشترک مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے روز اپنے بعض اصحاب (یعنی امتی) کو دیکھیں گے کہ وہ لائے جارہے ہیں۔مگر وہ آپؐ کی طرف آنے کے بجائے دوسرے رخ پر جارہے ہوں گے یا دھکیلے جارہے ہوں گے۔آپ ﷺ ان کو دیکھ کر عرض کریں گے خدایا یہ تو میرے صحابی (امتی) ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کرتوت کئے ہیں۔ یہ مضمون اتنے صحابہ سے اتنی کثیر سندوں کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ صحت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 49 تا 52

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِذَا نَكَحْتُمُ	الْمُؤْمِنٰتِ	ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
اے لوگو! جو ایمان لائے	جب تم لوگ نکاح کرتے ہو	مومن عورتوں سے	پھر تم لوگ طلاق دیتے ہو ان کو

مِنْ قَبْلِ اَنْ	تَمَسُّوْهُنَّ	فَمَا لَكُمْ	عَلَيْهِنَّ	مِنْ عِدَّةٍ
اس سے پہلے کہ	تم لوگ چھوؤ ان کو	تو نہیں ہے تمہارے لئے	ان عورتوں پر	کوئی بھی گنتی کرنا

تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ	فَمَتِّعُوْهُنَّ	وَسَرِّحُوْهُنَّ	سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾
تم لوگ اہتمام سے گنتے ہو جس کو (یعنی عدت)	تو سامان (تحفہ) دو ان کو	اور آزاد کرو ان کو	خوبصورتی سے آزاد کرنا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ	اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ	اٰتَيْتَ	اُجُوْرَهُنَّ	وَمَا
اے نبیؐ	بیشک ہم نے حلال کیں آپؐ کے لئے	آپؐ کی ان بیویوں کو جن کو	آپؐ نے دیا	ان کا اجر (مہر)	اور ان کو جن کے

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ	مِمَّآ	اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ	وَبَنٰتِ عَمِّكَ
مالک ہوئے آپؐ کے داہنے ہاتھ (کنیزیں)	ان میں سے جن کو	لوٹایا اللہ نے آپؐ پر (مال غنیمت میں)	اور آپؐ کے چچا کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ	وَبَنٰتِ خَالِكَ	وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ	الّٰتِيْ
اور آپؐ کے پھوپھیوں کی بیٹیاں	اور آپؐ کے ماموں کی بیٹیاں	اور آپؐ کی خالاؤں کی بیٹیاں	جنہوں نے

هَاجَرْنَ مَعَكَ	وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً	اِنْ وَّهَبَتْ	نَفْسَهَا
ہجرت کی آپؐ کے ساتھ	اور ایسی مومن عورت کو (حلال کیا) جو	اگر معاوضہ کے بغیر بخش دے	اپنی جان کو

لِلنَّبِيِّ	اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ	اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ
ان نبیؐ کے لئے	اگر ارادہ کریں یہ نبیؐ	کہ وہؐ نکاح کریں اس سے

خَالِصَةً لَّكَ	مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ	قَدْ عَلِمْنَا	مَا فَرَضْنَا	عَلَيْهِمْ
خالص ہوتے ہوئے آپؐ کے لئے	تمام مومنوں کے علاوہ	ہم جانتے ہیں	اس کو جو ہم نے فرض کیا	ان لوگوں (مومنوں) پر

فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ	وَمَا	مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ	لِكَيْلَا يَكُوْنَ	عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ
ان کی بیویوں (کے بارے) میں	اور ان (کے بارے) میں جن کے	مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ	تاکہ نہ ہو	آپؐ پر کوئی الزام

وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾	تُرْجِيْ	مَنْ تَشَاۗءُ	مِنْهُنَّ
اور اللہ ہے	بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا	آپؐ موخر کریں	اس کو جس کو آپؐ چاہیں	ان میں سے

وَتُـْٔوِيْٓ	اِلَيْكَ	مَنْ تَشَآءُ ؕ	وَمَنِ ابْتَغَيْتَ	مِمَّنْ	عَزَلْتَ 1543
اور آپؐ ٹھہرائیں	اپنے پاس	جس کو آپؐ چاہیں	اور جس کو آپؐ چاہیں	ان میں سے جن کو	آپؐ نے کنارے کیا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ	ذٰلِكَ اَدْنٰٓى	اَنْ تَقَرَّ	اَعْيُنُهُنَّ	وَلَا يَحْزَنَّ
تو کوئی بھی الزام نہیں ہے آپؐ پر	یہ زیادہ قریب ہے	کہ ٹھنڈی ہوں	ان (ازواج) کی آنکھیں	اور وہ غمگین نہ ہوں

وَيَرْضَيْنَ	بِمَآ	اٰتَيْتَهُنَّ	كُلُّهُنَّ ؕ	وَاللّٰهُ يَعْلَمُ	مَا	فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ
اور وہ راضی ہوں	اس سے جو	آپؐ دیں ان کو	وہ سب کی سب	اور اللہ جانتا ہے	اس کو جو	تم سب کے دلوں میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾	لَا يَحِلُّ لَكَ	النِّسَآءُ	مِنْ بَعْدُ
اور ہے اللہ	جاننے والا	تحمل والا	حلال نہیں ہوں گی آپؐ کے لئے	عورتیں	اس کے بعد سے

وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ	مِنْ اَزْوَاجٍ	وَّلَوْ اَعْجَبَكَ	حُسْنُهُنَّ
اور نہ یہ کہ آپؐ تبدیل کریں ان کے بدلے	بیویوں سے	اور اگرچہ بھلا لگے آپؐ کو	ان کا حسن

اِلَّا مَا	مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع
سوائے اس کے جس کے	مالک ہوئے آپؐ کے داہنے ہاتھ	اور ہے اللہ	ہر چیز پر	نگہبانی کرنے والا

نوٹ۔1

نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے طلاق دینے کا سوال خاص طور پر اس زمانے میں اس لئے پیدا ہوا ہوگا جب سورہ نساء میں چار سے زیادہ شادیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ اس حکم کی تعمیل میں طلاق کے واقعات بکثرت پیش آئے ہوں گے۔ اور طلاق دینے والوں نے زیادہ بہتر یہی سمجھا ہوگا کہ اپنی ان منکوحات کو طلاق دیں جن کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ آیت 49 نے ان کے لئے مبنی بر عدل سہولت مہیا کر دی کہ ایسی عورتوں کے معاملہ میں عدت کے لحاظ کی ضرورت نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

سورہ کی مذکورہ آیت کے نزول کے بعد جن مسلمانوں کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں انہوں نے زائد بیویوں کو طلاق دے دی، لیکن نبی ﷺ سے کسی بیوی کو طلاق دینا ثابت نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ اس وقت آپؐ کے نکاح میں چار ہی بیویاں تھیں۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے بی بی زینبؓ سے نکاح کیا تو مخالفین نے اعتراض کیا کہ آپؐ نے اپنے لئے الگ دوسروں کے لئے الگ شریعت بنا رکھی ہے۔ آیات 50 تا 52 میں اللہ تعالیٰ نے اس خاص اجازت کی وضاحت فرمائی جو ازواج کے معاملہ میں آپ ﷺ کو اللہ نے دی تھی۔ اس خاص اجازت کے نمایاں پہلو یہ ہیں۔ (1) وہ ازواج جن کے مہر آپ ﷺ ادا کر چکے وہ جائز کی گئیں۔ (2) غنیمت میں جو کنیزیں حاصل ہوں اگر آپ ﷺ ان میں سے کسی کو آزاد کر کے ان سے کاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (3) آپ ﷺ کے قریبی رشتہ کی جن خواتین نے دین کی خاطر ہجرت کی ہے، ان میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نکاح کر سکتے ہیں۔ (4) اگر کوئی مومنہ خود کو ہبہ کر دے اور آپ ﷺ اس سے نکاح کرنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ (5) یہ خصوصی اجازت تمام تر مصلحت دین کی خاطر ہیں اس لئے حقوق زوجیت کے معاملہ میں آپ ﷺ پر سے وہ پابندیاں اٹھالی گئیں جو دوسروں پر تھیں۔ (6) اس دائرے کے باہر آپ ﷺ کوئی نکاح نہیں کر سکتے۔ (7) ان ازواج سے دوسری ازواج بدل نہیں سکتے۔ (تدبر قرآن، ج6،ص248، 249)

یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ مذکورہ بالا وضاحت سے مقصود کفار ومنافقین کو مطمئن کرنا نہیں تھا بلکہ ان مسلمانوں کو مطمئن کرنا تھا جن کے دلوں میں مخالفین اسلام وسوسے ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہیں چونکہ یقین تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس لئے ایک آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ چار بیویوں کے عام قانون سے نبی ﷺ کو ہم نے مستثنیٰ کیا ہے۔ اِنَّآ اَحۡلَلۡنَالَکَ کا دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے چار کی قید لگانے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اور اپنے نبی ﷺ کو اس قید سے مستثنیٰ کرنے والے بھی ہم خود ہیں۔ اگر وہ قید لگانے کے ہم مجاز تھے تو آخر اس استثناء کے مجاز ہم کیوں نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن)

بی بی زینبؓ بنت جحش سے نکاح کے وقت آپ ﷺ کی جو چار بیویاں تھیں وہ یہ ہیں۔ بی بی سودہؓ جن سے ۳ قبل ہجرت میں نکاح ہوا۔ بی بی عائشہؓ جن سے نکاح ۳ قبل ہجرت میں ہوا اور رخصتی ۱ھ میں ہوئی۔ بی بی حفصہؓ سے نکاح ۳ میں ہوا۔ بی بی ام سلمہؓ جن سے نکاح ۴ھ میں ہوا جبکہ بی بی خدیجہؓ اور بی بی زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ کنیزوں میں غزوہ بنی قریظہ سے بی بی ریحانہؓ، غزوہ بنی مصطلق سے بی بی جویریہؓ اور غزوہ خیبر سے بی بی صفیہؓ آپ ﷺ کی ملکیت میں آئیں۔ ان تینوں کو آزاد کر کے آپؐ ان سے نکاح کیا۔ حکمران مصر کی طرف سے تحفہ میں آئی ہوئی بی بی ماریہ قبطیہؓ کو آزاد کر کے نکاح کرنا ثابت نہیں ہے۔ دین کی خاطر ہجرت کرنے والی کزن بہنوں میں سے بی بی اُم حبیبہؓ سے آپ ﷺ نے ۷ھ میں نکاح فرمایا۔ خود کو ہبہ کرنے والی خواتین میں سے آپ ﷺ نے بی بی میمونہؓ سے 7ھ میں نکاح کیا لیکن ان کی خواہش اور مطالبہ کے بغیر آپ ﷺ نے ان کو مہر عطا فرمایا۔ (تفہیم القرآن اور تدبر قرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	لَا تَدۡخُلُوۡا	بُیُوۡتَ النَّبِیِّ	اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ	لَکُمۡ	
اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ داخل مت ہو	ان نبیؐ کے گھروں میں	سوائے اس کے کہ اجازت دی جائے	تمہیں	
اِلٰی طَعَامٍ	غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ	اِنٰىهُ	وَلٰکِنۡ اِذَا	دُعِیۡتُمۡ	فَادۡخُلُوۡا
کھانے کی طرف	بغیر دیکھنے والے ہوتے ہوئے	اس کے تیار ہونے کو	اور لیکن جب	بلایا جائے تم لوگوں کو	تو داخل ہو
فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ	فَانۡتَشِرُوۡا	وَلَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ	لِحَدِیۡثٍ	اِنَّ	ذٰلِکُمۡ
پھر جب کھالو تم لوگ	تو بکھر جاؤ	اور نہ سننے کی خواہش کرنے والے	کسی بات کے لئے	بیشک	یہ (رویہ)
کَانَ یُؤۡذِی	النَّبِیَّ	فَیَسۡتَحۡیٖ	مِنۡکُمۡ	وَاللّٰهُ لَا یَسۡتَحۡیٖ	مِنَ الۡحَقِّ
تکلیف دیتا ہے	ان نبی کو	تو وہ حیا کرتے ہیں	تم لوگوں سے	اور اللہ حیا نہیں کرتا	حق (کہنے) سے
وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡھُنَّ	مَتَاعًا	فَسۡـَٔلُوۡھُنَّ	مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ	ذٰلِکُمۡ	اَطۡھَرُ
اور جب کبھی تم لوگ مانگوان (ازواجؓ) سے	کوئی سامان	تو مانگوان سے	پردہ کے پیچھے سے	یہ	زیادہ پاکیزہ
لِقُلُوۡبِکُمۡ	وَقُلُوۡبِھِنَّ	وَمَا کَانَ لَکُمۡ	اَنۡ تُؤۡذُوۡا	رَسُوۡلَ اللّٰهِ	
تمہارے دلوں کے لئے	اور ان کے دلوں کے لئے	اور (جائز) نہیں ہے تمہارے لئے	کہ تم لوگو تکلیف دو	اللہ کے رسول کو	

وَلَآ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا	اَزۡوَاجَهٗ	مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ	اَبَدًا ؕ	اِنَّ	ذٰلِكُمۡ	1543 كَانَ	عِنۡدَ اللّٰهِ
اور نہ (جائز ہے) کہ تم لوگ نکاح کرو	ان کی بیویوں سے	ان کے بعد	کبھی بھی	بیشک	یہ (بات)	ہے	اللہ کے یہاں

عَظِيۡمًا ۝۵۳	اِنۡ تُبۡدُوۡا	شَيۡـئًا	اَوۡ تُخۡفُوۡهُ	فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ	بِكُلِّ شَىۡءٍ	عَلِيۡمًا ۝۵۴
بہت بڑی	اگر تم لوگ ظاہر کرو	کوئی چیز	یا خفیہ رکھو اس کو	تو بیشک اللہ ہے	ہر چیز کا	علم رکھنے والا

نوٹ۔1

نبی ﷺ کسی تقریب پر صحابہ کرامؓ کو اپنے ہاں کھانے پر بلاتے رہتے۔ ایسے مواقع پر آپؐ ایسے لوگوں کو بھی تالیفِ قلب کی خاطر بلاتے جو مبتلائے نفاق تھے۔ اور اگر نہ بھی بلاتے تو بھی ان میں سے بعض بن بلائے مہمان بن کر خود ہی پہنچ جاتے۔ اول تو یہ لوگ وقت سے پہلے جا کر بیٹھ جاتے اور کھانے کے بعد بھی باتوں میں لگے بیٹھے رہتے۔ اس سے آپؐ کو تکلیف پہنچتی لیکن آپؐ مروت کے سبب سے نظر انداز فرماتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس باب میں واضح ہدایات دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرحلہ پر بھی منافقین کا پردہ نہیں اٹھانا چاہا اس لئے عام صیغے میں بات کی ہے۔ ہدایات یہ ہیں۔ (1) گھروں میں اجازت کے بغیر داخل مت ہو۔ (2) دعوت میں بن بلائے مت جاؤ۔ (3) وقت سے پہلے مت جاؤ۔ (4) جب کھا چکو تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

یہ ہدایات اس عام حکم کی تمہید ہیں جو تقریباً ایک سال بعد سورہ نور کی آیت 27 تا 29 میں دیا گیا۔ قدیم زمانے میں اہل عرب بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے۔ یہ جاہلانہ طریقہ بہت سی خرابیوں کا موجب تھا۔ اس لئے پہلے نبی ﷺ کے گھروں میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو پھر سورہ نور میں اس قاعدے کو تمام مسلمانوں کے گھروں میں رائج کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 55 تا 58

ترجمہ:

لَا جُنَاحَ	عَلَيۡهِنَّ	فِىۡۤ اٰبَآئِهِنَّ	وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ	وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ
کوئی گناہ نہیں ہے	ان خواتین پر	اپنے باپوں (کے سامنے ہونے) میں	اور نہ اپنے بیٹوں میں	اور نہ اپنے بھائیوں میں

وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ	وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ	وَلَا نِسَآئِهِنَّ	وَلَا مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ ۚ
اور نہ اپنے بھائیوں کے بیٹوں میں	اور نہ اپنی بہنوں کے بیٹوں میں	اور نہ اپنی خواتین میں	اور نہ ان میں جن کے مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ

وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	شَهِيۡدًا ۝۵۵	اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ
اور تم خواتین اللہ کا تقویٰ اختیار کرو	یقیناً اللہ ہے	ہر چیز پر	ہمیشہ موجود رہنے والا	بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں

عَلَى النَّبِىِّ ؕ	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا	صَلُّوۡا	عَلَيۡهِ	وَسَلِّمُوۡا	تَسۡلِيۡمًا ۝۵۶
ان نبی! پر	اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ درود بھیجو	اُن پر	اور سلامتی کی دعا کرو	جیسا سلامتی کی دعا کرنے کا حق ہے

اِنَّ الَّذِيۡنَ	يُؤۡذُوۡنَ	اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ	لَعَنَهُمُ اللّٰهُ	فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ
بیشک جو لوگ	تکلیف دیتے ہیں	اللہ کو اور اس کے رسول کو	لعنت کی ان پر اللہ نے	دنیا اور آخرت میں

وَاَعَدَّ لَهُمْ	عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾	وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اوراس نے تیار کیاان کے لئے	ایک ذلیل کرنے والا عذاب	اور جولوگ تکلیف دیتے ہیں	مومن مردوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ	بِغَيْرِ مَا	اكْتَسَبُوْا	فَقَدِ احْتَمَلُوْا	بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾
اور مومن عورتوں کو	اس کے بغیر جو	انہوں نے کمایا	توانہوں نے بوجھ اٹھایا ہے	بہتان اور کھلے گناہ کا

نوٹ۔1

ازواج مطہرات کے گھروں میں دوسرے کے داخل ہونے پر جو پابندی عائد کی گئی ہے اس سے جولوگ مستثنٰی تھے۔آیت۔55۔ میں ان کا ذکر ہے پھر سورہ نور کی آیت۔31۔ میں اسے مسلمانوں کے لئے عام کیا گیا۔

آیت۔56۔ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جولوگ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں وہ آپ ﷺ پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اللہ اوراس کے فرشتوں کی ہمنوائی کر کے وہ خود اپنے آپ کوسزاوارِ رحمت بناتے ہیں۔جہاں تک نبی ﷺ کا تعلق ہے، جب آپ ﷺ کو اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائیں حاصل ہیں تو وہ دوسروں کی دعاؤں کے محتاج نہیں ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنا مرضِ نفاق کا علاج ہے۔یہاں جس محل میں درود وسلام کی ہدایت فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ منافقوں کی طرح نبی ﷺ کو ایذاء پہنچانے کے بجائے اہل ایمان کی نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنا چاہئے۔اس سے یہ بات واضح طور پر نکلتی ہے کہ جولوگ درود کا اہتمام رکھتے ہیں ان کے اندر نفاق راہ نہیں پاسکتا۔(تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔53 میں تھا کہ مومنوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیں۔اب آیت۔57۔ میں بتایا کہ جولوگ ایسا کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کو دکھ دینے سے کیا مراد ہے؟ اس پر اگر سوچا جائے تو ہر سنت کی خلاف ورزی بھی ایذا رسول بنتی ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی فارسی میں سیرت پر ایک کتاب ’’مدارج النبوۃ‘‘ ہے۔اس میں ایک باب میں انہوں نے حضور ﷺ کی محبت سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ محبت ایک مخفی حقیقت ہے وہ دیکھی نہیں جاسکتی۔البتہ اس کا اظہار اعمال سے ہوتا ہے۔اگر یہ دیکھنا ہو کہ کس کے دل میں محبت رسول کتنی ہے تو اس کے اعمال دیکھو۔پھر اس ضمن میں انہوں نے بیس نکات بیان کئے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو دکھ دیتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے دل میں رسول ﷺ کی کوئی محبت نہیں ہے۔کیونکہ اس کے دل میں رسول ﷺ کا لحاظ ہوتا یا حیا ہوتی تو وہ امت کے کسی آدمی کو دکھ نہ دیتا۔(حافظ احمد یار صاحب کے کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (59 تا 62)

ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	وَبَنٰتِكَ	وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ	يُدْنِيْنَ
اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے	اپنی بیویوں سے	اوراپنی بیٹیوں سے	اور مومنوں کی عورتوں سے	تو وہ قریب کرلیں گی

عَلَيْهِنَّ	مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ	ذٰلِكَ	اَدْنٰۤى	اَنْ يُّعْرَفْنَ	فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ
اپنے اوپر	اپنی اُڑھنیوں میں سے	یہ	زیادہ بہتر ہے	کہ وہ پہچانی جائیں	نتیجۃً وہ ستائی نہ جائیں گی

وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾	لَئِنْ	لَّمْ يَنْتَهِ	الْمُنٰفِقُوْنَ
اور ہے اللہ	بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا	بیشک اگر	باز نہ آئے	منافق لوگ

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّالْمُرْجِفُوْنَ	فِي الْمَدِيْنَةِ	لَنُغْرِيَنَّكَ
اور وہ لوگ جن کے دلوں میں	کوئی روگ ہے	اور افواہ پھیلانے والے	مدینہ میں	تو ہم لازماً حاوی کردیں گے آپؐ کو

بِهِمْ	ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ	فِيْهَآ	اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۰	مَّلْعُوْنِيْنَ
ان پر	پھر یہ لوگ پڑوسی نہیں رہیں گے آپؐ کے	اس (مدینہ) میں	مگر تھوڑا سا (عرصہ)	لعنت کئے ہوئے

اَيْنَمَا	ثُقِفُوْٓا	اُخِذُوْا	وَقُتِّلُوْا	تَقْتِيْلًا ۝۶۱	سُنَّةَ اللّٰهِ
جہاں کہیں	پائے جائیں	تو پکڑے جائیں	اور قتل کئے جائیں	جیسا قتل کئے جانے کا حق ہے	(آپؐ پائیں گے) اللہ کی سنت

فِي الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ قَبْلُ	وَلَنْ تَجِدَ	لِسُنَّةِ اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا ۝۶۲
ان لوگوں میں جو	گزرے	اس سے پہلے	اور آپؐ ہرگز نہیں پائیں گے	اللہ کی سنت میں	کوئی تبدیلی

نوٹ۔1

پردے کا حکم دینے کے ساتھ اس کی علت بھی بیان کردی گئی ہے اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو شریر لوگوں کی شرارت سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لئے اختیار کی گئی تھی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اول تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہوجائیں گے۔ (تدبر قرآن)

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب وہ حالات نہیں رہے، اُن کی بات اس حد تک تو درست ہے کہ حالات واقعی بہت زیادہ تبدیل ہوچکے ہیں، لیکن وہ لوگ اس سے جو تاثر دیتے ہیں کہ وہ حالات نہیں رہے تو وہ ''شرارت'' بھی نہیں رہی، یہ تاثر نہ صرف غلط ہے بلکہ درحقیقت فریب دہی کی ایک دانشورانہ کوشش ہے۔ کسی پر اگر دانشوری کا بھوت نہیں سوار ہے تو وہ تعصب کی عینک اتار کر دیکھ لے کہ جب دنیا کے مہذب ممالک میں پردے کا رواج تھا، اس وقت ان ممالک میں جنسی جرائم کا کیا ریکارڈ تھا اور اب جبکہ دنیا کے انتہائی مہذب ممالک نے پردے کا رواج ختم کرکے سر پر رومال لینے کو بھی غیر قانونی قرار دے دیا ہے تو ان ممالک میں جنسی جرائم کا کیا ریکارڈ ہے۔ اس طرح اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ حالات کی تبدیلی نے کیا رخ اختیار کیا ہے اور وہ ''شرارت'' اب کتنی گھناؤنی ہوگئی ہے۔

آیت نمبر (63 تا 68)

ترجمہ:

يَسْـَٔلُكَ	النَّاسُ	عَنِ السَّاعَةِ	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا
پوچھتے ہیں آپؐ سے	لوگ	اس گھڑی (قیامت) کے بارے میں	آپؐ کہئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اس کا علم

عِنْدَ اللّٰهِ	وَمَا يُدْرِيْكَ	لَعَلَّ	السَّاعَةَ	تَكُوْنُ	قَرِيْبًا ۝۶۳	اِنَّ اللّٰهَ
اللہ کے پاس ہے	اور آپؐ کیا جانیں	شاید	وہ گھڑی	ہو	نزدیک	بیشک اللہ نے

لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ	وَاَعَدَّ لَهُمْ	سَعِيْرًا ۝۶۴	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا
لعنت کی کافروں پر	اور اس نے تیار کی ان کے لئے	شعلوں والی آگ	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	دائمی طور پر

لَا يَجِدُوْنَ	وَلِيًّا	وَّلَا نَصِيْرًا ۝۶۵	يَوْمَ تُقَلَّبُ	وُجُوْهُهُمْ	فِي النَّارِ
وہ لوگ نہیں پائیں گے	کوئی کارساز	اور نہ کوئی مددگار	جس دن الٹے پلٹے جائیں گے	ان کے چہرے	آگ میں

يَقُوْلُوْنَ	يٰلَيْتَنَآ	اَطَعْنَا اللّٰهَ	وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶	وَقَالُوْا	1543 رَبَّنَآ
(تب) وہ لوگ کہیں گے	اے کاش	ہم اطاعت کرتے اللہ کی	اور اطاعت کرتے ان رسولؐ کی	اور کہیں گے	اے ہمارے رب

اِنَّآ اَطَعْنَا	سَادَتَنَا	وَكُبَرَآءَنَا	فَاَضَلُّوْنَا	السَّبِيْلَا ۝۶۷
بیشک ہم نے اطاعت کی	اپنے سرداروں کی	اور اپنے بڑوں کی	تو ان لوگوں نے بہکا دیا ہم کو	راستے سے

رَبَّنَآ	اٰتِهِمْ	ضِعْفَيْنِ	مِنَ الْعَذَابِ	وَالْعَنْهُمْ	لَعْنًا كَبِيْرًا ۝۶۸ ع
اے ہمارے رب	تو دے ان کو	دوگنا	عذاب میں سے	اور تو لعنت بھیج ان پر	جیسے بڑی لعنت بھیجنے کا حق ہے

نوٹ۔1

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ فعل اَدْرٰى ۔ يُدْرِيْ سے جن چیزوں کے لئے فعل ماضی اَدْرٰى آیا ہے، رسول اللہ ﷺ ان چیزوں کے متعلق جانتے تھے۔ اور جن چیزوں کے لئے فعل مضارع يُدْرِيْ آیا ہے آپؐ ان کے متعلق نہیں جانتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ مَآ اَدْرٰكَ میں مَآ اَدْرٰكَ میں اَدْرٰى کو اگر فعل ماضی مانا جائے تو ترجمہ ہوگا آپؐ کیا جانیں یعنی آپؐ کو نہیں معلوم لیکن اس کو فعل تعجب مانا جائے تو ترجمہ ہوگا آپؐ کتنا جاننے والے ہیں، یعنی آپؐ خوب جانتے ہیں، لیکن فعل مضارع يُدْرِيْ کو فعل تعجب نہیں مانا جاسکتا۔ اس لئے اس کا ایک ہی ترجمہ ممکن ہے کہ آپؐ کیا جانیں یعنی آپؐ نہیں جانتے۔ (حافظ احمد یار صاحب مرحوم)

حافظ صاحب کا کیسٹ سن کر میں نے پھر معجم سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ مَآ اَدْرٰكَ قرآن مجید میں۔ 13۔ جگہ آیا ہے۔ اور جن چیزوں کے لئے آیا ہے وہ یہ ہیں۔ اَلْحَآقَّةُ (69۔3)۔ سَقَرُ (74۔27)۔ يَوْمُ الْفَصْلِ۔ (77۔14) يَوْمُ الدِّيْنِ (دومرتبہ۔ 82۔17/18) سِجِّيْنٌ۔ (83۔8) عِلِّيُّوْنَ۔ (83۔19) اَلطَّارِقُ (86۔2)۔ اَلْعَقَبَةُ۔ (90۔12) لَيْلَةُ الْقَدْرِ (97۔2)۔ اَلْقَارِعَةُ (101۔3) هَاوِيَةٌ (101۔8) (101۔9/5) اَلْحُطَمَةُ۔ (104۔19)۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو علم دیا گیا بلکہ ان میں سے اکثر کا آپؐ کو شب معراج میں مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ فعل مضارع يُدْرِيْ قرآن مجید میں تین جگہ آیا ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔ 63۔ کے علاوہ 42/17۔ اور 80/3 میں۔

نوٹ۔2

آیت۔ 67 میں سَادَتَنَا اور كُبَرَآءَنَا کے دو لفظ آئے ہیں۔ سادۃ سے مراد تو ظاہر ہے کہ لیڈر اور سردار ہیں اور كُبَرَاء سے مراد ان کے خاندانی اور مذہبی پیشوا ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی آنکھ بند کر کے اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو حق و باطل میں امتیاز کے لئے عقل عطا فرمائی ہے۔ اس وجہ سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس کسوٹی سے کام لے۔ جو اس سے کام لے گا، اگر وہ کہیں ٹھوکر بھی کھائے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سہارا دے اور معاف فرمائے لیکن جو آنکھیں بند کر کے اپنی باگ دوسروں کے ہاتھ میں پکڑا دے گا اس کا حشر وہی ہوگا جو یہاں بیان ہوا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 69 تا 73

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	اٰذَوْا	مُوْسٰى	فَبَرَّاَهُ
اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ مت ہو جانا	انکی مانند جنہوں نے	ستایا	موسیٰؑ کو	تو بری قرار دیا ان کو
اللّٰهُ	مِمَّا	قَالُوْا ۭ	وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ	وَجِيْهًا ۝۶۹	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اللہ نے	اس سے جو	انہوں نے کہا	اور وہ تھے اللہ کے نزدیک	بلند رتبہ	اے لوگو! جو ایمان لائے

اتَّقُوا اللّٰهَ	وَقُوْلُوْا	قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ﴿۷۰﴾	يُّصْلِحْ	لَكُمْ	1543 اَعْمَالَكُمْ
تم لوگ تقویٰ اختیار کرو اللہ کا	اور کہو	ٹھیک بات	تو وہ اصلاح کرے گا	تمہارے لئے	تمہارے اعمال کی

وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ ؕ	وَمَنْ يُّطِعِ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ فَازَ
اور وہ بخش دے گا تمہارے لئے	تمہارے گناہوں کو	اور جو اطاعت کرتا ہے	اللہ کی اور اس کے رسول کی	تو وہ کامیاب ہو گیا ہے

فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾	اِنَّا عَرَضْنَا	الْاَمَانَةَ	عَلَى السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَالْجِبَالِ
جیسے عظیم کامیابی کا حق ہے	بیشک ہم نے پیش کیا	اس امانت کو	آسمانوں پر	اور زمین پر	اور پہاڑوں پر

فَاَبَيْنَ	اَنْ يَّحْمِلْنَهَا	وَاَشْفَقْنَ	مِنْهَا	وَحَمَلَهَا	الْاِنْسَانُ ؕ
تو سب نے انکار کیا	کہ وہ اٹھائیں اس کو	اور وہ سب ڈر گئے	اس سے	اور اٹھایا اس کو	انسان نے

اِنَّهٗ كَانَ	ظَلُوْمًا	جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾	لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ	الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
بیشک وہ ہے	بہت ظلم کرنے والا	بڑا نادان	تاکہ عذاب دے اللہ	منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ	وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو	اور تاکہ توبہ قبول کرے اللہ	مومن مردوں اور مومن عورتوں کی	اور ہے اللہ	بے انتہا بخشنے والا رحم والا

نوٹ۔1

شاہ عبدالقادرؒ نے آیات۔70۔71۔ کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدھی بات کا عادی ہونے پر اصلاح اعمال کا جو وعدہ ہے وہ صرف دینی اعمال ہی نہیں ہیں بلکہ دنیا کے سب کام بھی اس میں داخل ہیں۔ جو شخص قولِ سدید کا عادی ہو جائے یعنی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر بات کرے، کسی کو فریب نہ دے، دل خراش بات نہ کرے، اس کے اعمالِ آخرت بھی درست ہو جائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے۔ شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ یہ ہے ’’کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تم کو تمہارے کام۔‘‘

(منقول از معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔72۔ میں امانت سے مراد خلافت ہے جو قرآن مجید کی رو سے انسان کو زمین میں عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے، اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لئے اسے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف کے جو اختیارات عطا کئے ہیں، ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے اختیاری اعمال کا ذمہ دار قرار پائے اور اپنے صحیح طرزِ عمل پر اجر کا اور غلط طرزِ عمل پر سزا کا مستحق بنے۔ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر اسے خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہاں اسی کے لئے امانت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ امانت کتنی اہم اور بارگراں ہے، اس کا تصور دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آسمان اور زمین اپنی ساری عظمت کے باوجود اور پہاڑ اپنی زبردست جسامت کے باوجود اس کے اٹھانے کی ہمت نہ رکھتے تھے مگر انسان نے اپنی ذراسی جان پر یہ بوجھ اٹھالیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ سبا (34)

آیت نمبر (1 تا 5)

ترجمہ:

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ الَّذِیْ	لَهٗ	مَا فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِی الْاَرْضِ
تمام شکرو سپاس	اس اللہ کے لئے ہے	جس کے لئے ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اور وہ جو زمین میں ہے

وَلَهُ الْحَمْدُ	فِی الْاٰخِرَةِ ؕ	وَهُوَ	الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ①	یَعْلَمُ	مَا یَلِجُ
اور اس کے لئے ہی تمام شکرو سپاس ہے	آخرت میں (بھی)	اور وہ ہی	حکمت والا ہے باخبر ہے	وہ جانتا ہے	اس کو جو گھستا ہے

فِی الْاَرْضِ	وَمَا یَخْرُجُ	مِنْهَا	وَمَا یَنْزِلُ	مِنَ السَّمَآءِ	وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ
زمین میں	اور اس کو جو نکلتا ہے	اس میں سے	اور اس کو جو اترتا ہے	آسمان سے	اور اس کو جو چڑھتا ہے اس میں

وَهُوَ الرَّحِیْمُ	الْغَفُوْرُ ②	وَقَالَ الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	لَا تَاْتِیْنَا	السَّاعَةُ ؕ
اور وہ ہی رحم کرنے والا ہے	بے انتہا بخشنے والا ہے	اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	نہیں آئے گی ہمارے پاس	وہ گھڑی (قیامت)

قُلْ بَلٰی	وَرَبِّیْ	لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ	عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ	لَا یَعْزُبُ
آپؐ کہئے کیوں نہیں	میرے اس رب کی قسم	وہ لازماً آئے گی تم لوگوں کے پاس	جو عالم الغیب ہے	پوشیدہ نہیں ہوتی

عَنْهُ	مِثْقَالُ ذَرَّةٍ	فِی السَّمٰوٰتِ	وَلَا فِی الْاَرْضِ	وَلَاۤ اَصْغَرُ
اس سے	کسی ذرہ کے ہم وزن (چیز)	آسمانوں میں	اور نہ زمین میں	اور نہ چھوٹی (چیز)

مِنْ ذٰلِكَ	وَلَاۤ اَكْبَرُ	اِلَّا	فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ③ۙ	لِّیَجْزِیَ
اس سے	اور نہ بڑی	مگر (یہ کہ)	(وہ سب) ایک واضح کتاب میں ہیں	تاکہ وہ بدلہ دے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ④
ان لوگوں کو جو ایمان لائے	اور عمل کئے نیکیوں کے	یہ لوگ ہیں	جن کے لئے ہے	مغفرت اور باعزت روزی

وَالَّذِیْنَ سَعَوْ	فِیْۤ اٰیٰتِنَا	مُعٰجِزِیْنَ	اُولٰٓئِكَ
اور جن لوگوں نے بھاگ دوڑ کی	ہماری آیات (احکام) میں	(ان کو) عاجز کرنے والے ہوتے ہوئے	یہ لوگ ہیں

لَهُمْ	عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ⑤
جن کے لئے ہے	گندگی میں سے ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

آیت۔5۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کافر تو ہو مگر دین حق کے مقابلے میں عناد و مخالفت کی روش بھی اختیار نہ کرے، وہ عذاب سے تو نہ بچے گا مگر بدترین عذاب اس کے لئے نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (6تا9)

م ز ق

(ن)۔ض	مَزْقًا	کسی چیز کو پھاڑ دینا۔
تفعیل	تَمْزِيْقًا	ریزہ ریزہ کرکے بکھیر دینا۔ پراگندہ کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔7۔
	مُمَزَّقٌ	اسم المفعول ہے۔ بکھیرا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔7۔

ترکیب

(آیت۔6) يَرَى کا فاعل اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ہے جبکہ اَلَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اس کا مفعول اول ہے اور هُوَ الْحَقَّ اس کا مفعول ثانی ہے۔ اگر یہ خبر ہوتا تو اَلْحَقُّ آتا۔ اس کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ يَرَى کا مفعول ہے۔ اس پر لام جنس ہے اور هُوَ ضمیر فاصل ہے (آیت۔7) كُلَّ کی نصب کی وجہ سے كُلَّ مُمَزَّقٍ کو مُزِّقْتُمْ کا مفعول مطلق مانا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں مُمَزَّقٍ مصدر ہوگا اور ترجمہ اس لحاظ سے ہوگا۔ قاعدہ یہ ہے کہ ابواب مزید فیہ کے اسم المفعول ظرف کے طور پر بھی آتے ہیں اور مصدر میمی کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ كُلَّ کی نصب حال ہونے کی وجہ سے بھی مانی جاسکتی ہے۔ ایسی صورت میں مُمَزَّقٍ اسم المفعول ہی رہے گا اور ترجمہ اس لحاظ سے ہوگا۔ ہم دوسری صورت کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔8) اَفْتَرٰى میں ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ الوصل لکھنے میں بھی گر گیا ہے یعنی یہ دراصل اَاِفْتَرٰى ہے۔

ترجمہ:

وَيَرَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ اِلَيْكَ	مِنْ رَّبِّكَ
اور دیکھتے ہیں	وہ لوگ جن کو	دیا گیا	علم	اس کو جو	اتارا گیا آپؐ کی طرف	آپؐ کے رب (کی طرف) سے

هُوَ الْحَقَّ	وَيَهْدِيْٓ	اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥
(وہ پاتے ہیں اس کو ہی) کل حق	اور وہ رہنمائی کرتا ہے	حمد کئے ہوئے بالادست کے راستے کی طرف

وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	هَلْ نَدُلُّكُمْ	عَلٰي رَجُلٍ	يُّنَبِّئُكُمْ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	کیا ہم رہنمائی کریں تم لوگوں کی	ایک ایسے شخص پر جو	خبر دیتا ہے تم لوگوں کو

اِذَا مُزِّقْتُمْ	كُلَّ مُمَزَّقٍ	اِنَّكُمْ	لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑦
(کہ) جب بکھیر دیئے جاؤ گے تم لوگ	بالکل ریزہ ریزہ کئے ہوئے	تو بیشک تم لوگ	ضرور ایک نئی مخلوق میں (زندہ) ہوگے

اَفْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَمْ بِهٖ	جِنَّةٌ	بَلِ الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
کیا اس نے گھڑا	اللہ پر	کوئی جھوٹ	یا اس کے ساتھ	کوئی جنون ہے	بلکہ وہ لوگ جو	ایمان نہیں لاتے

بِالْاٰخِرَةِ	فِي الْعَذَابِ	وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧	اَفَلَمْ يَرَوْا	اِلٰى مَا
آخرت پر	عذاب میں	اور دور والی گمراہی میں ہیں	تو کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا	اس کی طرف جو

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا خَلْفَهُمْ	مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ	اِنْ نَّشَاْ
ان کے سامنے ہے	اور جو ان کے پیچھے ہے	آسمان اور زمین سے	اگر ہم چاہتے

نَخۡسِفۡ بِهِمُ	الۡاَرۡضَ	اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ	1543 كِسَفًا
تو ہم دھنسا دیتے ان کو	زمین میں	یا ہم گرا دیتے ان پر	کوئی ٹکڑا
مِّنَ السَّمَآءِ ؕ	اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۹
آسمان سے	بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے

نوٹ۔1

آیت۔6۔ میں اَلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ میں اہل کتاب بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں اور صحیفوں کے علم کو محفوظ رکھا اور وہ اہل عرب بھی شامل ہیں جو بت پرستی عام ہو جانے کے باوجود اس سے کنارہ کش رہے اور دین ابراہیمی پر قائم رہے، جن کو حنفاءُ کہا جاتا تھا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (10 تا 14)

س ر د

(ن۔ض) سَرۡدًا: کسی سخت چیز کو سینا۔ چمڑا سینا۔ لوہے کی کڑیاں جوڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔11۔

ج ف ن

(ن) جَفۡنًا: بڑے بڑے پیالوں میں کھلانا۔

جَفۡنَةٌ: ج جِفَانٌ۔ بڑا پیالہ۔ لگن۔ طشت۔ (زیر مطالعہ آیت۔13)

ترکیب

(آیت۔10) اَلطَّیۡرَ اگر اَلطَّیۡرُ ہوتا تو اس کو یٰجِبَالُ پر عطف مانا جا سکتا تھا لیکن اس پر نصب ہونے کی وجہ سے اس سے پہلے کوئی فعل محذوف ماننا ہوگا جو کہ کَذٰلِكَ اَمَرۡنَا یا حَکَمۡنَا ہو سکتا ہے، اَلطَّیۡرَ پر لام جنس ہے اس لئے اس کا ترجمہ جمع میں ہوگا۔ اَلَنَّا دراصل اَلۡیَنۡنَا (مادہ ل ی ن۔ باب افعال) تھا۔ قاعدے کے مطابق یَا گر گئی اور نُون کا ادغام ہو گیا تو اَلَنَّا استعمال ہوا۔ (آیت۔12) اَلرِّیۡحَ کی نصب بتا رہی ہے کہ اس سے پہلے فعل سَخَّرۡنَا محذوف ہے۔ (آیت۔13) مادہ ’’ج و ب‘‘ سے لفظ جَوَابٌ بنتا ہے جو اردو میں عام مستعمل ہے اور قرآن مجید میں بھی چار جگہ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے لیکن اس آیت میں كَالۡجَوَابِ وہ لفظ جَوَابٌ نہیں ہے بلکہ جَوَابٍ ہے۔ مادہ ’’ج ب ی‘‘ سے اسم الفاعل جَابِیَةٌ آتا ہے۔ اس کی جمع اصلاً تو جَوَابِیُ ہے جو قاعدہ کے مطابق تبدیل ہو کر حالت رفع اور حالت جر دونوں میں جَوَابٍ آتی ہے۔ جَوَابٌ اور جَوَابٍ میں تمیز کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسی آیت میں كَالۡجَوَابِ کو جَوَابٌ مان کر ترجمہ کریں تو معنی نہیں بنیں گے اور جَوَابٍ مان کر ترجمہ کریں تو مفہوم واضح ہو جائے گا۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ جَوَابٍ قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ اسی آیت میں آیا ہے۔

ترجمہ:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا	دَاوٗدَ	مِنَّا	فَضۡلًا ؕ	يٰجِبَالُ	اَوِّبِیۡ
اور بیشک ہم دے چکے	داؤدؑ کو	اپنے پاس سے	ایک فضیلت	اے پہاڑو	ہمنوائی کرو

مَعَهٗ	وَالطَّيۡرَ ۚ	وَاَلَنَّا	لَهُ	الۡحَدِيۡدَ ۙ ۱۰	اَنِ اعۡمَلۡ
انؑ کے ساتھ	اور (ہم نے یہی حکم دیا) پرندوں کو	اور ہم نے نرم کیا	انؑ کے لئے	لوہے کو	کہ آپؑ عمل کریں (یعنی بنائیں)

سٰبِغٰتٍ	وَّقَدِّرْ	فِي السَّرْدِ	وَاعْمَلُوْا	صَالِحًا ط	1543 اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
زرہیں	آپؑ اندازے مقرر کریں	کڑیاں بنانے میں	اور تم سب عمل کرو	نیک	بیشک میں اس کو جو تم لوگ کرتے ہو

بَصِيْرٌ (11)	وَلِسُلَيْمٰنَ	الرِّيْحَ	غُدُوُّهَا	شَهْرٌ	وَّرَوَاحُهَا
دیکھنے والا ہوں	اور (ہم نے مسخر کیا) سلیمانؑ کے لئے	ہوا کو	اس کا صبح کو چلنا	ایک مہینہ تھا	اور اس کا شام کو واپس ہونا

شَهْرٌ ج	وَاَسَلْنَا	لَهٗ	عَيْنَ الْقِطْرِ ط	وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ	يَّعْمَلُ	بَيْنَ يَدَيْهِ
ایک مہینہ تھا	اور ہم نے پگھلایا	انؑ کے لئے	تانبے کے چشمے کو	اور جنوں میں سے وہ بھی تھے جو	عمل کرتے تھے	ان کے سامنے

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ط	وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ	عَنْ اَمْرِنَا	نُذِقْهُ	مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ (12)
ان کے رب کی اجازت سے	اور جو پھرتا ان میں سے	ہمارے حکم سے	تو ہم چکھا دیتے اس کو	بھڑکتی آگ کے عذاب میں سے

يَعْمَلُوْنَ	لَهٗ	مَا يَشَآءُ	مِنْ مَّحَارِيْبَ	وَتَمَاثِيْلَ	وَجِفَانٍ
وہ سب عمل کرتے تھے	انؑ کے لئے	جو وہ چاہتے	جیسے محرابیں	اور مجسمے	اور طشت

كَالْجَوَابِ	وَقُدُوْرٍ	رّٰسِيٰتٍ ط	اِعْمَلُوْٓا	اٰلَ دَاوٗدَ	شُكْرًا ط
تالاب کی مانند	اور دیگیں	جمی ہوئی (اپنی جگہ پر)	عمل کرو	اے داؤدؑ کے پیروکارو	شکر گزاری کا

وَقَلِيْلٌ	مِّنْ عِبَادِيَ	الشَّكُوْرُ (13)	فَلَمَّا	قَضَيْنَا	عَلَيْهِ الْمَوْتَ	مَا دَلَّهُمْ
اور تھوڑے ہیں	میرے بندوں میں سے	شکر کرنے والے	پھر جب	ہم نے فیصلہ کیا	ان پر موت کا	تو رہنمائی نہیں کی ان کی

عَلٰى مَوْتِهٖٓ	اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ	تَاْكُلُ	مِنْسَاَتَهٗ ج	فَلَمَّا خَرَّ	تَبَيَّنَتِ	الْجِنُّ
ان کی موت پر	مگر زمین کے کیڑے نے	وہ کھاتا تھا	انؑ کی لاٹھی کو	پھر جب وہ گر پڑے	تو معلوم کیا	جنوں نے

اَنْ لَّوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ	الْغَيْبَ	مَا لَبِثُوْا	فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (14)
کہ اگر	وہ جانتے ہوتے	غیب کو	تو وہ نہ ٹھہرتے	ذلیل کرنے والے اس عذاب میں

نوٹ۔1

حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح لوہے کے استعمال کا فن تعلیم فرمایا جس سے انہوں نے اپنی بری قوت میں اضافہ کیا۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کو ہوا کے کنٹرول کرنے کا فن عطا فرمایا جس سے انہوں نے اپنے بحری بیڑے کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے بحری جہاز مہینوں کا سفر بے روک ٹوک جاری رکھتے۔ (تدبر قرآن) بائبل اور جدید تاریخی تحقیقات سے اس پر جو روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے دور حکومت میں بڑے پیمانے پر بحری تجارت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ایک طرف عصیون جابر سے ان کے تجارتی جہاز بحر احمر میں یمن اور دوسرے ممالک کی طرف جاتے تھے اور دوسری طرف بحر روم کی بندگاہوں سے ان کا بیڑہ (جسے بائبل میں ترسیسی بیڑہ کہا گیا ہے) مغربی ممالک کی طرف جایا کرتا تھا۔ (تفہیم القرآن، ج3، ص176)

نوٹ۔2

آیت۔13۔ میں لفظ تماثیل استعمال ہوا ہے جو تمثال کی جمع ہے۔ تمثال عربی میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی قدرتی شئے

کے مشابہ بنائی جائے قطع نظر اس سے کہ وہ کوئی انسان یا حیوان، کوئی درخت ہو یا پھول یا دریا یا کوئی دوسری بے جان چیز۔ اس لئے قرآن مجید کے اس بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے جو تماثیل بنائی جاتی تھیں 1543 وہ ضرور انسانوں اور حیوانوں کی تصاویر یا ان کے مجسمے ہی ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہ پھول پتیاں، قدرتی مناظر اور مختلف قسم کے نقش و نگار ہوں جن سے حضرت سلیمانؑ نے اپنی عمارتوں کو آراستہ کرایا ہو، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے انبیاء اور ملائکہ کی تصویریں بنوائی تھیں۔ یہ باتیں ان مفسرین نے بنی اسرائیل کی روایت سے اخذ کیں اور پھر ان کی توجیہ یہ کی کہ پچھلی شریعتوں میں اس قسم کی تصویریں بنانا ممنوع نہ تھا۔ حالانکہ حضرت سلیمانؑ جس شریعت موسوی کے پیرو تھے اس میں بھی انسانی اور حیوانی تصاویر اور مجسمے اسی طرح حرام تھے جس طرح شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام ہیں۔ دراصل بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو حضرت سلیمانؑ سے جو عداوت تھی اس کی بنا پر انہوں نے انؑ پر شرک، بت پرستی، جادوگری اور دیگر الزامات لگائے۔ اس لئے ان کی روایات پر اعتماد کر کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں کوئی ایسی بات قبول نہیں کی جاسکتی جو خدا کی بھیجی ہوئی شریعت کے خلاف پڑتی ہو۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (15 تا 21)

ع ر م

(س۔ک)

عَرَامَةً	شوخ ہونا۔ شدید ہونا
عَرِمٌ	صفت ہے۔ شوخ۔ شدید۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

خ م ط

(س)

خَمْطًا	کسی چیز کی بو یعنی مہک میں تغیر آجانا۔
خَمْطٌ	کھٹی یا کڑوی چیز۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

ء ث ل

(ک)

اَثَالَةً	زمین میں یا شرافت میں جڑ پکڑنا
اَثْلٌ	ایک خاردار درخت جس کا پھل کھانے کے قابل نہیں ہوتا، اسے بکریاں کھاتی ہیں۔ اردو میں اسے جھاؤ کا درخت کہتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

س د ر

(ن۔ض)

سَدْرًا	بالوں کو لٹکانا
سِدْرٌ	بیری کا درخت۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔
اَلسِّدْرَةٌ	بیری کا مخصوص درخت۔ عرش الٰہی کے داہنی جانب بیری کا درخت جو ملائکہ کی پہنچ کی آخری حد ہے۔ ﴿اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴾ (53/النجم:16) ''جو چھایا بیری کے درخت پر وہ جو چھایا۔''

ترجمہ:

لَقَدْ كَانَ	لِسَبَاٍ	فِیْ مَسْكَنِهِمْ	اٰیَةٌ	جَنَّتٰنِ
بیشک ہو چکی	(قوم) سبا کے لئے	ان کے رہنے کی جگہ (یعنی بستی) میں	ایک نشانی	دو باغات تھے

عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬	كُلُوْا	مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ	وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ	بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ
دائنے اور بائیں سے	تم لوگ کھاؤ	اپنے رب کے رزق میں سے	اور شکر کرو اس کا	(تمہارا شہر) ایک پاکیزہ شہر ہے
وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾	فَاَعْرَضُوْا	فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ	سَيْلَ الْعَرِمِ	وَبَدَّلْنٰهُمْ
اور (تمہارا رب) بے انتہا بخشنے والا رب ہے	پھر ان لوگوں نے اعراض کیا	تو ہم نے بھیجا ان پر	شدت کا سیلاب	ہم نے بدلے میں دیا ان کو
بِجَنَّتَيْهِمْ	جَنَّتَيْنِ	ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ	وَّ اَثْلٍ	وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾
ان کے دو باغات کے بدلے	دو ایسے باغات جو	کڑوے پھل والے تھے	اور جھاؤ کے درخت والے	اور تھوڑی سی چیز والے بیری میں سے
ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ	بِمَا كَفَرُوْا ؕ	وَهَلْ نُجٰزِيْٓ	اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾	وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ
یہ ہم نے بدلہ دیا ان کو	اس کے سبب سے جو انہوں نے ناشکری کی	اور ہم سزا نہیں دیتے	مگر بہت ہی ناشکرے کو	اور ہم نے بنائیں ان کے درمیان
وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ	بٰرَكْنَا فِيْهَا	قُرًى ظَاهِرَةً	وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا	السَّيْرَ ؕ
اور ان بستیوں کے درمیان	ہم نے برکت دی جن میں	کچھ نظر آنے والی بستیاں	اور ہم نے مقرر کیں ان میں (منزلیں)	سفر کرنے کے لئے
سِيْرُوْا فِيْهَا	لَيَالِيَ	وَاَيَّامًا	اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾	فَقَالُوْا رَبَّنَا
تم لوگ سفر کرو ان میں	راتوں کے وقت	اور دنوں کے وقت	امن میں ہونے والے ہوتے ہوئے	پھر ان لوگوں نے کہا اے ہمارے رب
بٰعِدْ	بَيْنَ اَسْفَارِنَا	وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	فَجَعَلْنٰهُمْ	اَحَادِيْثَ
تو دور کر دے (فاصلے)	ہمارے سفروں کے درمیان	اور انہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر	ہم نے بنا دیا ان کو	افسانے
وَمَزَّقْنٰهُمْ	كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾
اور ہم نے بکھیر دیا ان کو	بالکل ریزہ ریزہ کئے ہوئے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ہر ثابت قدم رہنے والے شکر کرنے والے کے لئے

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ	اِبْلِيْسُ	ظَنَّهٗ	فَاتَّبَعُوْهُ	اِلَّا فَرِيْقًا	مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾
اور بیشک سچ کر دکھایا ان پر	ابلیس نے	اپنے گمان کو	تو انہوں نے پیروی کی اس کی	سوائے ایک ایسے فریق کے جو	ایمان لانے والوں سے تھا
وَمَا كَانَ لَهٗ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ سُلْطٰنٍ	اِلَّا لِنَعْلَمَ	مَنْ	يُّؤْمِنُ
اور نہیں تھا اس کے لئے	ان پر	کوئی بھی اختیار	سوائے اس کے کہ ہم جان لیں	اس کو جو	ایمان لاتا ہے

بِالْاٰخِرَةِ	مِمَّنْ هُوَ	مِنْهَا	فِيْ شَكٍّ ؕ	وَرَبُّكَ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع
آخرت پر	ان میں سے جو کہ وہی	اس (آخرت) سے	شک میں ہے	اور آپ کا رب	ہر چیز پر	نگران ہے

نوٹ۔1

برکت والی بستیوں سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے جن کے ساتھ اہل سبا کے تجارتی تعلقات تھے۔ نمایاں بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جو تجارتی شاہراہ پر آباد تھیں اور وہ ان کے لئے منزلوں کا کام دیتی تھیں۔ یہاں یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسائشوں کے اہتمام کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ اس حقیقت کا بیان ہے کہ اس دنیا میں انسان کو جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے وہ اللہ کے فضل ہی سے ملتا ہے۔ لیکن انسان اپنی ناشکری کے باعث اسے اپنی سعی اور تدبیر کا کرشمہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس زمانے کی عام گمراہی کا اصل سبب بھی یہی ہے اور سائنس کی ایجادات نے اس میں اضافہ کر دیا ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب زوال نعمت کا دور شروع ہوا تو سبا کے مختلف قبیلے وطن چھوڑ کر عرب کے مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ غسانیوں نے اردن اور شام کا رخ کیا۔ اوس اور خزرج یثرب (مدینہ) میں جا بسے۔ اسی طرح باقی قبائل بھی عرب کے مختلف علاقوں میں نکل گئے۔ حتیٰ کہ سبا نام کی کوئی قوم ہی دنیا میں باقی نہ رہی۔ صرف اس کا ذکر افسانوں میں رہ گیا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔20۔ میں اشارہ ابلیس کے اس گمان کی طرف ہے جس کا اظہار اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کے وقت کیا تھا۔ اس وقت اس نے یہ کہا تھا کہ میں اولادِ آدم پر اس طرح گھیرے ڈالوں گا کہ ان کی اکثریت تیری جگہ میری پیروی کرے گی اور تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔ (الاعراف،۔ 17) یہاں اس کا حوالہ دینے سے مقصود اس کے انجام کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جواب دیا تھا کہ جو تیری پیروی کریں گے میں ان سب کو جہنم میں بھر دونگا۔ آگے آیت۔۲۱۔ میں بتا دیا کہ شیطان کو لوگوں پر یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ جس کو چاہے گمراہ کر دے۔ اس کو صرف اس بات کی مہلت ملی ہے کہ وہ لوگوں کو بدی کے راستہ کی دعوت دے سکتا ہے اور یہ مہلت اس کو اس لئے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا امتحان کرنا چاہتا ہے کہ کون آخرت پر ایسا مضبوط ایمان رکھتا ہے کہ شیطان کے بہکائے میں نہیں آتا اور کون شک میں مبتلا ہو کر اس کے بہکاوے میں آجاتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 30)

ترجمہ:

قُلِ	ادْعُوا	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ	لَا يَمْلِكُوْنَ
آپؐ کہیے	تم لوگ پکارو	ان لوگوں کو جن پر	تم لوگوں نے زعم کیا	اللہ کے علاوہ	وہ لوگ مالک نہیں ہیں

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	فِي السَّمٰوٰتِ	وَلَا فِي الْاَرْضِ	وَمَا لَهُمْ	فِيْهِمَا
کسی ذرہ کے ہم وزن (چیز) کے	آسمانوں میں	اور نہ ہی زمین میں	اور نہیں ہے ان لوگوں کے لئے	ان دونوں (جگہوں) میں

مِنْ شِرْكٍ	وَّمَا لَهٗ	مِنْهُمْ	مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾
کوئی بھی شراکت	اور نہیں ہے اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے	ان لوگوں میں سے	کوئی بھی مدد کرنے (ہاتھ بٹانے) والا
وَلَا تَنْفَعُ	الشَّفَاعَةُ	عِنْدَهٗٓ	اِلَّا لِمَنْ
اور نفع نہیں دیتی	شفاعت	اس کے پاس	سوائے اس کے لئے
اَذِنَ	لَهٗ ۭ	حَتّٰٓى اِذَا	فُزِّعَ
اس نے اجازت دی	جس کے لئے	یہاں تک کہ جب	دہشت دور کردی جائے گی

عَنْ قُلُوْبِهِمْ	قَالُوْا	مَاذَا ۙ قَالَ	رَبُّكُمْ ۭ	قَالُوا	الْحَقَّ ۚ
ان کے دلوں سے	تو کہیں گے	کیا کہا	تمہارے رب نے	وہ لوگ کہیں گے	(اس نے کہا) حق ہی
وَهُوَ الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾	قُلْ	مَنْ يَّرْزُقُكُمْ	مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ	قُلِ
اور وہ ہی بلند ہے	بڑا ہی	آپؐ کہیے	کون رزق دیتا ہے تم لوگوں کو	آسمانوں اور زمین سے	آپؐ کہہ دیجئے

اللّٰهُ	وَاِنَّآ	اَوْ اِيَّاكُمْ	لَعَلٰى هُدًى	1543 اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢٤
(وہ) اللہ ہی ہے	اور بیشک ہم لوگ	یا تم لوگ	ضرور ہدایت پر ہیں	یا کسی کھلی گمراہی میں ہیں

قُلْ	لَّا تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّآ	اَجْرَمْنَا	وَلَا نُسْـَٔلُ	عَمَّا
آپؐ کہئے	تم لوگوں سے نہیں پوچھا جائے گا	اس کے بارے میں جو	ہم نے جرم کیا	اور ہم سے نہیں پوچھا جائے گا	اس کے بارے میں جو

تَعْمَلُوْنَ ۝٢٥	قُلْ	يَجْمَعُ	بَيْنَنَا	رَبُّنَا	ثُمَّ يَفْتَحُ
تم لوگ کرتے ہو	آپؐ کہئے	جمع کرے گا	ہمارے مابین (سب کو)	ہمارا رب	پھر وہ فیصلہ کرے گا

بَيْنَنَا	بِالْحَقِّ ۭ	وَهُوَ الْفَتَّاحُ	الْعَلِيْمُ ۝٢٦	قُلْ
ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور وہی سارے فیصلے کرنے والا	سب کچھ جاننے والا ہے	آپؐ کہئے

اَرُوْنِيَ	الَّذِيْنَ	اَلْحَقْتُمْ	بِهٖ	شُرَكَاۗءَ
تم لوگ دکھاؤ مجھے	وہ لوگ جن کو	تم لوگوں نے جوڑ دیا	اس کے ساتھ	بطور شریک کے

كَلَّا ۭ	بَلْ هُوَ اللّٰهُ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝٢٧	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ
ہرگز نہیں	بلکہ وہ ہی اللہ ہے	بالادست ہے	حکمت والا ہے	اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو	مگر سارے کے سارے لوگوں کے لئے

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا	وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٨
خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا ہوتے ہوئے	اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں

وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا الْوَعْدُ	اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝٢٩	قُلْ	لَّكُمْ
اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	وہ وعدہ	اگر تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	آپؐ کہئے	تم لوگوں کے لئے

مِّيْعَادُ يَوْمٍ	لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ	عَنْهُ	سَاعَةً	وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝٣٠ ع
ایک ایسے دن کا وعدہ ہے	تم لوگ پیچھے نہیں رہو گے	جس سے	ایک گھڑی (لمحہ بھر) بھی	اور نہ آگے ہو گے

نوٹ۔1

آیت۔23۔ میں حکم ربانی کے نزول کے وقت جو فرشتوں کا مدہوش ہوجانا پھر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کرنے کا ذکر ہے، اس کا بیان بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس طرح آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی حکم نافذ فرماتے ہیں تو فرشتے خشوع وخضوع سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں (اور مدہوش جیسے ہوجاتے ہیں) جب ان کے دلوں سے ہیبت و جلال کا اثر دور ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے کہتے ہیں فلاں حکم حق ارشاد فرمایا ہے۔

(معارف القرآن)

نوٹ۔2

زیر مطالعہ آیت۔28۔ سے واضح ہوجاتا ہے کہ نبی ﷺ صرف اپنے ملک یا اپنے زمانے کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوع بشر کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ یہی بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ مثلاً الانعام۔197۔ الاعراف۔158۔الانبیاء 107۔الفرقان۔1۔ وغیرہ یہی مضمون نبی ﷺ نے خود بھی بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے کہ میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جو بھی نبی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 31 تا 33

ترجمہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ نُّؤْمِنَ	بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے	اس قرآن پر

وَلَا بِالَّذِيْ	بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ	وَلَوْ تَرٰٓى	اِذِ الظّٰلِمُوْنَ	مَوْقُوْفُوْنَ
اور نہ اس پر جو	اس کے آگے (پہلے) ہے	اور اگر آپؐ دیکھتے	جب یہ ظلم کرنے والے	ٹھہرائے ہوئے ہوں گے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ	يَرْجِعُ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى بَعْضِ	اِۨلْقَوْلَ ۚ	يَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اپنے رب کے پاس	لوٹائیں گے	ان کے کوئی	کسی کی طرف	بات کو	کہیں گے وہ لوگ جن کو

اسْتُضْعِفُوْا	لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا	لَوْلَآ اَنْتُمْ	لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾
کمزور سمجھا گیا	ان سے جو بڑے بنے	اگر نہ ہوتے تم لوگ	تو ہم ضرور ہوتے ایمان لانے والے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا	لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا	اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ	عَنِ الْهُدٰى
کہیں گے وہ جو بڑے بنے	ان سے جن کو کمزور سمجھا گیا	کیا ہم نے روکا تھا تم کو	ہدایت سے

بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ	بَلْ كُنْتُمْ	مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾	وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
اس کے بعد کہ جب وہ پہنچی تمہارے پاس	بلکہ تم لوگ تھے	جرم کرنے والے	اور کہیں گے وہ جن کو کمزور سمجھا گیا

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا	بَلْ	مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ	اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ
ان سے جو بڑے بنے	(نہیں) بلکہ	دن اور رات کی (تمہاری) چالبازی	جب تم لوگ حکم دیتے تھے ہم کو

اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ	وَنَجْعَلَ لَهٗٓ	اَنْدَادًا ؕ	وَاَسَرُّوا	النَّدَامَةَ
کہ ہم انکار کریں اللہ (کے حکم) کا	اور ہم بنائیں اس کے	کچھ ہم پلہ	اور وہ چھپائیں گے	ندامت کو

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ	وَجَعَلْنَا	الْاَغْلٰلَ	فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ؕ
جب وہ دیکھیں گے عذاب کو	اور ہم بنائیں (ڈالیں) گے	کچھ طوق	ان کی گردنوں میں جنہوں نے	کفر کیا

هَلْ يُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾
ان کو کیا بدلہ دیا جائے گا	سوائے اس کے جو	وہ لوگ عمل کرتے تھے

نوٹ۔1

آیت۔23۔ میں اَسَرُّوا النَّدَامَةَ آیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ سوال وجواب کے بعد جب وہ دیکھیں گے کہ سامنے عذاب کھڑا ہے تو سخت پشیمان ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ عذر نہیں سنا جائے گا کہ وہ اپنے لیڈروں کی سازشوں کے سبب سے ہدایت کی پیروی سے محروم رہے، بلکہ ان کو عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت ان کے سامنے یہ

بات کھل کر آجائے گی کہ انہوں نے اپنے ضمیر کے خلاف اپنے لیڈروں کی پیروی کی۔ جو آدمی اپنے ضمیر 1543 کے خلاف کسی باطل کی پیروی کرتا ہے، جب اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو اس کو صرف نتیجہ کی تلخی ہی سے سابقہ نہیں پڑتا بلکہ اپنے ضمیر کی لعنت سے بھی اسے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس کی مصیبت دو چند ہو جاتی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (34 تا 39)

ترجمہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا	فِیۡ قَرۡیَۃٍ	مِّنۡ نَّذِیۡرٍ	اِلَّا قَالَ
اور ہم نے نہیں بھیجا	کسی بستی میں	کوئی بھی خبردار کرنے والا	سوائے اس کے کہ کہا

مُتۡرَفُوۡهَآ ۙ	اِنَّا بِمَآ	اُرۡسِلۡتُمۡ	بِهٖ	كٰفِرُوۡنَ ۝۳۴	وَقَالُوۡا
اس کے خوشحال لوگوں نے	بیشک ہم اس سے	تم بھیجے گئے	جس کے ساتھ	انکار کرنے والے ہیں	اور انہوں نے کہا

نَحۡنُ اَكۡثَرُ	اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا ۙ	وَّمَا نَحۡنُ	بِمُعَذَّبِيۡنَ ۝۳۵	قُلۡ	اِنَّ رَبِّىۡ
ہم زیادہ ہیں	بلحاظ مال اور اولاد کے	اور ہم نہیں ہیں	عذاب دیئے جانے والے	آپ کہئے	بیشک میرا رب

يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ	لِمَنۡ	يَّشَآءُ	وَيَقۡدِرُ	وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ	لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۳۶ ع
کشادہ کرتا ہے رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے	وہ چاہتا ہے	اور اندازے سے دیتا ہی	اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں ہے

وَمَآ اَمۡوَالُكُمۡ	وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ	بِالَّتِىۡ	تُقَرِّبُكُمۡ	عِنۡدَنَا	زُلۡفٰٓى	اِلَّا مَنۡ
اور نہیں ہیں تمہارے مال	اور نہ ہی تمہاری اولاد	وہ جو	نزدیک کردیں تم کو	ہمارے پاس	بلحاظ زیادہ قریب ہونے کے	مگر وہ جو

اٰمَنَ	وَعَمِلَ صَالِحًا ۙ	فَاُولٰٓـئِكَ	لَهُمۡ	جَزَآءُ الضِّعۡفِ	بِمَا
ایمان لایا	اور عمل کیا نیک	تو وہ لوگ ہیں	جن کے لئے ہے	دوگنے کا (دوہرا) بدلہ	بسبب اس کے جو

عَمِلُوۡا	وَهُمۡ فِى الۡغُرُفٰتِ	اٰمِنُوۡنَ ۝۳۷	وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ	فِىۡۤ اٰيٰتِنَا
انہوں نے عمل کیا	اور وہ لوگ بالاخانوں میں	امن میں ہونے والے ہیں	اور جو لوگ بھاگ دوڑ کرتے ہیں	ہماری نشانیوں میں

مُعٰجِزِيۡنَ	اُولٰٓـئِكَ فِى الۡعَذَابِ	مُحۡضَرُوۡنَ ۝۳۸	قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ
عاجز کرنے والے ہوتے ہوئے	وہ لوگ عذاب میں	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	آپ کہئے بیشک میرا رب

يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ	لِمَنۡ يَّشَآءُ	مِنۡ عِبَادِهٖ	وَيَقۡدِرُ لَهٗ ؕ	وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ
کشادہ کرتا ہے رزق کو	جس کے لئے وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور اندازے سے دیتا ہے جس کے لئے (چاہے)	اور جو تم لوگ خرچ کرتے ہو

مِّنۡ شَىۡءٍ	فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ ۚ	وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ۝۳۹
کوئی بھی چیز	تو وہ اس کا عوض دیتا ہے	اور وہ رزق دینے والوں کا بہترین ہے

نوٹ۔1

آیت۔39۔ کا مطلب یہ ہے کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے تمہیں اس کا بدل دیتا ہے کبھی دنیا میں، کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں جگہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز جب لوگ صبح میں داخل ہوتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کردے۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر (40 تا 45)

ترجمہ:

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيْعًا	ثُمَّ يَقُوْلُ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اَهٰٓؤُلَآءِ
اور جس دن	وہ اکٹھا کرے گا ان کو	سب کے سب کو	پھر وہ کہے گا	فرشتوں سے	کیا یہ لوگ
اِيَّاكُمْ	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	اَنْتَ	لِيُّنَا
تم لوگوں کی ہی	بندگی کیا کرتے تھے	وہ سب کہیں گے	پاکیزگی تیری ہے	تو ہی	ہمارا کارساز ہے
مِنْ دُوْنِهِمْ ج	بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ	الْجِنَّ ج	اَكْثَرُهُمْ	بِهِمْ	مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾
ان کے بجائے	بلکہ یہ لوگ بندگی کرتے تھے	جنوں کی	ان کے اکثر	ان (جنوں) پر ہی	ایمان رکھنے والے تھے

فَالْيَوْمَ	لَا يَمْلِكُ	بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ	نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط	وَنَقُوْلُ
پس آج کے دن	اختیار نہیں رکھتا	تمہارا کوئی کسی کے لئے	کسی نفع کا اور نہ کسی تکلیف کا	اور ہم کہیں گے
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	ذُوْقُوْا	عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ	كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾	وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا	تم لوگ چکھو	اس آگ کے عذاب کو	تم لوگ جس کو جھٹلایا کرتے تھے	اور جب پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو

اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا	مَا هٰذَآ	اِلَّا رَجُلٌ	يُّرِيْدُ	اَنْ يَّصُدَّكُمْ
ہماری آیات	واضح ہوتے ہوئے	تو وہ لوگ کہتے ہیں	نہیں ہے یہ	مگر ایک ایسا مرد	جو ارادہ رکھتا ہے	کہ وہ روک دے تم لوگوں کو

عَمَّا	كَانَ يَعْبُدُ	اٰبَآؤُكُمْ ج	وَقَالُوْا	مَا هٰذَآ	اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ط
ان سے جن کی	بندگی کرتے تھے	تمہارے باپ دادا	اور وہ کہتے ہیں	نہیں ہے یہ (قرآن)	مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لِلْحَقِّ	لَمَّا جَآءَهُمْ لا	اِنْ هٰذَآ	اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾
اور وہ لوگ کہتے ہیں جنہوں نے انکار کیا	حق کا	جب وہ آیا ان کے پاس	نہیں ہے یہ	مگر ایک کھلا جادو
وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ كُتُبٍ	يَّدْرُسُوْنَهَا	وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ	قَبْلَكَ
اور ہم نے نہیں دیں ان لوگوں کو	کوئی بھی ایسی کتابیں	یہ لوٹ سبق لیتے جن سے	اور ہم نے نہیں بھیجا ان کی طرف	آپ ﷺ سے پہلے
مِّنْ نَّذِيْرٍ ط ﴿۴۴﴾	وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ لا	وَمَا بَلَغُوْا	مِعْشَارَ مَآ
کوئی بھی خبردار کرنے والا	اور جھٹلایا انہوں نے جو	ان سے پہلے تھے	اور یہ لوگ نہیں پہنچے	اس (مال و دولت) کے دسویں حصے کو جو
اٰتَيْنٰهُمْ	فَكَذَّبُوْا	رُسُلِيْ قف	فَكَيْفَ كَانَ	نَكِيْرِ ع ﴿۴۵﴾
ہم نے دیا ان (پہلوں) کو	تو انہوں نے جھٹلایا	میرے رسولوں کو	تو کیسی تھی	میری ناواقفیت

نوٹ۔1

آیت۔ 41۔ میں جن سے مراد شیاطین جن ہیں۔ اور فرشتوں کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر تو یہ ہمارے نام لے کر اور اپنے تخیلات کے مطابق ہماری صورتیں بنا کر گویا ہماری عبادت کرتے تھے، لیکن دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ شیاطین کی بندگی کر رہے تھے، کیونکہ شیاطین ہی نے ان کو یہ راستہ دکھایا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا حاجت روا سمجھو اور ان کے آگے نذر و نیاز پیش کرو۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ عبادت صرف پرستش اور پوجا پاٹ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ کسی کے حکم پر چلنا اور اس کی بے چوں و چرا اطاعت کرنا بھی عبادت ہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ آیت صریح طور پر ان لوگوں کے خیال کی غلطی واضح کر دیتی ہے جو ''جن'' کو پہاڑی علاقوں کے باشندوں یا دہقانوں کے معنی میں لیتے ہیں۔ کیا کوئی صاحب عقل اس آیت کو پڑھ کر یہ تصور کر سکتا ہے کہ لوگ صحرائی، پہاڑی یا دیہاتی آدمیوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان ہی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (46 تا 54)

ن و ش

(ن)	نَوْشًا	کسی چیز کو پکڑنا۔ طلب کرنا۔
(تفاعل)	تَنَاوُشًا	کسی چیز کو پکڑ لینا۔ حاصل کر لینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵۲۔

ترجمہ:

قُلْ	اِنَّمَآ	اَعِظُكُمْ	بِوَاحِدَةٍ ۚ	اَنْ تَقُوْمُوْا	
آپؐ کہئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں نصیحت کرتا ہوں تم لوگوں کو	ایک (بات) کی	کہ تم لوگ کھڑے ہو	
لِلّٰهِ	مَثْنٰى	وَفُرَادٰى	ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ	مَا بِصَاحِبِكُمْ	مِّنْ جِنَّةٍ ۭ
اللہ کے واسطے	دو دو	اور ایک ایک	پھر غور و فکر کرو	کیا تمہارے ساتھی کو	کسی بھی قسم کا کوئی جنون ہے
اِنْ هُوَ	اِلَّا نَذِيْرٌ	لَّكُمْ	بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝٤٦	قُلْ	مَا سَاَلْتُكُمْ
نہیں ہے وہ	مگر ایک خبردار کرنے والا	تم کو	ایک سخت عذاب سے پہلے	آپؐ کہئے	جو میں نے مانگا تم سے
مِّنْ اَجْرٍ	فَهُوَ لَكُمْ ۭ	اِنْ اَجْرِيَ	اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ	وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ	
کوئی بھی اجر	تو وہ تمہارے لئے ہے	نہیں ہے میرا اجر	مگر اللہ پر	اور وہ ہر چیز پر	
شَهِيْدٌ ۝٤٧	قُلْ	اِنَّ رَبِّيْ	يَقْذِفُ	بِالْحَقِّ ۚ	عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝٤٨
موجود رہنے والا ہے	آپؐ کہئے	بیشک میرا رب	ڈالتا (القا کرتا) ہے	حق کو	(وہ) غیبوں کا خوب جاننے والا ہے
قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ	وَمَا يُبْدِئُ	الْبَاطِلُ	وَمَا يُعِيْدُ ۝٤٩	قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ	
آپؐ کہئے آ گیا حق	اور ابتدا نہیں کرتے (تخلیق کی)	سارے باطل (غیر اللہ)	اور نہ وہ دوبارہ لاتے ہیں (مخلوق کو)	آپؐ کہئے اگر میں بھٹک گیا	
فَاِنَّمَآ	اَضِلُّ	عَلٰي نَفْسِيْ ۚ	وَاِنِ اهْتَدَيْتُ	فَبِمَا	
تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں بھٹکتا ہوں	اپنے نفس پر (یعنی نفس کے سبب سے)	اور اگر میں نے ہدایت پائی	تو بسبب اس کے جو	

يُوْحِيْٓ اِلَيَّ	رَبِّيْ ۭ	اِنَّهٗ	سَمِيْعٌ	قَرِيْبٌ ۝۵۰
وحی کرتا ہے میری طرف	میرا رب	بیشک وہ	سننے والا ہے	قریب ہے

وَلَوْ تَرٰٓى	اِذْ فَزِعُوْا	فَلَا فَوْتَ
اور اگر آپ دیکھتے	جب وہ لوگ دہشت زدہ ہوں گے	تو کوئی بھی بھاگ نکلنا نہیں ہوگا

وَاُخِذُوْا	مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۵۱	وَّقَالُوْٓا	اٰمَنَّا بِهٖ ۚ	وَاَنّٰى لَهُمُ
اور وہ پکڑے جائیں گے	قریبی جگہ سے	اور وہ کہیں گے	ہم ایمان لائے اس پر	حالانکہ اب کہاں ہوگا ان کے لئے

التَّنَاوُشُ	مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۲	وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ
حاصل کر لینا (مقبول ایمان کو)	(اتنی) دور والی جگہ سے	اس حال میں کہ وہ انکار کر چکے ہیں اس کا

مِنْ قَبْلُ ۚ	وَيَقْذِفُوْنَ	بِالْغَيْبِ	مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۳	وَحِيْلَ
اس سے پہلے	اور وہ پھینکیں گے	غیب میں (اندھیرے ہیں)	دور والی جگہ سے	اور حائل کی جائے گی (رکاوٹ)

بَيْنَهُمْ	وَبَيْنَ مَا	يَشْتَهُوْنَ	كَمَا فُعِلَ
ان کے درمیان	اور اس کے درمیان جو	وہ لوگ چاہتے ہوں گے	اسکے مانند جو کیا گیا

بِاَشْيَاعِهِمْ	مِّنْ قَبْلُ ۭ	اِنَّهُمْ كَانُوْا	فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝۵۴ ۧ
ان کی (ہم عقیدہ) جماعتوں کے ساتھ	اس سے پہلے	بیشک وہ لوگ تھے	ایک الجھا دینے والے شک میں

نوٹ۔1

آیت۔46۔ میں تحقیق حق کا ایک راستہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ دو۔ دو اور ایک ایک۔ یہاں کھڑے ہونے سے مراد حسی کھڑا ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد کام کا پورا اہتمام کرنا ہے۔ قیام کے ساتھ لفظ لِلّٰہِ بڑھا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ خالص اللہ کی رضا کے لئے خالی الذہن ہو کر حق کی تلاش میں لگو۔ اور دو۔ دو یا ایک ایک میں کوئی خاص عدد مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ غور کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک تنہائی میں خود غور کرنا دوسرا اپنے احباب و اکابر سے باہم بحث و تمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنا۔ ان دونوں طریقوں کو یا ان میں سے جو پسند ہو اس کو اختیار کرو۔ لفظ صَاحِبِكُمْ میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ تمہارے شہر کے رہنے والے اور دن رات کے تمہارے ساتھ ہیں جن کی کوئی حالت و کیفیت تم سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس سے پہلے تم نے بھی کبھی ان پر جنون کا شبہ نہیں کیا۔ (معارف القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ فاطر (35)

آیت نمبر (1 تا 4)

ترجمہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	جَاعِلِ الْمَلٰۗىِٕكَةِ	رُسُلًا
تمام شکر و سپاس اللہ کے لئے ہے	جو زمین اور آسمانوں کو وجود میں لانے والا ہے	جو فرشتوں کو بنانے والا ہے	پیغامبر

اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ	مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ط	یَزِیْدُ	1543 فِی الْخَلْقِ
جو پروں والے ہیں	دو دو اور تین تین اور چار چار	وہ زیادہ کرتا ہے	پیدا کرنے میں
مَا یَشَآءُ ط	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ ①	مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ
جو وہ چاہتا ہے	بیشک اللہ ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	جو کھول دے اللہ

لِلنَّاسِ	مِنْ رَّحْمَۃٍ	فَلَا مُمْسِکَ	لَھَا ج	وَمَا یُمْسِکْ لا
لوگوں کے لئے	کسی رحمت میں سے	تو کوئی بھی روکنے والا نہیں ہے	اس کو	اور جو وہ روک لے
فَلَا مُرْسِلَ	لَہٗ	مِنْۢ بَعْدِہٖ ط	وَھُوَ الْعَزِیْزُ	الْحَکِیْمُ ②
تو کوئی بھی بھیجنے والا نہیں ہے	اس کو	اس (روک) کے بعد	اور وہ ہی بالا دست ہے	حکمت والا ہے
یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ	اذْکُرُوْا	نِعْمَتَ اللّٰہِ	عَلَیْکُمْ ط	ھَلْ مِنْ خَالِقٍ
اے لوگو!	تم لوگ یاد کرو	اللہ کی نعمت کو	اپنے اوپر	کیا کوئی بھی ایسا خالق ہے
غَیْرُ اللّٰہِ	یَرْزُقُکُمْ	مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط	لَآ اِلٰہَ	اِلَّا ھُوَ ز
اللہ کے علاوہ	جو رزق دیتا ہے تم لوگوں کو	آسمان اور زمین سے	کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہے	مگر وہ

فَاَنّٰی	تُؤْفَکُوْنَ ③	وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ	فَقَدْ کُذِّبَتْ
تو کہاں سے	تم لوگ پھیرے جاتے ہو	اور اگر یہ لوگ جھٹلاتے ہیں آپ کو	تو جھٹلائے جا چکے ہیں
رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِکَ ط	وَاِلَی اللّٰہِ	تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④
رسول لوگ	آپؐ سے پہلے	اور اللہ ہی کی طرف	لوٹائے جائیں گے تمام معاملات

نوٹ۔1

ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کی کیفیت کیا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے دوسرے الفاظ کے بجائے وہ لفظ استعمال فرمایا ہے جو انسانی زبان میں پرندوں کے بازوؤں کے لئے آتا ہے تو یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہماری زبان کا یہی لفظ اصل کیفیت سے قریب تر ہے۔ دو دو اور تین تین اور چار چار بازوؤں کے ذکر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجہ کی طاقتیں عطا فرمائی ہیں اور جس سے جیسی خدمت لینی مطلوب ہوتی ہے اس کو ویسی ہی سرعت رفتار اور قوت کار سے آراستہ فرمایا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (5 تا 8)

ترجمہ:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ	اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ	حَقٌّ	فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ	الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وقفۃ
اے لوگو!	یقیناً اللہ کا وعدہ	برحق ہے	تو ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	دنیوی زندگی
وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ	بِاللّٰہِ	الْغَرُوْرُ ⑤	اِنَّ الشَّیْطٰنَ	لَکُمْ عَدُوٌّ
اور ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	اللہ کے بارے میں	وہ انتہائی دھوکے باز	بیشک شیطان	تمہارے لئے دشمن ہے

فَاتَّخِذُوْهُ	عَدُوًّا ؕ	اِنَّمَا يَدْعُوْا	حِزْبَهٗ	لِيَكُوْنُوْا	1543 مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ⑥
پس تم لوگ بناؤ (سمجھو) اس کو	دشمن (ہی)	وہ تو بس دعوت دیتا ہے	اپنے گروہ کو	تا کہ وہ سب ہو جائیں	آگ والوں میں سے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جن لوگوں نے انکار کیا	ان کے لئے ایک سخت عذاب ہے	اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ	وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦	اَفَمَنْ	زُيِّنَ لَهٗ	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ	فَرَاٰهُ
ان کے لئے مغفرت ہے	اور بڑا اجر ہے	تو کیا وہ	سجایا گیا جس کے لئے	اس کے عمل کی برائی کو	تو اس نے دیکھا اس کو
حَسَنًا ؕ	فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ	مَنْ يَّشَآءُ	وَيَهْدِيْ	مَنْ يَّشَآءُ ۖ	فَلَا تَذْهَبْ
اچھا (بھلا)	تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے	اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	اور وہ ہدایت دیتا ہے	اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	پس چاہیے کہ نہ جائے

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ	حَسَرٰتٍ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ	بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧
آپ کی جان ان پر	حسرتیں کرتے ہوئے	بیشک اللہ جاننے والا ہے	اس کو جو یہ لوگ کاریگری کرتے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔8۔ میں اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا کے بعد جواب بر بنائے قرینہ محذوف ہے۔ اگر اس حذف کو کھول دیجئے تو پوری بات یوں ہوگی، کیا وہ جس کی نگاہوں میں اس کی بدعملی کھبادی گئی ہے اور وہ اپنی بدی کو نیکی سمجھنے لگا ہے تم اس کو ہدایت دینے والے بن سکتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا ہدایت پانا سنتِ الٰہی کے خلاف ہے تو ایسے لوگوں کی فکر میں اپنے کو گھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (9 تا 11)

ترجمہ:

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ الرِّيٰحَ	فَتُثِيْرُ سَحَابًا	فَسُقْنٰهُ
اور اللہ وہ ہے جو	بھیجتا ہے ہواؤں کو	تو وہ اٹھاتی ہیں بادل کو	پھر ہم ہانک دیتے ہیں اس کو

اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ	فَاَحْيَيْنَا بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ	كَذٰلِكَ	النُّشُوْرُ ⑨
کسی مردہ شہر کی طرف	پھر ہم زندہ کرتے ہیں اس سے	زمین کو	اس کے مردہ ہو جانے کے بعد	اس طرح	دوبارہ زندہ ہونا ہے
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ	الْعِزَّةَ	فَلِلّٰهِ	الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ	اِلَيْهِ يَصْعَدُ	الْكَلِمُ الطَّيِّبُ
جو ارادہ کرتا رہتا ہے	عزت (حاصل کرنے) کا	تو اللہ ہی کے لئے ہے	عزت ساری کی ساری	اس کی طرف ہی چڑھتا ہے	پاکیزہ کلام

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ	يَرْفَعُهٗ ؕ	وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ	السَّيِّاٰتِ	لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ
اور نیک عمل	بلند کرتا ہے اس کو	اور جو لوگ خفیہ تدبیر کرتے ہیں	برائیوں کی	ان کے لئے ایک سخت عذاب ہے
وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ	هُوَ يَبُوْرُ ⑩	وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ	مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
اور ان لوگوں کی چالبازی	وہ ہی تباہ و برباد ہوگی	اور اللہ نے پیدا کیا تم کو	ایک مٹی سے	پھر ایک نطفہ سے

ثُمَّ جَعَلَكُمْ	اَزْوَاجًا ؕ	وَمَا تَحْمِلُ	مِنْ اُنْثٰى	وَلَا تَضَعُ
پھراس نے بنایا تم کو	جوڑے جوڑے	اور نہیں اٹھاتی (حمل)	کوئی بھی مونث	اور نہ وہ جنتی ہے

اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ	وَمَا يُعَمَّرُ	مِنْ مُّعَمَّرٍ	وَّلَا يُنْقَصُ
مگراس کے علم سے	اور عمر نہیں دی جاتی	کسی بھی عمر دیئے ہوئے کو	اور نہ کمی کی جاتی ہے

مِنْ عُمُرِهٖٓ	اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ	اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ⑪
اس کی عمر میں سے	سوائے اس کے کہ ایک کتاب میں (وہ لکھا) ہے	بیشک یہ اللہ پر	آسان ہے

نوٹ۔1

آیت۔9۔ میں آفاقی صداقت کا بیان ہے اس لئے اس میں افعال ماضی کا ترجمہ حال میں کیا گیا ہے۔ (دیکھیں آیات۔2/49، نوٹ۔2) آیت۔10۔ میں مَنْ شرطیہ ہے اس لئے كَانَ يُرِيْدُ (ماضی استمراری) کا ترجمہ بھی حال میں ہوا ہے۔

نوٹ۔2

جو لوگ عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ عزت تمام تر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اسی کے تعلق سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ اسے حاصل کرنے کا طریقہ یہ بتایا کہ بندوں کی طرف سے اللہ کی طرف عروج کرنے والی چیز کلمۂ طیب، یعنی کلمۂ ایمان ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں جو خدا سے قربت کا ذریعہ بن سکے۔ اس کلمۂ ایمان کو جو چیز رفعت بخشتی ہے وہ عمل صالح ہے۔ عمل صالح کے بغیر کلمۂ ایمان مرجھا کے رہ جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ سے کلمۂ ایمان ہی مراد لیا ہے اور یہاں اس کے پہلو بہ پہلو عمل صالح کا ذکر خود اس بات کی شہادت ہے کہ اس سے کلمہ ایمان ہی مراد ہے۔ فلسفۂ دین میں یہی کلمہ تمام علم وحکمت کی جڑ ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ایمان اور عمل صالح دونوں لازم وملزوم ہیں۔ جس طرح ایمان کے بغیر عمل کی کوئی بنیاد نہیں۔ اسی طرح عمل کے بغیر ایمان ایک بے جان شئے ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔3

آیت۔11۔ کا جو حصہ وَمَا يُعَمَّرُ سے فِيْ كِتٰبٍ تک ہے، اس کا مفہوم جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو طویل عمر عطا فرماتے ہیں وہ پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی لوح محفوظ میں درج ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کلام فرد واحد کے بجائے نوع انسانی کے متعلق ہے کہ اس کے کسی فرد کو طویل عمر دی جاتی ہے اور کسی کو اس سے کم۔

امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں حدیث نقل کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ مگر اس کا مطلب ایک دوسری حدیث نے خود واضح کر دیا ہے کہ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس (مضمون) کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (عمر تو اللہ کے نزدیک ایک ہی مقرر ہے) جب مقررہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو کسی شخص کو ذرہ بھی مہلت نہیں دی جاتی بلکہ عمر کے زیادہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالح عطا فرما دیتا ہے۔ وہ اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔ یہ شخص نہیں ہوتا اور ان لوگوں کی دعائیں اس کو قبر میں ملتی رہتی ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد بھی ان کو وہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے جو خود زندہ رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح گویا اس کی عمر بڑھ گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ آیا ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھنا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (12 تا 14)

ترجمہ:

وَمَا يَسْتَوِي	الْبَحْرٰنِ	هٰذَا	عَذْبٌ	فُرَاتٌ	سَآئِغٌ	شَرَابُهٗ
اور برابر نہیں ہوتے	دونوں سمندر	یہ	میٹھا ہے	نہایت شیریں ہے	خوشگوار ہے	اس کا پینا

وَهٰذَا	مِلْحٌ	اُجَاجٌ ط	وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ	لَحْمًا طَرِيًّا	وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ
اور یہ	کھاری ہے	نہایت کڑوا ہے	اور ہر ایک میں سے تم لوگ کھاتے ہو	کچھ تازہ گوشت	اور نکالتے ہو

حِلْيَةً	تَلْبَسُوْنَهَا ج	وَتَرَى الْفُلْكَ	فِيْهِ	مَوَاخِرَ
ایک ایسا زیور	تم لوگ پہنتے ہو جس کو	اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو	اس میں	پانی چیرنے والیاں ہوتی ہوئے

لِتَبْتَغُوْا	مِنْ فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾	يُوْلِجُ الَّيْلَ	فِي النَّهَارِ
تاکہ تم لوگ تلاش کرو	اس کے فضل میں سے (روزی)	اور شاید کہ تم لوگ شکر کرو	وہ گھساتا ہے رات کو	دن میں

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ	فِي الَّيْلِ لا	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ صلے	كُلٌّ يَّجْرِيْ
اور وہ گھساتا ہے دن کو	رات میں	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	ہر ایک رواں دواں ہے

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَهُ	الْمُلْكُ ط	وَالَّذِيْنَ
خاتمے کے ایک مقررہ وقت کے لئے	یہ اللہ	تم لوگوں کا رب ہے	اس کے لئے ہی ہے	کل بادشاہت	اور وہ لوگ جن کو

تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	مَا يَمْلِكُوْنَ	مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ ط	اِنْ تَدْعُوْهُمْ
تم لوگ پکارتے ہو	اس کے علاوہ	وہ اختیار نہیں رکھتے	کھجور کی گٹھلی پر جھلی جتنا بھی	اگر تم لوگ پکاروگے ان کو

لَا يَسْمَعُوْا	تَدْعُوْهُمْ ج	وَلَوْ سَمِعُوْا	مَا اسْتَجَابُوْا	لَكُمْ ط
تو وہ نہیں سنیں گے	تمہاری پکار کو	اور اگر سنیں گے	تو جواب نہیں دیں گے	تمہارے لئے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يَكْفُرُوْنَ	بِشِرْكِكُمْ ط	وَلَا يُنَبِّئُكَ	مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع
اور قیامت کے دن	وہ لوگ انکار کریں گے	تمہارے شرک کا	اور خبر نہیں دے گا آپ کو (کوئی)	خبر رکھنے والے کی طرح

نوٹ۔1

آیت۔14۔کا مطلب یہ ہے کہ یہ بت یا بعض انبیاء یا فرشتے جن کو تم مصیبت کے وقت پکاروگے تو اولاً یہ تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے، کیونکہ بتوں میں تو سننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں، انبیاء اور فرشتوں میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر نہ وہ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں۔آگے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں تو پھر بھی وہ تمہاری درخواست پوری نہ کریں گے ان کو خود قدرت نہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتے۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (15 تا 26)

1543

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ	الْفُقَرَآءُ	اِلَى اللّٰهِ ج	وَاللّٰهُ	هُوَ الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ۝١٥
اے لوگو! تم لوگ ہی	محتاج ہو	اللہ کے	اور اللہ!	وہی بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے
اِنْ يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	وَيَاْتِ	بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٦	وَمَا ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ
اگر وہ چاہے	تو لے جائے تم لوگوں کو	اور وہ لے آئے	ایک نئی مخلوق کو	اور نہیں ہے یہ	اللہ پر

بِعَزِيْزٍ ۝١٧	وَلَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ اُخْرٰى ط	وَاِنْ تَدْعُ
کچھ بھاری	اور نہیں اٹھائے گی	کوئی اٹھانے والی (جان)	کسی دوسری (جان) کا بوجھ	اور اگر پکارے گی

مُثْقَلَةٌ	اِلٰى حِمْلِهَا	لَا يُحْمَلْ	مِنْهُ	شَيْءٌ	وَّلَوْ كَانَ
کوئی بوجھل کی ہوئی (جان)	اپنے بوجھ کی طرف	تو نہیں اٹھایا جائے گا	اس (بوجھ) میں سے	کچھ بھی	اور اگرچہ وہ ہو

ذَا قُرْبٰى ط	اِنَّمَا تُنْذِرُ	الَّذِيْنَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ
قرابت والا	آپ ﷺ تو بس خبردار کرتے ہیں	ان لوگوں کو جو	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے بن دیکھے

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط	وَمَنْ تَزَكّٰى	فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى	لِنَفْسِهٖ ط
اور قائم کرتے ہیں نماز کو	اور جو اپنا تزکیہ کرتا ہے	تو وہ تو بس اپنا تزکیہ کرتا ہے	اپنی جان (کے بھلے) کے لئے

وَاِلَى اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ ۝١٨	وَمَا يَسْتَوِي	الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝١٩	وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝٢٠
اور اللہ کی طرف ہی	لوٹنا ہے	اور برابر نہیں ہوتے	اندھا اور بصارت والا	اور نہ اندھیرے اور نور

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝٢١ ج	وَمَا يَسْتَوِي	الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ط	اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ
اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ	اور برابر نہیں ہوتے	زندہ لوگ اور نہ مردے	بیشک اللہ سناتا ہے
مَنْ يَّشَآءُ ج	وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ	مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٢٢	اِنْ اَنْتَ
اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	اور آپ ﷺ سنانے والے نہیں ہیں	ان کو جو قبروں میں ہیں	آپ ﷺ نہیں ہیں

اِلَّا نَذِيْرٌ ۝٢٣	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ط
مگر ایک خبردار کرنے والے	بیشک ہم نے بھیجا آپ ﷺ کو حق کے ساتھ	بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ	اِلَّا خَلَا فِيْهَا	نَذِيْرٌ ۝٢٤	وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ	فَقَدْ كَذَّبَ
اور نہیں ہے کوئی بھی امت	مگر (یہ کہ) گزرا اس میں	کوئی خبردار کرنے والا	اور اگر یہ لوگ جھٹلاتے ہیں آپ ﷺ کو	تو جھٹلا چکے ہیں

الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ج	جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	وَبِالزُّبُرِ	وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝٢٥
وہ لوگ جو	ان سے پہلے تھے	آئے ان کے پاس ان کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	اور صحیفوں کے ساتھ	اور روشن کتاب کے ساتھ

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَكَيْفَ كَانَ	نَكِيْرِ ۲۶ ع 1543
پھر میں نے پکڑا ان کو جنہوں نے	انکار کیا	تو کیسا تھا	میرا عدم عرفان

نوٹ۔1

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ میں اشارہ اقامتِ صلوٰۃ کے فائدے کی طرف ہے کہ کوئی مثقلة یعنی گناہوں سے بوجھل کی ہوئی جان اگر اپنے گناہوں کے بوجھ سے سبکدوش ہونا چاہتی ہے اور اپنا تزکیہ کر کے پاکیزہ ہونا چاہتی ہے تو وہ نماز کا اہتمام کرے۔ یہ چیز اس کو گناہوں سے پاک کرے گی۔ اور جس نے پاکیزگی حاصل کی وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اس لئے کہ اللہ کسی کی عبادت واطاعت کا محتاج نہیں ہے بلکہ بندے خود ہی اس کے محتاج ہیں۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث نہ فرمائے ہوں۔ مگر اس سلسلہ میں دو باتیں سمجھ لینی چاہئیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ اول یہ کہ ایک نبی کی تبلیغ جہاں جہاں تک پہنچ سکتی ہو وہاں کے لئے وہی نبی کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر بستی اور ہر ہر قوم میں الگ الگ انبیاء بھیجے جائیں۔ دوم یہ کہ ایک نبی کی دعوت وہدایت کے آثار اور اس کی رہنمائی کے نقوش قدم جب تک محفوظ رہیں اس وقت تک کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (27 تا 30)

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ج	فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
کیا تو نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	تو ہم نے نکالے اس سے

ثَمَرٰتٍ	مُّخْتَلِفًا	اَلْوَانُهَا ط	وَمِنَ الْجِبَالِ	جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ
کچھ پھل	مختلف ہوتے ہوئے	ان کے رنگ	اور پہاڑوں میں سے	سرخ وسفید راستے ہیں
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا	وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۲۷	وَمِنَ النَّاسِ	وَالدَّوَآبِّ	وَالْاَنْعَامِ
مختلف ہیں ان کے رنگ	اور کچھ بھجنگ کالے ہیں	اور لوگوں میں سے	اور جانداروں میں سے	اور مویشیوں میں سے

مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ	كَذٰلِكَ ط	اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مختلف ہیں ان کے رنگ	اسی طرح ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ ڈرتے ہیں اللہ سے

مِنْ عِبَادِهِ	الْعُلَمٰٓؤُا ط	اِنَّ اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	غَفُوْرٌ ۲۸	اِنَّ الَّذِيْنَ
اس کے بندوں میں سے	علم والے	بیشک اللہ	بالادست ہے	بے انتہا بخشنے والا	بیشک جو لوگ

يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ	وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ	وَاَنْفَقُوْا	مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
تلاوت کرتے ہیں اللہ کی کتاب کی	اور قائم کرتے ہیں نماز	اور خرچ کرتے ہیں	اس میں سے جو ہم نے عطا کیا ان کو

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً	يَّرْجُوْنَ	تِجَارَةً	لَّنْ تَبُوْرَ ۲۹ لا
چھپاتے ہوئے اور علانیہ	وہ لوگ امید کرتے ہیں	ایک ایسی تجارت کی جو	ہرگز برباد نہیں ہوگی

لِيُوَفِّيَهُمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَيَزِيْدَهُمْ	مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّهٗ غَفُوْرٌ	1543 شَكُوْرٌ ۳۰
نتیجۃً وہ پورا پورا دے گا ان کو	ان کے اجر	اور زیادہ دے گا ان کو	اپنے فضل سے	یقیناً وہ بے انتہا بخشنے والا ہے	انتہائی قدردان ہے

نوٹ۔1

آیت۔28۔ میں علماء سے مراد کسی دینی ادارے یا یونیورسٹی کے سند یافتہ عالم دین نہیں ہیں۔ یہاں پر یہ لفظ ہر اُس شخص کے لئے آیا ہے جو محض ظاہر پرست نہیں ہوتا بلکہ ظاہر سے باطن اور مجاز سے حقیقت تک پہنچنے کی انسانی صلاحیت کو استعمال کرتا ہے اور اس دنیا کے نظام پر غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ اُس نے گویا علم کی جڑ پکڑ لی۔ یہ علم انسان میں اللہ کی خشیت پیدا کرتا ہے۔ یہی معرفت اور خشیت انسان کے تمام علوم وافکار میں حقیقی زندگی پیدا کرتی ہے۔ جن سے علوم وفنون دنیا کے لئے موجب خیر وبرکت بنتے ہیں۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو انسان کی ساری ذہانت شیطان کی مقصد براری میں صرف ہوتی ہے۔

(تدبر قرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (31 تا 35)

ل غ ب

(ف۔ک) لُغُوْبًا بہت تھکنا

لُغُوْبٌ اسم ذات بھی ہے۔ تھکاوٹ۔ درماندگی۔ زیر مطالعہ آیت۔۳۵۔

ترجمہ:

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ	مِنَ الْكِتٰبِ	هُوَ الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا
اور وہ جو ہم نے وحی کیا آپؐ کی طرف	کتاب میں سے	وہی حق ہے	تصدیق کرنے والی ہوتے ہوئے	اس کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ	لَخَبِيْرٌۢ	بَصِيْرٌ ۳۱	ثُمَّ اَوْرَثْنَا
اس سے پہلے ہے	بیشک اللہ اپنے بندوں سے	یقیناً باخبر ہے	دیکھنے والا ہے	پھر ہم نے وارث بنایا

الْكِتٰبَ	الَّذِيْنَ	اصْطَفَيْنَا	مِنْ عِبَادِنَا ۚ	فَمِنْهُمْ	ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ
کتاب کا	ان لوگوں کو جنہیں	ہم نے چن لیا	اپنے بندوں میں سے	تو ان میں سے	کوئی ظلم کرنے والا ہے اپنی جان پر

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ	وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ	بِالْخَيْرٰتِ	بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۳۲ ؕ
اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے	اور ان میں سے کوئی سبقت کرنے والا ہے	بھلائی پر	اللہ کی اجازت سے	یہ ہی بڑا افضل ہے

جَنّٰتُ عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا	يُحَلَّوْنَ فِيْهَا	مِنْ اَسَاوِرَ	مِنْ ذَهَبٍ
(ان کے لیے) عدن کے باغات ہیں	وہ لوگ داخل ہوں گے ان میں	وہ لوگ آراستہ کئے جائیں گے ان میں	کچھ ایسے کنگنوں سے جو	سونے کے ہوں گے

وَّلُؤْلُؤًا ۚ	وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا	حَرِيْرٌ ۳۳	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ الَّذِيْٓ	اَذْهَبَ عَنَّا
اور موتی سے	اور ان کا لباس ان میں	باریک ریشم ہے	اور وہ کہیں گے	تمام شکروسپاس	اس اللہ کے لئے ہے جو	لے گیا ہم سے

الْحَزَنَ ؕ	اِنَّ رَبَّنَا	لَغَفُوْرٌ	شَكُوْرُ ۳۴ لا	الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا	دَارَ الْمُقَامَةِ
سارے غم	بیشک ہمارا رب	یقیناً بے انتہا بخشنے والا ہے	انتہائی قدردان ہے	جس نے اتارا ہم کو	ٹھہرائے جانے کے گھر میں

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ	لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا	نَصَبٌ	وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا	1543 لُغُوْبٌ ۝۳۵
اپنے فضل سے	نہیں چھوئے گی ہم کو اس میں	کوئی مشقت	اور نہیں چھوئے گی ہم کو اس میں	کوئی تھکان

نوٹ۔1

کتاب کا وارث بنائے جانے والوں سے مراد مسلمان ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب پیش تو کی گئی ہے سارے انسانوں کے سامنے مگر جنہوں نے آگے بڑھ کر اسے قبول کرلیا وہی اس شرف کے لئے منتخب کر لئے گئے کہ قرآن کے وارث بنیں۔ یہ مسلمان سب ایک ہی طرح کے نہیں ہیں، بلکہ تین طبقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ اولاً اپنے نفس پر ظلم کرنے والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو اللہ کی کتاب اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کا حق ادا نہیں کرتے۔ مومن ہیں مگر گناہ گار اور مجرم ہیں مگر باغی نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ہونے کے باوجود وارثین کتاب میں داخل اور خدا کے چنے ہوئے بندوں میں شامل کیا گیا ہے۔ ثانیاً میانہ رو لوگ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس وراثت کا حق کم وبیش ادا تو کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ثالثاً نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یہ لوگ اس وراثت کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اتباع کتاب وسنت میں، اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں اور بھلائی کے ہر کام میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ امت کے یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ محاسبہ کے بغیر یا محاسبہ کے بعد یا کوئی سزا پانے کے بعد۔ اس کی تائید نبی ﷺ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ اور جو میانہ رو ہیں ان کا محاسبہ ہوگا مگر ہلکا محاسبہ۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا وہ محشر کے پورے عرصہ میں روکے رکھے جائیں گے۔ پھر اللہ ان کو اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر خود بیان فرما دی ہے۔ محشر کے پورے عرصہ میں روکے جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے۔ بلکہ ان کو ''تا برخاستِ عدالت'' کی سزا دی جائے گی اور روزِ محشر کی پوری طویل مدت ان پر اپنی ساری سختیوں کے ساتھ گزر جائے گی۔

(تفہیم القرآن)

اس سلسلہ میں میرا ذہن جس بات کی طرف منتقل ہوتا ہے وہ جمہور مفسرین کی رائے سے مختلف ہے، لیکن میری رائے ایک ایسے فردِ واحد کی رائے ہے جس کی مفسرین کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے پہلے ان کی رائے نقل کر دی ہے تاکہ امانت ادا ہو جائے، ویسے میری رائے یہ بنتی ہے کہ اس امت میں سے جن لوگوں کو اللہ نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا کر دی ان کو گویا اس نے کتاب کا وارث بنانے کے لئے چن لیا۔ پھر اس علم کے لوگ تین طبقات میں تقسیم ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی زندگی میں اعمال صالحہ اور اتباع سنت کی تو کمی نہیں ہوتی، لیکن ان لوگوں کو علم کا ہیضہ ہو جاتا ہے اور وہ مناظرہ، بحث ومباحثہ وغیرہ میں الجھ کر اپنے علم کو اپنی انا کی تسکین کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور ان کا علم نافع نہیں رہتا۔ یہ لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے طبقہ میں آتے ہیں۔ ان کے اعمال صالحہ اور اتباع سنت ان کو دوزخ میں جانے سے روک دیں گے اور علم کو نفع بخش نہ بنانے کی غلطی کی سزا کے طور پر تا برخاست عدالت ان کو عرصۂ محشر میں روک لیا جائے گا۔ کچھ لوگ اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں اور اپنے علم کی مونچھ کا بال نہیں بناتے، لیکن کبھی ان کا نفس ان پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اپنے علم کو لوگوں کے لئے نفع بخش بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ٹھوکریں بھی کھاتے ہیں، سنبھلتے بھی ہیں۔ یہ مقتصد لوگ ہیں۔ جن کا محاسبہ ہوگا مگر ہلکا سا۔ اور الحمدللہ اس امت میں ایسے علماء کرام پہلے بھی بہت تھے اور آج بھی ہیں۔ جن کو زندگی میں اعمال صالحہ اور اتباع سنت کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اور وہ پورے خلوص سے اپنے علم کو لوگوں کے لئے نفع بخش بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ سابق بالخیرات ہیں اور جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔

آیت نمبر (36 تا 40)

ترجمہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ	لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ	فَيَمُوْتُوْا
اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	ان کے لئے جہنم کی آگ ہے	کام تمام نہیں کیا جائے گا ان کا	کہ وہ مر ہی جائیں
وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ	مِّنْ عَذَابِهَا	كَذٰلِكَ نَجْزِيْ	كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾
اور تخفیف نہیں کی جائے گی اس میں	اس (آگ) کے عذاب میں سے	اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں	ہر ایک ناشکرے کو

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا	رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	نَعْمَلْ صَالِحًا	غَيْرَ الَّذِيْ
اور وہ لوگ چلائیں گے اس میں	اے ہمارے رب	تو نکال ہم کو	تو ہم عمل کریں گے نیک	اس کے علاوہ جو

كُنَّا نَعْمَلُ	اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ	مَّا	يَتَذَكَّرُ فِيْهِ	مَنْ	تَذَكَّرَ
ہم عمل کیا کرتے تھے	اور کیا ہم نے عمر نہیں دی تم لوگوں کو	اتنا عرصہ	یاد دہانی حاصل کرتا جس میں	وہ جو	یاد دہانی حاصل کرنا چاہئے

وَجَآءَكُمُ	النَّذِيْرُ	فَذُوْقُوْا	فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾
اور آیا تمہارے پاس	خبردار کرنے والا	تو (اب) چکھو	پس نہیں ہے ظالموں کے لئے	کوئی بھی مددگار

اِنَّ اللّٰهَ	عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اِنَّهٗ عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾
بیشک اللہ	زمین اور آسمانوں کے غیب کا جاننے والا ہے	بیشک وہ جاننے والا ہے	سینوں والی (بات) کو

هُوَ الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ	فِي الْاَرْضِ	فَمَنْ كَفَرَ	فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ
وہ، وہ ہے جس نے	بنایا تم کو خلیفہ	زمین میں	تو جس نے کفر کیا	تو اس پر ہے اس کا کفر
وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ	كُفْرُهُمْ	عِنْدَ رَبِّهِمْ	اِلَّا مَقْتًا	وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
اور زیادہ نہیں کرتا کافروں کو	ان کا کفر	ان کے رب کے پاس	سوائے بیزاری کے	اور زیادہ نہیں کرتا کافروں کو
كُفْرُهُمْ	اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾	قُلْ اَرَءَيْتُمْ	شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ
ان کا کفر	سوائے خسارے کے	آپؐ کہئے کیا تم لوگوں نے غور کیا	اپنے اُن شریکوں پر جن کو	تم لوگ پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اَرُوْنِيْ	مَاذَا خَلَقُوْا	مِنَ الْاَرْضِ
اللہ کے علاوہ	تم لوگ دکھاؤ مجھ کو	کیا انہوں نے تخلیق کیا	زمین میں سے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ	فِي السَّمٰوٰتِ	اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا	فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ	مِّنْهُ
یا ان کے لئے کوئی شراکت ہے	آسمانوں میں	یا ہم نے دی ان کو کوئی کتاب	تو وہ کسی دلیل پر ہیں	اس (کتاب) میں سے

بَلْ اِنْ يَّعِدُ	الظّٰلِمُوْنَ	بَعْضُهُمْ بَعْضًا	1543 اِلَّا غُرُوْرًا ۝۴۰
بلکہ وعدہ نہیں کرتے	ظالم لوگ	ان کا کوئی کسی سے	سوائے فریبوں کے

نوٹ۔1

آیت۔۳۷۔ میں جس مہلت عمر کی بات ہے اس سے مراد عمر بلوغ اور اس سے آگے کی عمر ہے۔ جس شخص کو عمر بلوغ ملی اس کو قدرت نے اتنا سامان دے دیا کہ حق و باطل میں تمیز کر سکے۔ جس نے نہیں کیا وہ عذاب کا مستحق ہے۔ جس کو جتنی زیادہ عمر ملی اس پر اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ حجت پوری ہوئی اور وہ اتنا ہی زیادہ مستحق عذاب ہوا۔ آگے فرمایا وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کو پہچاننے اور ماننے کے لئے خود انسانی عقل کافی تھی مگر اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے نذیر بھی بھیجے۔ معروف معنی کے اعتبار سے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب علماء ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد سے جتنے حالات پیش آتے ہیں۔ اس کے اپنے وجود اور اگر دو پیش میں جو تغیرات اور انقلاب آتے ہیں، وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر اور انسان کو متنبہ کرنے والے ہیں۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (41 تا 43)

ترجمہ:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ	السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	اَنْ تَزُوْلَا ۚ	وَلَىِٕنْ
بیشک اللہ تھامتا ہے	آسمانوں کو اور زمین کو	کہ (کہیں) وہ دونوں کھسک جائیں	اور یقیناً اگر

زَالَتَآ	اِنْ اَمْسَكَهُمَا	مِنْ اَحَدٍ	مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ	اِنَّهٗ كَانَ
وہ دونوں کھسک گئے	تو نہیں تھام سکے گا دونوں کو	کوئی ایک بھی	اس (اللہ) کے بعد	یقیناً وہ ہے

حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۱	وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ	جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ	لَىِٕنْ جَاۗءَهُمْ
بردبار بے انتہا بخشنے والا ہے	اور انہوں نے قسم کھائی اللہ کی	اپنی قسموں کا زور لگاتے ہوئے	یقیناً اگر آیا ان کے پاس

نَذِيْرٌ	لَّيَكُوْنُنَّ	اَهْدٰى	مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ	فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ	نَذِيْرٌ
کوئی خبردار کرنے والا	تو وہ لوگ لازماً ہوں گے	زیادہ ہدایت والے	امتوں کی کسی ایک سے (بھی)	پھر جب آیا ان کے پاس	ایک خبردار کرنے والا

مَّا زَادَهُمْ	اِلَّا نُفُوْرَا ۝۴۲ۙ	اِسْتِكْبَارًا	فِي الْاَرْضِ	وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ
تو زیادہ نہیں کیا ان کو	مگر بیزاریوں میں	بڑا بننے کے لئے	زمین میں	اور برائی کی تدبیر کے لئے

وَلَا يَحِيْقُ	الْمَكْرُ السَّيِّئُ	اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ	فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ
اور گھیرے میں نہیں لیتی	بری تدبیر (کسی کو)	سوائے اپنے لوگوں کے	تو یہ لوگ (اب) کیا انتظار کرتے ہیں	سوائے اگلوں کے دستور کے

فَلَنْ تَجِدَ	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا ۚ	وَلَنْ تَجِدَ	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	تَحْوِيْلًا ۝۴۳
تو آپ ہرگز نہیں پائیں گے	اللہ کی سنت میں	کچھ تبدیل کرنا	اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے	اللہ کی سنت میں	کوئی تغیر لانا

نوٹ۔1

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بری تدبیر کا وبال اور کسی پر نہیں پڑتا، بلکہ خود ایسی تدبیر کرنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ یعنی جو شخص دوسروں کا برا چاہتا ہے وہ خود برائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

دوسروں کو زک پہنچانے کی کوشش کرنے والا کبھی کامیاب ہو جاتا ہے اور کبھی ناکام رہتا ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ مجرم ہے۔ آخرت میں اس کا یہ جرم حقوق العباد کے زمرے میں آئے گا اور اس کے وبال سے وہ نہیں بچ سکے گا، الا یہ کہ مرنے سے پہلے اس نے اپنے قصور معاف کرا لئے ہوں۔ اسی طرح سے دنیا میں بھی دونوں صورتوں میں بری تدبیر کرنے کے برے اثرات تدبیر کرنے والے کی شخصیت پر بھی اور اس کی زندگی کے حالات اور معاملات پر بھی لازماً مرتب ہوتے ہیں۔ البتہ ان کا نتیجہ ظاہر ہونے میں کچھ وقفہ حائل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسانی ذہن عموماً سبب اور اس کی نتیجہ کے درمیان ربط قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے، ورنہ یہ قاعدہ کلیہ اپنی جگہ اٹل ہے کہ بری تدبیر ایسی تدبیر کرنے والے کو ہی گھیرے میں لیتی ہے۔ کسی کا محدود مدت پر محیط کوئی جزوی مشاہدہ اس قاعدہ کلیہ کی تردید یا اس میں استثناء کی دلیل نہیں بن سکتا۔

آیت نمبر (44 تا 45)

ترجمہ:

اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا	فِی الۡاَرۡضِ	فَیَنۡظُرُوۡا	کَیۡفَ کَانَ	عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ
اور کیا انہوں نے سیر نہیں کی	زمین میں	نتیجۃً وہ دیکھتے	کیسا تھا	ان لوگوں کا انجام جو

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	وَکَانُوۡۤا	اَشَدَّ مِنۡهُمۡ	قُوَّۃً ؕ	وَمَا کَانَ اللّٰهُ	لِیُعۡجِزَهٗ
ان سے پہلے تھے	حالانکہ وہ لوگ تھے	ان سے زیادہ شدید	بلحاظ قوت کے	اور نہیں ہے اللہ	کہ عاجز کر سکے اس کو

مِنۡ شَیۡءٍ	فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ	اِنَّهٗ کَانَ	عَلِیۡمًا قَدِیۡرًا ﴿۴۴﴾
کوئی بھی چیز	آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں	بیشک وہ ہے	جاننے والا قدرت والا

وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ	النَّاسَ	بِمَا کَسَبُوۡا	مَا تَرَکَ	عَلٰی ظَهۡرِهَا
اور اگر مواخذہ کرتا اللہ	لوگوں کا	بسبب اس کے جو انہوں نے کمایا	تو وہ نہ چھوڑتا	اس کی پیٹھ پر

مِنۡ دَآبَّۃٍ	وَّلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُهُمۡ	اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ	فَاِذَا جَآءَ
کوئی بھی جاندار	اور لیکن وہ موخر کرتا ہے ان کو	ایک مقررہ خاتمے کے وقت تک	پھر جب آتا ہے

اَجَلُهُمۡ	فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ	بِعِبَادِهٖ	بَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾ ع
ان کے خاتمے کا وقت	تو بیشک اللہ ہے	اپنے بندوں کو	دیکھنے سمجھنے والا ہے

1544

1543

1575

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ یٰسین (36)

آیت نمبر 1 تا 12

ق م ح

(ن)	قُمُوۡحًا	اونٹ کا سیراب ہو کر پینے سے رک جانا اور حوض سے سر اونچا کرنا۔
(افعال)	اِقۡمَاحًا	اونٹ کا سر اونچا کر کے پیچھے سے باندھ دینا۔ گردن اکڑا دینا۔
	مُقۡمَحٌ	اسم المفعول ہے۔ سر باندھا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت ۔۸۔

ترجمہ:

یٰسٓ ۚ ①	وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ ②	اِنَّکَ	لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ ③
-	اس حکمت والے قرآن کی قسم ہے	بیشک آپ ؐ	یقیناً بھیجے ہوؤں میں سے ہیں

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ؕ ④	تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ۙ ⑤	لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا
ایک سیدھے راستے پر	اُس رحیم بالادست کا نازل کرنا ہوتے ہوئے	تاکہ آپ ؐ خبردار کریں ایک ایسی قوم کو

مَّاۤ اُنۡذِرَ	اٰبَآؤُہُمۡ	فَہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑥	لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ
خبردار نہیں کیا گیا	جن کے آباؤ اجداد کو	تو وہ لوگ غافل ہیں	بیشک ثابت ہو چکی وہ بات

عَلٰۤی اَکۡثَرِہِمۡ	فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ⑦	اِنَّا جَعَلۡنَا	فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ	اَغۡلٰلًا
ان کے اکثر پر	تو وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے	بیشک ہم نے بنائے	ان کی گردنوں میں	کچھ طوق

فَہِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ	فَہُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ⑧	وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ
پھر وہ (طوق) ٹھوڑیوں تک ہیں	تو وہ لوگ گردن جکڑا دئے ہوئے ہیں	اور ہم نے بنائی ان کے سامنے سے

سَدًّا	وَّمِنۡ خَلۡفِہِمۡ	سَدًّا	فَاَغۡشَیۡنٰہُمۡ	فَہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ⑨
ایک آڑ	اور ان کے پیچھے سے	ایک آڑ	پھر ہم نے ڈھانپ دیا ان کو	تو وہ لوگ بصیرت نہیں رکھتے

وَسَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ	ءَ	اَنۡذَرۡتَہُمۡ	اَمۡ	لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ	لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ⑩
اور برابر ہے ان پر	خواہ	آپ ؐ خبردار کریں ان کو	یا	آپ ؐ خبردار نہ کریں ان کو	تو وہ لوگ بصیرت نہیں رکھتے

اِنَّمَا تُنۡذِرُ	مَنِ	اتَّبَعَ	الذِّکۡرَ	وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ	بِالۡغَیۡبِ ۚ
آپ ؐ کو بس خبردار کرتے ہیں	اس کو جس نے	پیروی کی	اس یاددہانی (قرآن) کی	اور جو ڈرا رحمان سے	بن دیکھے

فَبَشِّرۡہُ	بِمَغۡفِرَۃٍ	وَّ اَجۡرٍ کَرِیۡمٍ ⑪	اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ	الۡمَوۡتٰی	وَنَکۡتُبُ
تو آپ ؐ بشارت دیں اس کو	مغفرت کی	اور باعزت اجر کی	بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں	مردوں کو	اور ہم لکھتے ہیں

فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾	اَحۡصَیۡنٰہُ	وَ کُلَّ شَیۡءٍ	وَ اٰثَارَہُمۡ	مَا قَدَّمُوۡا
ایک واضح ریکارڈ میں	ہم نے مکمل شمار کیا اس کو	اور ہر چیز!	اور ان کے نقوشِ قدم پر	جو انہوں نے آگے بھیجا

نوٹ۔1

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سورہ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ سورہ یٰسین کو قرآن کا دل فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اس سورہ میں قیامت اور حشر و نشر کے مضامین خاص تفصیل اور بلاغت کے ساتھ آئے ہیں اور اصول ایمان میں سے عقیدہ آخرت وہ چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی صحت موقوف ہے۔ خوفِ آخرت ہی انسان کو عمل صالح کے لئے مستعد کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے۔ جس طرح بدن کی صحت قلب کی صحت پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کی صحت آخرت پر موقوف ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔12۔ سے معلوم ہوا کہ انسان کا نامہ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے۔ دوسرے اپنے گردوپیش کی اشیاء اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش انسان مرتسم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں اور یہ سارے نقوش ایک وقت اس طرح ابھر آئیں گے کہ اس کی اپنی آواز سنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات، نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس لوحِ ذہن پر لکھی نظر آئے گی اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔ تیسرے اپنے مرنے کے بعد اپنی آئندہ نسل پر، اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور برے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے، وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ (تفہیم القرآن)

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے اسکا بھی ثواب اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے آدمی اس برے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے، ان کا گناہ بھی اس کو ہوتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (13 تا 19)

ترجمہ:

الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾	اِذۡ جَآءَہَا	اَصۡحٰبَ الۡقَرۡیَۃِ	مَّثَلًا	وَ اضۡرِبۡ لَہُمۡ
بھیجے ہوئے (رسول)	جب آئے اس (بستی) میں	جو اس بستی والوں کی ہے	ایک مثال	اور آپ بیان کریں ان کے لئے
فَعَزَّزۡنَا	فَکَذَّبُوۡہُمَا	اثۡنَیۡنِ	اِلَیۡہِمُ	اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ
تو ہم نے (ان کو) تقویت دی	تو انہوں نے جھٹلایا دونوں کو	دو (رسولوں) کو	ان کی طرف	جب ہم نے بھیجا
قَالُوۡا	مُّرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾	اِنَّاۤ اِلَیۡکُمۡ	فَقَالُوۡۤا	بِثَالِثٍ
ان لوگوں نے کہا	بھیجے ہوئے ہیں	کہ ہم تمہاری طرف	تو انہوں نے کہا	ایک تیسرے (رسول) سے
مِنۡ شَیۡءٍ	الرَّحۡمٰنُ	وَ مَاۤ اَنۡزَلَ	اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا	مَاۤ اَنۡتُمۡ
کوئی بھی چیز	رحمان نے	اور نہیں اتاری	مگر بشر ہمارے جیسے	تم لوگ نہیں ہو

اِنْ اَنْتُمْ	اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ⑮	قَالُوْا	رَبُّنَا يَعْلَمُ	اِنَّآ اِلَيْكُمْ
تم لوگ نہیں ہو	سوائے اس کے کہ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو	انہوں نے کہا	ہمارارب جانتا ہے	کہ ہم تمہاری طرف
لَمُرْسَلُوْنَ ⑯	وَمَا عَلَيْنَآ	اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑰	قَالُوْٓا	اِنَّا تَطَيَّرْنَا
یقیناً بھیجے ہوئے ہیں	اور ہم (کوئی ذمہ داری) نہیں ہے	سوائے واضح طور پر پہنچا دینے کے	ان لوگوں نے کہا	کہ ہم منحوس سمجھتے ہیں
بِكُمْ ج	لَئِنْ	لَّمْ تَنْتَهُوْا	لَنَرْجُمَنَّكُمْ	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
تم لوگوں کو	بیشک اگر	تم باز نہ آئے	تو ہم لازماً سنگسار کریں گے تم سب کو	اور لازماً چھوئے گا تم کو
مِّنَّا	عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱	قَالُوْا	طَآئِرُكُمْ	مَّعَكُمْ ط
ہم سے	ایک دردناک عذاب	انہوں نے کہا	تمہاری نحوست	تمہارے ساتھ ہے
اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ط	بَلْ اَنْتُمْ	قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲		
کیا اگر یاددہانی کرائی جائے تم کو (تب بھی)	بلکہ تم لوگ	حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو		

نوٹ۔1

قدیم مفسرین بالعموم اس طرف گئے ہیں کہ آیت۔13۔ میں القریہ سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے اور جن رسولوں کا ذکر ہے انہیں حضرت عیسیٰؑ نے تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن یہ سارا قصہ عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا گیا ہے اور تاریخی حیثیت سے بالکل بے بنیاد ہے۔ (تفہیم القرآن)

سہل اور بے غبار بات وہی ہے جسے مولانا تھانویؒ نے بیان القرآن میں اختیار فرمایا ہے کہ ان آیات کا مضمون سمجھنے کے لئے اس بستی کا تعین ضروری نہیں ہے۔ اور قرآن کریم نے اس کو مبہم رکھا ہے تو ضرورت ہی کیا ہے اس کے تعین پر اتنا زور خرچ کیا جائے۔ سلف صالحین کا ارشاد ہے کہ جس چیز کو اللہ نے مبہم رکھا ہے تم بھی اسے مبہم ہی رہنے دو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (20 تا 32)

ترکیب

(آیت۔22) مَالِیَ دراصل مَالِیَ ہے۔ اس کو اگر مَالِیَ ہی پڑھیں تو اس پر وقف آ جاتا ہے اور یہ اگلی عبارت لَآ اَعْبُدُ سے منفصل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں معنی ہو جاتے ہیں ”مجھے کیا ہے! میں عبادت نہیں کرتا یا نہیں کروں گا“ لیکن اس کو اگر لَآ اَعْبُدُ سے متصل مانیں تو پھر اسے وقف کے بغیر پڑھنا ہوگا اور ایسی صورت میں معنی ہوں گے ”مجھے کیا ہے کہ میں عبادت نہ کروں“ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہاں اس کو وقف کے بغیر پڑھنا ہے اسے مَالِیَ کے بجائے مَالِیَ پڑھتے ہیں۔

(آیت۔23) فعل مضارع یُرِیْدُ حرف شرط اِنْ کی وجہ سے مجزوم ہو کر یُرِدْ آیا ہے۔ اس کے آگے نون وقایہ ہے یعنی نِ دراصل ضمیر مفعولی نِیْ ہے جس کی ی گری ہوئی ہے۔ جبکہ لَآ تُغْنِ میں نون وقایہ نہیں ہے بلکہ یہ مادے کی نون ہے۔ یہ دراصل فعل مضارع لَا تُغْنِیْ ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے تو ی گر گئی ہے۔ لیکن لَا یُنْقِذُوْنَ میں بھی نون وقایہ ہے۔ یہ دراصل لَا یُنْقِذُوْنَنِیْ ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مضارع کا نون اعرابی گرا ہوا ہے اور ضمیر مفعولی کی ی گری ہوئی ہے۔

ترجمہ:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ	رَجُلٌ يَّسْعٰى	قَالَ يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوا	الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ٢٠
اور آیا شہر کے زیادہ دور سے	ایک شخص دوڑتا ہوا	اس نے کہا اے میری قوم	تم لوگ پیروی کرو	بھیجے ہوؤں کی

اتَّبِعُوْا مَنْ	لَّا يَسْـَٔلُكُمْ	اَجْرًا	وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ٢١
پیروی کرو ان کی جو	نہیں مانگتے تم سے	کوئی اُجرت	اور وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں

وَمَا لِيَ	لَآ اَعْبُدُ	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ٢٢
اور مجھے کیا ہے کہ	میں بندگی نہ کروں	اس کی جس نے	وجود بخشا مجھ کو	اور اس کی طرف ہی	تم سب لوٹائے جاؤ گے

ءَاَتَّخِذُ	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً	اِنْ يُّرِدْنِ	الرَّحْمٰنُ	بِضُرٍّ
کیا میں بناؤں	اس کے سوا	کچھ ایسے الٰہ	(کہ) اگر ارادہ کرے میرے بارے میں	رحمان	کسی تکلیف کا

لَّا تُغْنِ عَنِّيْ	شَفَاعَتُهُمْ	شَيْـًٔا	وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۚ ٢٣	اِنِّيْٓ اِذًا
تو کام نہ آئے گی میرے	ان کی شفاعت	کچھ بھی	اور نہ وہ بچائیں گے مجھ کو	بیشک میں تب تو

لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٢٤	اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ	بِرَبِّكُمْ	فَاسْمَعُوْنِ ۭ ٢٥	قِيْلَ
یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں	بیشک میں ایمان لایا	تم لوگوں کے رب پر	تو تم سب سن لو مجھ سے	اس سے کہا گیا

ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ	قَالَ يٰلَيْتَ	قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۙ ٢٦	بِمَا
تو داخل ہو جنت میں	اس نے کہا اے کاش	میری قوم جانتی ہوتی	اس کو جس سبب سے

غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ	وَجَعَلَنِيْ	مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ٢٧	وَمَآ اَنْزَلْنَا	عَلٰي قَوْمِهٖ
بخشا مجھ کو میرے رب نے	اور اس نے بنایا مجھ کو	عزت دیئے ہوؤں میں سے	اور ہم نے نہیں اتارا	اس کی قوم پر

مِنْۢ بَعْدِهٖ	مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ	وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ٢٨	اِنْ كَانَتْ
اس کے بعد	کوئی بھی لشکر آسمان سے	اور نہ ہم اتارنے والے تھے	وہ نہیں تھی

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	فَاِذَا	هُمْ خٰمِدُوْنَ ٢٩	يٰحَسْرَةً	عَلَي الْعِبَادِ ۚ
مگر ایک (ہی) چنگھاڑ	تو جب ہی	وہ سب بجھنے والے ہو گئے	(کہا گیا) ہائے افسوس	ان بندوں پر

مَا يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ رَّسُوْلٍ	اِلَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٣٠	اَلَمْ يَرَوْا
نہیں پہنچا ان کے پاس	کوئی بھی رسول	مگر	وہ لوگ اس سے مذاق کرتے تھے	کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ	مِّنَ الْقُرُوْنِ	اَنَّهُمْ	اِلَيْهِمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ ۭ ٣١
ہم نے کتنی ہی ہلاک کیں ان سے پہلے	قوموں میں سے	کہ وہ (قومیں)	ان کی طرف	لوٹیں گی نہیں

وَاِنۡ كُلٌّ	لَّمَّا جَمِيۡعٌ	1575 لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۲﴾
اور بیشک ہرایک	یقیناً سب کے سب	ہمارے پاس حاضر کئے جانے والے ہیں

نوٹ۔1 آیات۔26۔27۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور شہادت نصیب ہوتے ہی اسے جنت کی بشارت دے دی گئی۔ جن لوگوں نے اسے قتل کیا تھا ان کے خلاف کوئی جذبہ انتقام اس کے دل میں نہ تھا۔ اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی کر رہا تھا۔ مرنے کے بعد اس کے دل میں اگر کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ بس یہ تھی کہ کاش میری قوم میرے اس نیک انجام سے باخبر ہو جائے اور راہِ راست اختیار کر لے، وہ شریف انسان اپنے قاتلوں کے لئے بھی جہنم نہ چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔ اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 یہ آیت بھی منجملہ ان آیات کے ہے جن سے حیاتِ برزخ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا زمانہ خالص عدم اور کامل نیستی کا زمانہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض کم علم لوگ گمان کرتے ہیں، بلکہ اس زمانہ میں جسم کے بغیر روح زندہ رہتی ہے، کلام کرتی ہے اور کلام سنتی ہے، جذبات واحساسات رکھتی ہے، خوشی اور غم محسوس کرتی ہے اور اہل دنیا کے ساتھ بھی اس کی دلچسپیاں باقی رہتی ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (33 تا 40)

ترجمہ:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ	الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ	اَحۡيَيۡنٰهَا	وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	یہ مردہ زمین	ہم نے زندہ کیا اس کو	اور ہم نے نکالا اس میں سے

حَبًّا	فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۳۳﴾	وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا	جَنّٰتٍ	مِّنۡ نَّخِيۡلٍ	وَّاَعۡنَابٍ
دانے (اناج)	تو اس میں سے یہ لوگ کھاتے ہیں	اور ہم نے بنائے ان میں	کچھ باغات	جیسے کھجور کے	اور انگور کے

وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا	مِنَ الۡعُيُوۡنِ ﴿۳۴﴾	لِيَاۡكُلُوۡا	مِنۡ ثَمَرِهٖ ۙ	وَ	مَا عَمِلَتۡهُ
اور ہم نے جاری کئے اس میں	چشموں میں سے	تاکہ یہ لوگ کھائیں	اس کے پھل میں سے	حالانکہ	عمل نہیں کیا اس کا

اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ	اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾	سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ	خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ
ان کے ہاتھوں نے	تو کیا پھر (بھی) شکر نہیں کریں گے	پاکیزگی اس کی ہے جس نے	پیدا کیا جوڑوں کو

كُلَّهَا	مِمَّا	تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ	وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ	وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾
ان کے ہرایک کو	اس میں سے جو	اُگاتی ہے زمین	اور ان کی جانوں میں سے	اور اس میں سے جو یہ لوگ نہیں جانتے

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ	الَّيۡلُ ۖۚ	نَسۡلَخُ	مِنۡهُ النَّهَارَ	فَاِذَا هُمۡ	مُّظۡلِمُوۡنَ ۙ﴿۳۷﴾
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	رات	ہم کھینچ لیتے ہیں	اس میں سے دن کو	تو جب ہی وہ لوگ	اندھیرے میں ہونے والے ہیں

وَالشَّمۡسُ	تَجۡرِیۡ	لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ	ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ؕ ﴿۳۸﴾
اور سورج	وہ رواں ہے	اپنے ٹھہرنے کی جگہ کے لئے	یہ علم والے بالادست کا طے شدہ امر ہے

وَالۡقَمَرَ	قَدَّرۡنٰهُ	مَنَازِلَ	حَتّٰی عَادَ	كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ﴿۳۹﴾
اور چاند	ہم نے مقرر کیں اس کی	منزلیں	یہاں تک کہ وہ پھر سے ہوجائے	پرانی ٹہنی کی مانند
لَا الشَّمۡسُ	یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ	اَنۡ تُدۡرِكَ	الۡقَمَرَ	وَلَا الَّیۡلُ
یہ سورج ہے	(کہ) شایانِ شان ہو اس کے لئے	کہ وہ آن پکڑے	چاند کو	اور نہ رات ہے

سَابِقُ النَّهَارِ ؕ	وَكُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ	یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾
دن کے آگے نکلنے والی	اور سب کسی مدار میں	تیرتے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔35۔ میں وَمَا عَمِلَتۡهُ اَیۡدِیۡهِمۡ کے جملے نے غافل انسان کو متنبہ کیا ہے کہ ذرا اپنے کام اور محنت پر غور کر کہ تیرا کام اس باغ و بہار میں اس کے سوا کیا ہے کہ تو نے زمین میں بیج ڈال دیا اس، اس پر پانی ڈال دیا، زمین کو نرم کر دیا کہ کونپل نکلنے میں رکاوٹ نہ ہو، مگر اس بیج میں سے درخت اگانا، درخت پر پتے اور شاخیں نکالنا، پھر اس پر طرح طرح کے پھل پیدا کرنا، ان سب چیزوں میں تیرا کیا دخل ہے۔ یہ تو خالص قادرِ مطلق کا ہی فعل ہے۔ اس لئے تیرا فرض ہے کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے وقت اس کے خالق و مالک کو فراموش نہ کرے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔38۔ میں مستقر سے مراد وہ جگہ بھی ہوسکتی ہے جہاں جا کر سورج کو آخر کار ٹھہر جانا ہے اور وہ وقت بھی ہوسکتا ہے جب وہ ٹھہر جائے گا۔ اس آیت کا صحیح مفہوم انسان اسی وقت متعین کر سکتا جب اسے کائنات کے حقائق کا ٹھیک ٹھیک علم حاصل ہوجائے، لیکن انسانی علم کا حال یہ ہے کہ وہ ہر زمانے میں بدلتا رہا ہے۔ آج جو کچھ اسے معلوم ہے اس کے بدل جانے کا ہر وقت امکان ہے۔ سورج کے متعلق قدیم زمانے کے لوگ عینی مشاہدے کی بنا پر یقین رکھتے تھے کہ وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ پھر مزید تحقیق کے بعد یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ وہ اپنی جگہ ساکن ہے اور نظام شمسی کے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں، لیکن یہ نظریہ بھی مستقل ثابت نہیں ہوا۔ بعد کے مشاہدات سے پتہ چلا کہ نہ صرف سورج بلکہ وہ تمام تارے جن کو ثوابت (Fixed Stars) کہا جاتا ہے، ایک رخ پر چلے جا رہے ہیں۔ ثوابت کی رفتار کا اندازہ دس سے لے کر ایک سو میل فی سیکنڈ تک کیا گیا ہے۔ اور سورج کے متعلق موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ وہ اپنے پورے نظام شمسی کو لئے ہوئے تقریباً بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ لفظ اسٹار اور لفظ سن۔ (تفہیم القرآن)

مذکورہ نظریہ حتمی ہے یا اس میں پھر کوئی تبدیلی ہوجائے گی، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے، لیکن نظریات کی تبدیلی سے اس حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس آیت میں لفظ مستقر سے ہر دور کا انسان آسانی سے سمجھ سکتا تھا اور آج بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ نظام شمسی ایک دن ختم ہونے والا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

آیت نمبر (41 تا 50)

ترجمہ:

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ	اَنَّا حَمَلْنَا	ذُرِّيَّتَهُمْ	فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	کہ ہم نے سوار کیا	ان کی اولاد (اولادِ آدم) کو	بھری ہوئی کشتی میں

وَخَلَقْنَا لَهُمْ	مِّنْ مِّثْلِهٖ	مَا	يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾	وَاِنْ نَّشَاْ
اور ہم نے پیدا کیا ان کے لئے	اس (کشتی) جیسی	وہ (سواریاں) جس پر	یہ لوگ سواری کرتے ہیں	اور اگر ہم چاہیں

نُغْرِقْهُمْ	فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ	وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾	اِلَّا رَحْمَةً
تو ہم غرق کر دیں ان کو	پھر کوئی بھی فریادرس نہ ہوگا ان کے لئے	اور نہ وہ بچائے جائیں گے	سوائے رحمت ہوتے ہوئے

مِّنَّا	وَمَتَاعًا	اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ	اتَّقُوْا	مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ
ہمارے پاس سے	اور سامان ہوتے ہوئے	ایک وقت تک	اور جب کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ بچو	اس سے جو تمہارے آگے ہے

وَمَا خَلْفَكُمْ	لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾	وَمَا تَاْتِيْهِمْ	مِّنْ اٰيَةٍ	مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ
اور جو تمہارے پیچھے ہے	شاید تم لوگوں پر رحم کیا جائے	اور نہیں پہنچتی ان کے پاس	کوئی بھی نشانی	ان کے رب کی نشانیوں میں سے

اِلَّا كَانُوْا	عَنْهَا	مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ	اَنْفِقُوْا	مِمَّا رَزَقَكُمُ
مگر وہ لوگ ہیں	ان سے	اعراض کرنے والے	اور جب کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ خرچ کرو	اس میں سے جو روزی دی تم کو

اللّٰهُ	قَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اَنُطْعِمُ	مَنْ	لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ
اللہ نے	تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا	ان لوگوں سے جو ایمان لائے	کیا ہم کھلائیں	انہیں	اگر چاہے گا اللہ

اَطْعَمَهٗٓ	اِنْ اَنْتُمْ	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا الْوَعْدُ
تو وہ کھلائے گا ان کو	نہیں ہو تم لوگ	مگر ایک کھلی گمراہی میں	اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	یہ وعدہ

اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾	مَا يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	تَاْخُذُهُمْ
اگر تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	وہ انتظار نہیں کرتے	مگر ایک ایسی چنگھاڑ کا	جو پکڑے گی ان کو

وَهُمْ	يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	تَوْصِيَةً	وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾
اس حال میں کہ وہ	جھگڑ رہے ہوں گے	تو نہیں استطاعت نہ ہوگی	کوئی وصیت کرنے کی	اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف	وہ لوٹیں گے

نوٹ ۔ 1

بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوحؑ کی کشتی ہے۔ اس کشتی میں بظاہر تو حضرت نوحؑ کے چند ساتھی ہی بیٹھے تھے، مگر درحقیقت قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان اس پر سوار تھے۔ کیونکہ طوفانِ نوحؑ میں ان کے سوا باقی پوری اولادِ آدم کو غرق کر دیا گیا تھا اور بعد کی انسانی نسل ان ہی کشتی والوں سے چلی ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت ۔ 42۔ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ تاریخ میں پہلی کشتی جو بنی وہ حضرت نوحؑ والی کشتی تھی۔ اس سے پہلے انسان کو دریاؤں

اور سمندروں کو عبور کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ اس طریقے کی تعلیم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو دی پھر آئندہ ان کی نسل نے بحری سفر کے لئے کشتیاں بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (تفہیم القرآن)۔ ایک رائے یہ ہے کہ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی سواری اور بار برداری کے لئے صرف کشتی ہی نہیں بلکہ اور بھی سواری بنائی ہے۔ اس سے اہل عرب نے اپنی عادت کے مطابق اونٹ کی سواری مراد لی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے اس جگہ کسی خاص سواری کا نام نہیں لیا ہے بلکہ مبہم چھوڑا ہے تا کہ قیامت تک ایجاد ہونے والی سب سواریاں اس میں شامل ہو جائیں۔ (معارف القرآن)

1575

آیت۔ ۴۴۔ میں واضح کر دیا گیا کہ انسان کو یہ جو کچھ بھی حاصل ہے، نہ اس کے باپ دادا کی میراث ہے اور نہ اس کی اپنی قابلیت کا کرشمہ ہے بلکہ یہ محض خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے جس سے ایک خاص وقت تک کے لئے اس نے انسان کو بہرہ مند کیا ہے۔ بالآخر وہ وقت آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ ان تمام نعمتوں کے متعلق پرسش کرے گا کہ ان کا شکر اور حق ادا کیا تھا یا نہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (51 تا 58)

ج د ث

X — X — ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔

جَدَثٌ — ج اَجْدَاثٌ۔ قبر۔ زیر مطالعہ آیت۔ 51۔

ش غ ل

(ف) — شُغُلًا — کام میں لگانا۔ مصروف رکھنا۔ ﴿ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا ﴾ (48/الفتح: 11) ’’ہمیں مصروف رکھا ہمارے اموال نے اور ہمارے گھروں نے۔‘‘

شُغُلٌ — مصروفیت۔ شغل۔ زیر مطالعہ آیت۔ 55

ف ک ہ

(س) — فَكِهًا — خوش طبع ہونا۔ ہنسنے ہنسانے والا ہونا۔

فَكِهٌ — صفت ہے۔ خوش طبع۔ خود پسند۔ اکڑ باز۔ ﴿ وَ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴾ (83/المطففین: 31) ’’اور جب بھی وہ پلٹتے ہیں اپنے گھر والوں کی طرف تو پلٹتے ہیں اکڑ باز ہوتے ہوئے۔‘‘

فَاكِهٌ — اسم الفاعل ہے۔ ہنسنے ہنسانے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 55

فَكِهَةٌ — ج فَوَاكِهُ۔ یہ فَاكِهٌ کا مونث ہے۔ ہر قسم کا پھل جس کو کھا کر طبیعت خوش ہو۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵۷۔ ﴿ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ ﴾ (23/المومنون: 19) ’’تمہارے لئے ان میں کثرت سے پھل ہیں۔‘‘

(تفعل) — تَفَكُّهًا — باتیں بنانا۔ پشیمان ہونا۔ ﴿ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴾ (56/الواقعہ: 65) ’’اگر ہم چاہیں تو بنا دیں اس کو روندا ہوا پھر تم لوگ رہ جاؤ باتیں بناتے۔‘‘

ع ر ک

(ن) — اُرُوْكًا — اونٹ کا پیلو کے درخت کے پتے کھانا۔

1575

اَرِیْکَۃٌ — ج اَرَائِكُ۔ آراستہ و مزین تخت۔ (تخت کو سجانے کے لئے جو چھپر کھٹ لگایا جاتا ہے وہ پیلو کے درخت کی لکڑی کا ہوتا ہے) زیر مطالعہ آیت۔56

ترجمہ:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ	فَاِذَا هُمْ	مِّنَ الْاَجْدَاثِ	اِلٰى رَبِّهِمْ	يَنْسِلُوْنَ ﴿51﴾
اور پھونکا جائے گا صور میں	تو جب ہی وہ لوگ	قبروں سے	اپنے رب کی طرف	دوڑتے ہوں گے

قَالُوْا	يٰوَيْلَنَا	مَنْۢ بَعَثَنَا	مِنْ مَّرْقَدِنَا	هٰذَا مَا	وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
وہ کہیں گے	ہائے ہماری شامت	کس نے اٹھایا ہم کو	ہماری آرام گاہ سے	یہ وہ ہے جو	وعدہ کیا رحمان نے

وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿52﴾	اِنْ كَانَتْ اِلَّا	صَيْحَةً وَّاحِدَةً	فَاِذَا هُمْ	جَمِيْعٌ
اور سچ کہا بھیجے ہوؤں (رسولوں) نے	نہیں ہوگی وہ مگر	ایک (ہی) چنگھاڑ	پھر جب ہی وہ لوگ	سب کے سب

لَّدَيْنَا	مُحْضَرُوْنَ ﴿53﴾	فَالْيَوْمَ	لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ	شَيْـًٔا	وَّلَا تُجْزَوْنَ
ہمارے پاس	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	تو آج کے دن	ظلم نہیں کیا جائے گا کسی جان پر	ذرا بھی	اور تم لوگوں کو بدلہ نہیں دیا جائے گا

اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿54﴾	اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ	فٰكِهُوْنَ ﴿55﴾
سوائے اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	بیشک جنت والے	آج کے دن کسی مشغلہ میں	ہنسنے ہنسانے والے ہوں گے

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ	فِيْ ظِلٰلٍ	عَلَى الْاَرَآئِكِ	مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿56﴾	لَهُمْ فِيْهَا
وہ اور ان کے جوڑے	سایوں میں	سجائے ہوئے تختوں پر	ٹیک لگانے والے ہوں گے	ان کے لئے ہوگا اس میں

فَاكِهَةٌ	وَّلَهُمْ مَّا	يَدَّعُوْنَ ﴿57﴾	سَلٰمٌ	قَوْلًا	مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿58﴾
پھل	اور ان کے لئے ہوگا وہ جو	وہ مانگیں گے	سلامتی ہے	قول ہوتے ہوئے	ایک رحیم رب سے

نوٹ۔1

آیت۔55۔ کو سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ صالح اہل ایمان میدانِ حشر میں روک کر نہیں رکھے جائیں گے بلکہ ابتدا ہی میں ان کو بلا حساب، یا ہلکی حساب فہمی کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا کیونکہ ان کا ریکارڈ صاف ہوگا۔ انہیں دوران عدالت انتظار کی تکلیف دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں جواب دہی کرنے والوں کو بتائے گا کہ جن لوگوں کو تم دنیا میں بے وقوف سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے وہ اپنی عقلمندی کی بدولت آج جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور تم یہاں کھڑے جوابدہی کر رہے ہو۔ (تفہیم القرآن)

یہاں اصحابِ جنت کا حال ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنی تفریحات میں مشغول ہوں گے۔ ممکن ہے اس جگہ فِيْ شُغُلٍ (کسی مصروفیت میں) کا لفظ اس خیال کو دفع کرنے کے لئے بڑھایا ہو کہ جنت میں جبکہ نہ کوئی عبادت ہوگی، نہ کوئی فرض و واجب اور نہ کسب معاش کا کوئی کام، تو کیا اس بیکاری میں آدمی کا جی نہ گھبرائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو اپنی تفریحات کا ہی بڑا شغل ہوگا، جی گھبرانے کا کیا سوال ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔1

آیت۔58۔ میں اس سب سے بڑی سرفرازی کا ذکر ہے جو اہل جنت کو جنت میں حاصل ہوگی کہ رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہلایا جائے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہوں گے اور اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں گے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (59 تا 67)

م س خ

(ف) مَسْخًا شکل وصورت بگاڑ دینا۔ عادت واطوار خراب کر دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔67۔

ترجمہ:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ	اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾	اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
اور تم لوگ الگ ہو جاؤ آج کے دن	اے جرم کرنے والو	کیا میں نے تاکید نہیں کی تھی تم لوگوں کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	اَنْ لَّا تَعْبُدُوا	الشَّيْطٰنَ ج	اِنَّهٗ لَكُمْ	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ لا	وَّ اَنِ
اے اولادِ آدمؑ	کہ تم لوگ بندگی مت کرنا	شیطان کی	بیشک وہ تمہارے لئے	ایک کھلا دشمن ہے	اور یہ کہ

اعْبُدُوْنِيْ ط	هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾	وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ	جِبِلًّا كَثِيْرًا ط
تم لوگ بندگی کرو میری	یہ سیدھا راستہ ہے	اور بیشک اس نے گمراہ کیا ہے تم میں سے	بہت سی خلقتوں کو
اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا	تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾	هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ	كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾
تو کیا تم لوگ نہیں تھے	(کہ) عقل سے کام لیتے	یہ وہ جہنم ہے جس سے	تم لوگ ڈرائے جاتے تھے
اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ	بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾	اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ	عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ
تم لوگ گرو اس میں آج کے دن	ان کے ہاتھ	اور گواہی دین گے ان کے پاؤں	اس کی جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے
وَتُكَلِّمُنَآ	اَيْدِيْهِمْ	وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ	بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾
اور کلام کریں گے ہم سے	ان کے ہاتھ	اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں	اس کی جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے
وَلَوْ نَشَآءُ	لَطَمَسْنَا	عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ	فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ
اور اگر ہم چاہتے	تو ہم مٹا دیتے	ان کی آنکھوں کو	پھر وہ دوڑ لگاتے راستے کے لئے

فَاَنّٰى	يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾	وَلَوْ نَشَآءُ	لَمَسَخْنٰهُمْ	عَلٰى مَكَانَتِهِمْ
تو کہاں سے	انہیں سجھائی دیتا	اور اگر ہم چاہتے	تو ہم ان کے چہرے مہرے بگاڑ دیتے	ان کے ٹھکانے پر

فَمَا اسْتَطَاعُوْا	مُضِيًّا	وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ ع
تو وہ استطاعت نہ رکھتے	(آگے) گزرنے کی	اور نہ وہ واپس لوٹتے

نوٹ۔1

آیت۔60۔ سے معلوم ہوا کہ تمام اولاد آدمؑ کو مخاطب کر کے قیامت میں کہا جائے گا کہ کیا دنیا میں تم کو شیطان کی عبادت

کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کفار عموماً شیطان کی تو عبادت نہ کرتے، بلکہ بتوں یا دوسری چیزوں کو پوجتے تھے۔ اس لیے ان پر شیطان کی عبادت کا الزام کیسے عائد ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کسی کی اطاعت مطلقہ کہ ہر کام میں ہر حال میں اس کا کہنا ماننے، اسی کا نام عبادت ہے، چونکہ ان لوگوں نے ہمیشہ شیطانی تعلیم ہی کی پیروی کی اس لئے ان کو شیطان کا عابد کہا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں اس شخص کو جو مال یا بیوی کی محبت میں آکر ہر وہ کام کرنے لگے جس سے مال بڑھے یا بیوی راضی ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو، ایسے شخص کو حدیث میں عبدالدرہم اور عبدالزوجہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔65۔ میں میدان حشر کا نقشہ ہے کہ حساب کتاب کے وقت مشرکین قسمیں کھا کر اپنے شرک وکفر سے مکر جائیں گے اور بعض یہ بھی کہیں گے کہ فرشتوں نے ہمارے نامہ اعمال میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم تو اس سے بری ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے کہ بول نہ سکیں اور خود ان ہی کے ہاتھ پاؤں کو بولنے کی صلاحیت دے دیں گے اور وہ ان کے تمام اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس آیت میں تو ہاتھ پاؤں کا بولنا مذکور ہے جبکہ دوسری آیات میں انسان کے کان، آنکھ اور کھال کا بولنا بھی مذکور ہے۔ اور ایک جگہ ہے کہ خود ان کی زبانیں گواہی دیں گے۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی، کیونکہ مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کچھ نہ بول سکیں گے۔ البتہ ان کی زبان ان کی مرضی کے خلاف چلے گی اور شہادت دے گی۔
(معارف القرآن)

آیت نمبر (68 تا 76)

ترجمہ:

وَمَنْ	نُّعَمِّرْهُ	نُنَكِّسْهُ	فِي الْخَلْقِ ط	اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۶۸
اور وہ	ہم (طویل) عمر دیتے ہیں جس کو	تو ہم الٹا پھیرتے ہیں اس کو	پیدائش میں	تو کیا یہ لوگ عقل استعمال نہیں کرتے

وَمَا عَلَّمْنٰهُ	الشِّعْرَ	وَمَا يَنْۢبَغِيْ	لَهٗ ط	اِنْ هُوَ اِلَّا	ذِكْرٌ
اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو	شعر کہنا	اور یہ شایانِ شان نہیں ہے	ان کے لئے	نہیں ہے یہ مگر	ایک یاددہانی

وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۶۹	لِّيُنْذِرَ	مَنْ كَانَ	حَيًّا	وَّيَحِقَّ	الْقَوْلُ	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۷۰
اور ایک واضح قرآن	تا کہ وہ (قرآن) خبردار کرے	اس کو جو ہو	زندہ	اور تا کہ ثابت ہو	بات	کافروں پر

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّا خَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّمَّا	عَمِلَتْ	اَيْدِيْنَآ	اَنْعَامًا
اور کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں	کہ ہم نے پیدا کئے	انکے لئے	اس میں سے جن پر	عمل کیا	ہمارے ہاتھوں نے	کچھ مویشی

فَهُمْ لَهَا	مٰلِكُوْنَ ۷۱	وَذَلَّلْنٰهَا	لَهُمْ	فَمِنْهَا	رَكُوْبُهُمْ
تو وہ لوگ ان کے	مالک ہونے والے ہیں	اور ہم نے مطیع کیا ان (مویشیوں) کو	ان کے لئے	تو ان میں سے (بعض پر)	ان کی سواریاں ہیں

وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۷۲	وَلَهُمْ فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَمَشَارِبُ ط	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۷۳
اور ان میں سے وہ کھاتے ہیں	اور ان کے لئے ان میں	فائدے ہیں	اور پینے کے مقامات ہیں	تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کریں گے

وَاتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اٰلِهَةً	لَّعَلَّهُمْ	يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾
اورانہوں نے بنائے	اللہ کے سوا	کچھ الٰہ	(کہ) شاید ان کی	مدد کی جائے
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَهُمْ	وَهُمْ لَهُمْ	جُنْدٌ	مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾
وہ (اِلٰہ) استطاعت نہیں رکھتے	ان کی مدد کرنے کی	اور وہ ان کے لئے	ایک ایسا لشکر ہیں جو	حاضر کئے گئے ہیں
فَلَا يَحْزُنْكَ	قَوْلُهُمْ	اِنَّا نَعْلَمُ	مَا يُسِرُّوْنَ	وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾
تو غمگین نہ کرے آپؐ کو	ان کی بات	بیشک ہم جانتے ہیں	اس کو جو یہ لوگ چھپاتے ہیں	اور اس کو جو یہ لوگ اعلان کرتے ہیں

نوٹ۔1 الٹا پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں آدمی کی حالت بچوں کی سی کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اسے اٹھاتے بٹھاتے اور سہارا دے کر چلاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اسے کھلاتے پلاتے ہیں۔ اسی طرح وہ ناسمجھی کی باتیں کرتا ہے جس پر لوگ ہنستے ہیں۔ غرض جس کمزوری کی حالت سے اس نے اس دنیا میں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا اختتامِ زندگی پر وہ اسی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 ہاتھوں کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ معاذ اللہ وہ ذاتِ پاک جسم رکھتی ہے، اور انسانوں کی طرح ہاتھ سے کام کرتی ہے، بلکہ اس سے یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے خود بنایا ہے۔ ان کی تخلیق میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر دخل نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (77 تا 83)

ر م م

(ض) رَمًّا: کسی چیز کا بوسیدہ ہونا۔

رَمِيْمٌ: صفت ہے۔ بوسیدہ۔ زیر مطالعہ آیت۔78

ترجمہ:

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ	اَنَّا خَلَقْنٰهُ	مِنْ نُّطْفَةٍ	فَاِذَا هُوَ
اور کیا دیکھا ہی نہیں انسانوں نے	کہ ہم نے پیدا کیا اس کو	ایک بوند سے	پھر تب ہی وہ

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾	وَضَرَبَ لَنَا	مَثَلًا	وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ	قَالَ
ایک کھلا جھگڑالو (ہوجاتا) ہے	اور اس نے بیان کیا ہمارے لئے	ایک مثال	اور بھول گیا اپنی پیدائش کو	اس نے کہا

مَنْ يُّحْيِ	الْعِظَامَ	وَهِيَ	رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾	قُلْ	يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ
کون زندہ کرے گا	ہڈیوں کو	اس حال میں کہ وہ	بوسیدہ ہیں	آپؐ کہئے	وہ زندہ کرے گا ان کو جس نے

اَنْشَاَهَآ	اَوَّلَ مَرَّةٍ	وَهُوَ	بِكُلِّ خَلْقٍ	عَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾
بنایا ان کو	پہلی مرتبہ	اور وہ	پیدا کرنے کے ہر ایک (طریقہ) کو	ہر حال میں جاننے والا

اِلَّذِیْ	جَعَلَ لَكُمْ	مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ	نَارًا	1575 فَاِذَآ اَنْتُمْ
وہ جس نے	بنایا تمہارے لئے	ہرے (بھرے) درخت میں سے	ایک آگ	پھر تب ہی تم لوگ

مِّنْهُ	تُوْقِدُوْنَ ﴿80﴾	اَوَلَيْسَ الَّذِيْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اس سے	آگ بھڑکاتے ہو	اور کیا وہ جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

بِقٰدِرٍ	عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ	مِثْلَهُمْ ؕ	بَلٰى	ق وَهُوَ الْخَلّٰقُ
قدرت رکھنے والا نہیں ہے	اس پر کہ وہ پیدا کرے	ان کے جیسا	کیوں نہیں	اور وہ (کچھ) پیدا کرنے والا ہے

الْعَلِيْمُ ﴿81﴾	اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ	اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا	اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿82﴾
ہمیشہ (سب کچھ) جاننے والا ہے	اس کا حکم تو بس یہ ہے	جب کبھی وہ ارادہ کرے کسی چیز کا	کہ وہ کہتا ہے اس سے	تو ہو جا	تو وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ	وَّاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿83﴾ ع
تو پاکیزگی اس کی ہے	جس کے ہاتھ میں	ہر چیز کی بادشاہت ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

آیت۔80۔کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اس نے ہرے بھرے درختوں میں وہ آتش گیر مادہ رکھا ہے جس کی بدولت تم آگ جلاتے ہو۔ یا پھر یہ اشارہ ہے مرخ اور عفار نامی ان دو درختوں کی طرف جن کی ہری بھری ٹہنیوں کو لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تھے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی تھی۔ قدیم زمانے میں عرب کے بدو آگ جلانے کے لئے یہی چقماق استعمال کرتے تھے اور ممکن ہے آج بھی کرتے ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الصفت (37)

آیت نمبر (1 تا 21)

ز ج ر

(ن) زَجْرًا: چلا کر روکنا۔ جھڑکنا۔ دھتکارنا۔

زَاجِرٌ: روکنے والا۔ جھڑکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔2

زَجْرَةٌ: جھڑکی۔ ڈانٹ۔﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴾ (37/الصافات:198) ''پھر وہ تو بس ایک جھڑکی ہوگی۔''

(افتعال) اِزْدِجَارًا: اہتمام سے روکنا۔ دھتکارنا۔﴿ وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿9﴾ ﴾ (54/القمر:9) ''اور انہوں نے کہا مجنوں ہے اور اس کو دھتکارا گیا۔''

مُزْدَجَرٌ اسم المفعول ہے۔ جس کو روکا گیا۔ اور جس چیز سے روکا گیا، دونوں کے لئے آتا ہے۔ ﴿ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ ﴾ (54/القمر:4) ''اور بیشک آچکی ہیں ان کے پاس خبروں میں سے وہ جس میں روکی ہوئی بات ہے۔''

ث ق ب

(ن) **ثَقْبًا** کسی چیز کا روشن ہونا۔ چمکنا

ثَاقِبٌ فاعل کے وزن پر صفت ہے۔ روشن ہونے والا۔ چمکنے والا یعنی روشن۔ چمکدار، زیر مطالعہ آیت۔۱۰۔

ل ز ب

(ن) **لُزُوْبًا** مضبوطی سے قائم ہونا۔ چمٹنا

لَازِبٌ اسم الفاعل ہے۔ چمٹنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔۱۱۔

ترجمہ:

وَالصّٰٓفّٰتِ	صَفًّا ۙ﴿۱﴾	فَالزّٰجِرٰتِ	زَجْرًا ۙ﴿۲﴾
قسم ہے قطار بنانے والیوں کی	جیسا قطار بنانے کا حق ہے	پھر قسم ہے جھڑکنے والیوں کی	جیسا جھڑکنے کا حق ہے
فَالتّٰلِیٰتِ	ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾	اِنَّ اِلٰـهَكُمْ	لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾
پھر قسم ہے تلاوت کرنے والیوں کی	یاد رکھنے کے لئے	بیشک تمہارا الہ	یقیناً ایک (ہی) ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا بَیْنَهُمَا	وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾
(وہ) آسمانوں اور زمین کا رب ہے	اور اس کا جو ان دونوں کے درمیان ہے	اور سارے مشرقوں کا رب ہے

اِنَّا زَیَّنَّا	السَّمَآءَ الدُّنْیَا	بِزِیْنَةِ	اِۨلْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾	وَحِفْظًا
بیشک ہم نے زینت دی	دنیوی آسمانوں کو	ایک زینت سے	جو ستارے ہیں	اور حفاظت کے لئے

مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾	لَا یَسَّمَّعُوْنَ	اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰی
ہر ایک سرکشی کرنے والے شیطان سے	وہ کان نہیں لگا پاتے	(فرشتوں کی) اعلیٰ مجلس کی طرف

وَیُقْذَفُوْنَ	مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ۖۗ	دُحُوْرًا وَّ	لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾
اور ان پر پھینک مارا جاتا ہے	ہر طرف سے	کھدیڑنے کے لئے	اور ان کے لئے ایک دائمی عذاب ہے

اِلَّا مَنْ	خَطِفَ	الْخَطْفَةَ	فَاَتْبَعَهٗ	شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾
سوائے اس کے کہ جس نے	اچک لیا	ایک اچکی ہوئی بات	تو پیچھے لگتا ہے اس کے	ایک چمکدار انگارہ

فَاسْتَفْتِهِمْ	اَهُمْ اَشَدُّ	خَلْقًا	اَمْ مَّنْ	خَلَقْنَا ؕ	اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
تو آپ فتویٰ مانگیں ان سے	کیا یہ لوگ زیادہ سخت (مضبوط) ہیں	بلحاظ مخلوق کے	یا وہ سب جن کو	ہم نے پیدا کیا	بیشک ہم نے پیدا کیا ان کو

مِّنۡ طِیۡنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾	بَلۡ عَجِبۡتَ	1575 وَ یَسۡخَرُوۡنَ ﴿۱۲﴾
ایک چپکنے والے گارے سے	بلکہ آپؐ نے تعجب کیا	حالانکہ وہ مذاق کرتے ہیں

وَ اِذَا ذُکِّرُوۡا	لَا یَذۡکُرُوۡنَ ﴿۱۳﴾	وَ اِذَا رَاَوۡا	اٰیَۃً	یَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾
اور جب کبھی ان کو یاددہانی کرائی جاتی ہے	تو وہ لوگ یاد نہیں کرتے	اور جب کبھی وہ دیکھتے ہیں	کوئی نشان	تو مذاق اڑاتے ہیں

وَ قَالُوۡۤا	اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا	سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾	ءَ اِذَا مِتۡنَا	وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا
اور کہتے ہیں	نہیں ہے یہ مگر	ایک کھلا جادو	کیا جب ہم مر گئے	اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

ءَ اِنَّا	لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۱۶﴾	اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۱۷﴾	قُلۡ نَعَمۡ	وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾
تو کیا ہم	ضرور اٹھائے جائیں گے	اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا (بھی)	آپؐ کہہ دیجئے کہ ہاں	اور تم لوگ ذلیل ہونے والے ہو

فَاِنَّمَا ہِیَ	زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ	فَاِذَا ہُمۡ	یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾	وَ قَالُوۡا	یٰوَیۡلَنَا
پس وہ تو بس	ایک (ہی) جھڑکی ہوگی	تو جب ہی وہ	دیکھتے ہوں گے	اور کہیں گے	ہائے ہماری تباہی

ہٰذَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۲۰﴾	ہٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِیۡ	کُنۡتُمۡ بِہٖ	تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾
یہ (تو) بدلے کا دن ہے	یہ فیصلے کا وہ دن ہے	تم لوگ جس کو	جھٹلاتے تھے

نوٹ۔1

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو قسمیں کھائی ہیں یہ تعظیم کے لئے نہیں بلکہ مقسم علیہ پر شہادت کے لئے ہیں۔ قسم کے اس مفہوم کی روشنی میں **وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا** کا ترجمہ ''شاہد ہیں صفیں باندھے ہوئے حاضر رہنے والے فرشتے'' کیا جائے تو یہ قسم کے مفہوم کو بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والا ہوگا۔ آیات ایک تا تین میں فرشتوں کی تین صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان صفات میں اسی طرح کی ترتیب ہے جس طرح کی ترتیب ہماری نمازوں میں ہوتی ہے۔ جس طرح ہم خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پھر شیطان سے تعوذ کرتے ہیں، پھر اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں، اسی طرح ملائکہ بھی عرش الٰہی کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پھر شیاطین کو زجر کرتے ہیں، پھر اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ (تدبر قرآن)

مفسرین کی اکثریت کی رائے ہے کہ ان تینوں گروہوں سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں۔ اس میں قطار در قطار صف باندھنے کا اشارہ اس طرف ہے کہ تمام فرشتے جو نظام کائنات کی تدبیر کر رہے ہیں، وہ اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور اس کی اطاعت و بندگی میں صف بستہ ہیں۔ پھٹکارنے والوں سے مراد یہ ہے کہ ان ہی فرشتوں میں سے ایک گروہ وہ بھی ہے جو نافرمانوں اور مجرموں کو پھٹکارتا ہے اور یہ پھٹکار صرف لفظی ہی نہیں ہوتی بلکہ انسانوں پر وہ حوادثِ طبعی اور آفات تاریخی کی شکل میں برستی ہے۔ کلام نصیحت سنانے والوں سے مراد یہ ہے کہ ان ہی میں وہ بھی ہیں جو امر حق کی طرف توجہ دلاتے ہیں، حوادث زمانہ کی شکل میں بھی جن سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں اور ان تعلیمات کی صورت میں بھی جو ان کے ذریعہ سے انبیاء پر نازل ہوئیں اور ان الہامات کی صورت میں بھی جو ان کے واسطہ سے نیک انسانوں پر ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

پہلی تین آیات میں ملائکہ کا ذکر ہوا کہ نادانوں نے ان کو خدائی کا درجہ دے رکھا ہے جبکہ ان کے اعلیٰ سرداروں تک کا حال

یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے آگے صف بستہ اور اس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔ پھر آیات چھ تا دس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جنوں کی رسائی ملاء اعلیٰ تک نہیں ہو پاتی کہ وہاں سے وہ غیب کی کوئی خبر معلوم کر سکیں۔ اس وجہ سے جو لوگ فرشتوں کو پوج رہے ہیں وہ بھی احمق ہیں اور جو جنوں کو علم غیب کا وسیلہ سمجھ کر ان سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی احمق ہیں۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 34)

ترجمہ:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	وَ اَزْوَاجَهُمْ	وَمَا	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾
ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے	ظلم کیا	اور ان کے جوڑوں (ساتھیوں) کو	اور ان کو جن کی	یہ لوگ بندگی کرتے تھے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	فَاهْدُوْهُمْ	اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾	وَ	قِفُوْهُمْ
اللہ کے سوا	پھر ان کی رہنمائی کرو	دوزخ کے راستہ کی طرف	اور	تم لوگ ٹھہراؤ ان کو
اِنَّهُمْ	مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾	مَا لَكُمْ	لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾	بَلْ هُمُ الْيَوْمَ
بیشک یہ لوگ	پوچھے جانے والے ہیں	تم لوگوں کو کیا ہو گیا	(کہ) ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہو	بلکہ وہ لوگ آج کے دن

مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾	وَ اَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ	يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾
سرنگوں ہونے والے ہیں	اور سامنے آئے گا	ان کا کوئی کسی کے	ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ	كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا	عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾	قَالُوْا بَلْ	لَّمْ تَكُوْنُوْا
کہیں گے بیشک تم لوگ	آتے تھے ہمارے پاس	داہنی طرف سے (بڑے ٹھسّے سے)	وہ لوگ کہیں گے بلکہ	تم لوگ تھے ہی نہیں
مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾	وَمَا كَانَ لَنَا	عَلَيْكُمْ	مِّنْ سُلْطٰنٍ	بَلْ كُنْتُمْ
ایمان لانے والے	اور نہیں تھا ہمارے لئے	تم لوگوں پر	کچھ بھی اختیار	بلکہ تم لوگ تھے
قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾	فَحَقَّ عَلَيْنَا	قَوْلُ رَبِّنَآ	اِنَّا	لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾
سرکشی کرنے والی قوم	تو ثابت ہوا ہم پر	ہمارے رب کا قول	بیشک ہم	(اب) ضرور چکھنے والے ہیں
فَاَغْوَيْنٰكُمْ	اِنَّا كُنَّا	غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾	فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ	فِي الْعَذَابِ
تو ہم نے گمراہ کیا تم کو	(کہ) بیشک ہم ہی تھے	گمراہ ہونے والے	تو بیشک وہ سب اس دن	اس عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾	اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ	بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾
مشترک ہونے والے ہیں	بیشک اسی طرح ہم کرتے ہیں	مجرموں کے ساتھ

نوٹ۔1

ازواج کے لفظ معنی ’’جوڑے‘‘ ہے۔ یہاں یہ ہم مشربوں کے لئے آیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہاں اَزْوَاجَهُمْ سے مراد ان کے جیسے لوگ ہیں۔ چنانچہ سود خور دوسرے سود خوروں کے ساتھ، شراب پینے والے دوسرے شراب پینے والوں کے ساتھ جمع کئے جائیں گے۔ (معارف القرآن)

معبودوں سے مراد دو قسم کے معبود ہیں۔ ایک وہ انسان اور شیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ ان کی بندگی

کریں۔ دوسرے وہ اصنام اور شجر وحجر جن کی پرستش دنیا میں کی جاتی رہی ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کے معبود تو خود مجرمین میں شامل ہوں گے اور انہیں سزا کے طور پر جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔ دوسری قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ وہ انہیں دیکھ کر اپنی حماقتوں کا ماتم کرتے رہیں ان کے علاوہ ایک تیسری قسم کے معبود وہ بھی ہیں جنہیں دنیا میں پوجا تو گیا ہے مگر خود ان کا اپنا ایمان ہرگز یہ نہ تھا کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ انسانوں کو غیر اللہ کی پرستش سے منع کرتے رہے، مثلاً فرشتے، انبیاء اور اولیاء۔ اس قسم کے معبود ان معبودوں میں شامل نہ ہوں گے جنہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

میدانِ حشر میں جمع ہونے کے بعد کافروں کے سردار اپنی پیروی کرنے والوں کے سامنے آئیں گے تو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی بجائے آپس میں بحث وتکرار شروع کردیں گے۔ یہاں اسی بحث وتکرار کا کچھ نقشہ کھینچ کر فریقین کا انجام یہ بیان کیا گیا ہے۔ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے تو اسے دعوتِ گناہ کا عذاب تو بیشک ہوگا لیکن جس نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کرلیا تو وہ بھی گناہ سے بری نہیں ہوسکتا۔ وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پاسکتا مجھے تو فلاں نے گمراہ کیا تھا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (35 تا 49)

ک ع س

X — X — فعل استعمال نہیں ہوتا۔

كَاْسٌ: پینے کا برتن جبکہ اس میں پینے کی چیز موجود ہو۔ پھر یہ صرف پینے کے برتن کے لئے بھی آتا ہے اور صرف پینے کی چیز کے لئے بھی۔ (1) پیالہ۔ جام (2) شربت، شراب۔ ﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا﴾ (52/الطور: 23) ''وہ لوگ باہم کھینچا تانی کریں گے اس (جنت) میں جام کے لئے۔'' ﴿وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ (76/الدھر:17) ''اور ان کو پلائی جائے گی اس (جنت) میں ایک ایسی شراب جس کا مزاج ادرک کا ہوگا۔''

ل ذ ذ

(س) لَذَاذَةً: مزے دار ہونا۔ لذیذ ہونا۔ ﴿وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ﴾ (43/الزخرف:71) ''اور اس میں وہ ہے جس کی خواہش کریں گے جی اور مزے دار ہو جائیں گی آنکھیں۔''

لَذَّةٌ: اسم ذات ہے۔ مزہ۔ لذت۔ زیر مطالعہ آیت۔46

غ و ل

(ن) غَوْلًا: اچانک پکڑ لینا۔ شراب سے مدہوش ہوجانا۔

غَوْلٌ: اسم ذات ہے۔ مدہوشی۔ دردسر۔ زیر مطالعہ آیت۔47۔

ن ز ف

(ض) نَزْفًا: کنویں کا سارا پانی نکال لینا۔ کسی کو بے عقل کرنا۔ بدمست کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔47۔

(افعال) | اِنْزَافًا | کنویں کا سارا پانی نکل جانا۔ بے عقل ہونا۔ ﴿وَلَا یُنْزِفُوْن﴾ (الواقعہ: 56/1575) ''اور نہ وہ لوگ بدمست ہوں گے۔''

ترجمہ:

اِنَّهُمْ	كَانُوْٓا	اِذَا	قِيْلَ لَهُمْ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا اللّٰهُ
بیشک وہ لوگ	(ایسے) تھے	(کہ) جب کبھی	کہا جاتا تھا ان سے	کوئی الٰہ نہیں ہے	سوائے اللہ کے
يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	اَئِنَّا	لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا	لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾	
تو وہ تکبر کرتے تھے	اور کہتے تھے	کیا (بھلا) ہم	کہیں اپنے الٰہوں کو چھوڑنے والے ہیں	ایک مجنون شاعر کے لئے	
بَلْ جَآءَ	بِالْحَقِّ	وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾	اِنَّكُمْ	لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾	
بلکہ (جبکہ) وہ آئے	حق کے ساتھ	اور انہوں نے تصدیق کی رسولوں کی	بیشک تم لوگ	دردناک عذاب کو ضرور چکھنے والے ہو	
وَمَا تُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾		
اور تم کو بدلہ نہیں دیا جائے گا	سوائے اس کے جو	تم لوگ کرتے تھے	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے		
اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾	فَوَاكِهُ	وَهُمْ	مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾
وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	ایک معلوم رزق ہے	جو پھل ہیں	اور وہ لوگ ہی	عزت دیئے ہوئے ہوں گے
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾	عَلٰى سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾	يُطَافُ عَلَيْهِمْ		
تر و تازگی کے باغات میں	تختوں پر	ایک وسرے کے آمنے سامنے	گردش میں لایا جائے گا ان پر		
بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿٤٥﴾	بَيْضَآءَ	لَذَّةٍ	لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾		
ایسے جاری پانی میں کا جام جو	سفید ہوگا	لذت ہوگا	پینے والوں کے لئے		
لَا فِيْهَا	غَوْلٌ	وَّلَا هُمْ عَنْهَا	يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾	وَعِنْدَهُمْ	
نہیں ہوگی اس میں	کوئی سرگرانی	اور نہ وہ اس سے	بدمست کئے جائیں گے	اور ان کے پاس ہوں گی	
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	عِيْنٌ ﴿٤٨﴾	كَاَنَّهُنَّ	بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾		
آنکھ کی پلک نیچے رکھنے والیاں	بڑی آنکھوں والیاں	جیسے کہ وہ ہیں	محفوظ کئے ہوئے انڈے		

نوٹ۔1

لفظ ''فَوَاكِهُ'' کے ذریعہ قرآن نے جنت کے رزق کی خود تفسیر فرمادی ہے کہ وہ رزق میوں پر مشتمل ہوگا۔ عربی میں فَاكِهَةٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لئے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جائے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ''میوہ'' اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ میوہ بھی لذت حاصل کرنے کے لئے کھایا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت فَاكِهَةٌ کا مفہوم میوے کے مفہوم سے زیادہ عام ہے۔ امام رازیؒ نے اسی لفظ سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ جنت میں جتنی غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گے، بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ جنت میں انسان کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہوگی۔ وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے یا حفظانِ صحت کے لئے کسی بھی غذا کی ضرورت نہیں ہوگی اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (50 تا 61)

1575

ترجمہ:

فَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ عَلٰى	بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝٥٠	قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
پھر سامنے آئے گا	ان کا کوئی کسی کے	ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے	کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے

اِنِّىْ	كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ۝٥١	يَّقُوْلُ	اَئِنَّكَ	لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝٥٢
بیشک	میرا ایک ساتھی تھا	وہ کہا کرتا تھا	کیا بیشک (واقعی) تو	ضرور تصدیق کرنے والوں میں سے ہے

ءَاِذَا مِتْنَا	وَكُنَّا تُرَابًا	وَّعِظَامًا	ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝٥٣	قَالَ هَلْ اَنْتُمْ
کیا جب ہم مرجائیں گے	اور ہوجائیں گے مٹی	اور ہڈیاں	تو کیا بیشک ہم ضرور حساب لئے جانے والے ہیں	اس نے کہا کیا تم لوگ

مُّطَّلِعُوْنَ ۝٥٤	فَاطَّلَعَ	فَرَاٰهُ	فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝٥٥	قَالَ تَاللّٰهِ
جھانکنے والے ہو	پھر اس نے جھانکا	تو اس نے دیکھا اس کو	دوزخ کے بیچ میں	اس نے کہا اللہ کی قسم

اِنْ	كِدْتَّ	لَتُرْدِيْنِ ۝٥٦	وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ	لَكُنْتُ	مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝٥٧
یقیناً	قریب تھا کہ تو	ضرور گڑھے میں گرادیتا مجھ کو	اور اگر نہ ہوتی میرے رب کی نعمت	تو میں ضرور ہوتا	حاضر کئے ہوؤں میں سے

اَفَمَا نَحْنُ	بِمَيِّتِيْنَ ۝٥٨	اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى	وَمَا نَحْنُ	بِمُعَذَّبِيْنَ ۝٥٩
تو کیا (اب) ہم لوگ	مردہ نہیں ہونگے	سوائے ہماری پہلی موت کے	اور ہم لوگ	عذاب دیئے ہوئے نہیں ہیں

اِنَّ هٰذَا	لَهُوَ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٦٠	لِمِثْلِ هٰذَا	فَلْيَعْمَلِ	الْعٰمِلُوْنَ ۝٦١
بیشک یہ	یقیناً یہی	شاندار کامیابی ہے	اس کی جیسی کے لئے	چاہیے کہ عمل کریں	عمل کرنے والے

نوٹ۔1

آیات۔51۔57۔ میں دو اشخاص کا ذکر کرنے سے قرآن کا حاصل منشاء لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنے حلقہ احباب کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ اس میں کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جو انہیں کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے جارہا ہو۔ بری صحبت سے جو تباہی آسکتی ہے اس کا صحیح اندازہ آخرت ہی میں ہوگا اور اس وقت تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ اس لئے دنیا میں تعلقات دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی نافرمان شخص سے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان غیر محسوس طریقے پر اس کے افکار و نظریات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے خطرناک ہوتی ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (62 تا 74)

ز ق م

(ن) زَقْمًا: لقمہ نگلنا تھوہر کھانا۔

زَقُّوْمٌ: تھوہر کا درخت۔ دوزخ کے ایک درخت کا نام، زیر مطالعہ آیت۔62۔

ش و ب

1575

(ن)	شَوْبًا	ایک چیز میں دوسری چیز ملانا۔خلط ملط کرنا۔
	شَوْبٌ	وہ چیز جو کسی چیز میں ملائی جائے۔ملاوٹ، زیر مطالعہ آیت۔67

ترجمہ:

اَذٰلِكَ خَيْرٌ	نُّزُلًا	اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾	اِنَّا جَعَلْنٰهَا
کیا یہ بہتر ہے	بطور ابتدائی مہمان نوازی کے	یا تھوہر کا درخت	بیشک ہم نے بنایا اس کو

فِتْنَةً	لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾	اِنَّهَا شَجَرَةٌ	تَخْرُجُ	فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾
ایک آفت	ظالموں کے لئے	بیشک وہ ایک ایسا درخت ہے جو	نکلتا ہے	دوزخ کی بنیاد میں

طَلْعُهَا	كَاَنَّهٗ	رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾	فَاِنَّهُمْ	لَاٰكِلُوْنَ	مِنْهَا
اس کا خوشہ	جیسے کہ وہ ہے	شیطانوں کے سر	تو وہ لوگ	یقیناً کھانے والے ہیں	اس میں سے
فَمَالِـُٔوْنَ	مِنْهَا	الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾	ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ	عَلَيْهَا	لَشَوْبًا
پھر بھرنے والے ہیں	اس سے	پیٹوں کو	پھر بیشک ان کے لئے	اس پر	یقیناً آمیزش ہوگی

مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾	ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ	لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾	اِنَّهُمْ اَلْفَوْا	اٰبَآءَهُمْ
کسی گرم (پانی) سے	پھر بیشک ان کا لوٹنا	یقیناً دوزخ کی طرف ہے	بیشک انہوں نے پایا	اپنے باپ دادا کو

ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾	فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾	وَلَقَدْ ضَلَّ
گمراہ ہونے والے	پھر وہ ان کے نقوشِ قدم پر	بے سدھ دوڑائے جاتے ہیں	اور بیشک گمراہ ہو چکے
قَبْلَهُمْ	اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾
ان سے پہلے	اگلوں کے اکثر	اور بیشک ہم بھیج چکے	ان میں خبردار کرنے والے

فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾
تو آپؐ دیکھیں	کیسا تھا	خبردار کئے جانے والوں کا انجام	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

نوٹ۔1

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ شیطان کا سر کس نے دیکھا ہے جو زقوم کے شگوفوں کو اس سے تشبیہہ دی گئی۔ دراصل یہ تخیلی نوعیت کی تشبیہہ ہے اور عام طور پر ہر زبان کے ادب میں اس سے کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک عورت کی انتہائی خوبصورتی کا تصور دلانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ تو پری ہے۔ اور انتہائی بدصورتی بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ تو چڑیل ہے یا بھتنی ہے۔ کسی کی نورانی شکل کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتہ صورت ہے۔ (تفہیم القرآن)

رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ کی تشبیہہ نہایت بلیغ ہے۔ بعض مرتبہ تشبیہہ کسی خیالی چیز کی دی جاتی ہے لیکن وہ مرئی و شاہد چیزوں سے زیادہ ذہنوں کے قریب ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کسی پراگندہ حال اور پراگندہ حال شخص کو کہیں کیا بھوت کی سی شکل بنا رکھی ہے۔ بھوت اگرچہ ایک خیالی چیز ہے لیکن اس کا ایک تصور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہے۔ اس وجہ سے یہ تشبیہہ اس شخص کو جس خوبی کے ساتھ مصور کرے گی

کوئی دوسری تشبیہہ مشکل ہی سے کر سکے گی۔ اسی طرح یہاں زقوم کے پتوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہہ دی ہے ہر چند یہ ایک خیالی تشبیہہ ہے لیکن ذہنوں میں شیاطین کا ایک خوفناک تصور موجود ہے۔ اس وجہ سے اس کو سن کر دل پر ایک کپکپی طاری ہوتی ہے۔ 1575

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (75 تا 98)

س ق م

(ن۔ك)	سَقْمًا	بیمار ہونا۔
	سَقِيْمٌ	فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بیمار۔ زیر مطالعہ آیت۔ 89

ر و غ

(ن)	رَوْغًا	(1) بچ بچ کر چلنا۔ چپکے سے کسی طرف مائل ہونا۔ اس کے لئے عموماً الٰی کا صلہ آتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ۔ 91

ز ف ف

(ض)	زَفًّا	تیز دوڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 94

ترجمہ:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا	نُوْحٌ	فَلَنِعْمَ	الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَنَجَّيْنٰهُ
اور بیشک پکار چکے ہم کو	نوحؑ	تو یقیناً کیا ہی اچھے ہیں (ہم)	قبول کرنے والے	اور ہم نے نجات دی اُن کو

وَاَهْلَهٗ	مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾	وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ	هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾
اور انکے گھر والوں کو	اس بڑے دکھ سے	اور ہم نے بنایا ان کی اولاد کو	ہی باقی رہنے والے
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾	سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ	فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثناء)	سلام ہے نوحؑ پر	تمام جہانوں میں
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾
بیشک اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے مومن بندوں میں سے
ثُمَّ اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾	وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ	لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾
پھر ہم نے غرق کیا	دوسروں کو	اور بیشک ان کے گروہ میں سے	ہی ابراہیمؑ ہیں

اِذْ جَآءَ	رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾	اِذْ قَالَ	لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ	مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾
جب وہ آئے اپنے رب کے پاس	قلبِ سلیم کے ساتھ	جب انہوں نے کہا	اپنے والد اور اپنی قوم سے	تم لوگ کس کی بندگی کرتے ہو

اَئِفْكًا	اٰلِهَةً	دُوْنَ اللّٰهِ	تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾	فَمَا ظَنُّكُمْ	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾
ایک گھڑے ہوئے جھوٹ کے لئے	کچھ الٰہ	اللہ کے علاوہ	تم لوگ چاہتے ہو	تو تم لوگوں کا کیا گمان ہے	تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں

فَنَظَرَ	نَظْرَةً	فِي النُّجُوْمِ ۙ ٨٨	فَقَالَ	اِنِّيْ سَقِيْمٌ ٨٩	1575 فَتَوَلَّوْا عَنْهُ
پھرانہوں نے دیکھا	ایک نظر	ستاروں میں	پھرانہوں نے کہا	بیشک میں بیمار ہوں	توان لوگوں نے منہ موڑا ان سے

مُدْبِرِيْنَ ٩٠	فَرَاغَ	اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ	فَقَالَ	اَلَا تَاْكُلُوْنَ ٩١ ج	مَا لَكُمْ
پیٹھ دینے والے ہوتے ہوئے	پھر وہ چپکے سے آئے	ان کے خداؤں کی طرف	پھر کہا	کیا تم لوگ کھاتے نہیں	تم لوگوں کو کیا ہے

لَا تَنْطِقُوْنَ ٩٢	فَرَاغَ عَلَيْهِمْ	ضَرْبًا	بِالْيَمِيْنِ ٩٣	فَاَقْبَلُوْٓا
بولتے نہیں ہو	پھر وہ ٹوٹ پڑے ان پر	مارتے ہوئے	داہنے ہاتھ سے	تو وہ لوگ سامنے آئے

اِلَيْهِ	يَزِفُّوْنَ ٩٤	قَالَ	اَتَعْبُدُوْنَ	مَا	تَنْحِتُوْنَ ۙ ٩٥
ان (ابراہیمؑ) کی طرف	بھاگتے ہوئے	انہوں نے کہا	کیا تم لوگ بندگی کرتے ہو	اس کی جس کو	تم لوگ (خود) تراشتے ہو

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ	وَمَا تَعْمَلُوْنَ ٩٦	قَالُوا	ابْنُوْا	لَهٗ	بُنْيَانًا
حالانکہ اللہ نے پیدا کیا تم کو	اور اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	ان لوگوں نے کہا	تم لوگ تعمیر کرو	اس کے لئے	ایک عمارت

فَاَلْقُوْهُ	فِي الْجَحِيْمِ ٩٧	فَاَرَادُوْا	بِهٖ	كَيْدًا	فَجَعَلْنٰهُمُ	الْاَسْفَلِيْنَ ٩٨
پھر ڈال دو اس کو	آگ کے ڈھیر میں	پھر انہوں نے ارادہ کیا	ان کے بارے میں	ایک چالبازی کا	تو ہم نے کر دیا ان لوگوں کو	پست ترین

نوٹ۔1

اکثر مفسرین کے نزدیک آیت۔77۔ کا مطلب یہ ہے کہ طوفان نوحؑ کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوحؑ ہی کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث سے چلی۔ جو لوگ حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہو کر طوفان سے بچ گئے تھے ان میں سے کسی اور سے کوئی نسل نہیں چلی۔ اس کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سام اہل عرب کا باپ ہے، حام اہل حبشہ کا باپ ہے اور یافث اہل روم کا۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔78۔ میں حضرت نوحؑ کی دعوت کی کامیابی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے دشمنوں کی مخالفت کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کو فروغ دیا۔ ان کے بعد ان ہی کی دعوت کو آگے بڑھانے والے انبیاء اور علماء پیدا ہوئے۔ حضرت نوحؑ کے بعد سب سے زیادہ جلیل القدر نبی و رسول حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ جس ملت کے داعی حضرت نوحؑ تھے اسی ملت کے داعی بن کر حضرت ابراہیمؑ اٹھے۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان میں جو عہد گزرا اس میں صرف دو نبی ہوئے۔ ایک حضرت ہودؑ اور دوسرے حضرت صالحؑ۔ (تفسیر نعیمی)

نوٹ۔3

یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں میں کچھ ایسی خاصیتیں رکھی ہیں جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض خصوصیات ایسی ہیں جن کا ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ مثلاً سورج کے قرب و بعد سے گرمی اور سردی کا پیدا ہونا۔ چاند کے اتار چڑھاؤ سے سمندر میں مدوجزر وغیرہ۔ اب بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ان ستاروں کو خصوصیات صرف اتنی ہی ہیں جتنی عام مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے علاوہ بھی ستاروں کی گردش کے کچھ ایسے خواص ہوتے ہیں جو انسان کی زندگی کے اکثر معاملات پر اثر ڈالتے ہیں۔ پھر بعض لوگ تو ان ستاروں ہی کو کامیابیوں اور ناکامیوں کے معاملہ میں موثر حقیقی مانتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا خیال غلط اور باطل ہے اور یہ عقیدہ انسان کو شرک کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس

1575

عقیدے کی سخت تردید فرمائی ہے جس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر اس نے ستاروں کو ایسے خواص عطا کر دیئے ہیں اس لئے دنیا کے دوسرے اسباب کی طرح وہ بھی انسان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا ایک سبب ہوتے ہیں۔ جس طرح بارش برسانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کا ظاہری سبب بادل ہیں۔ اسی طرح تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے لیکن یہ ستارے ان کا سبب بن جاتے ہیں۔ یہ خیال شرک نہیں ہے اور قرآن وحدیث سے اس خیال کی نہ تصدیق ہوتی ہے اور نہ تردید۔ لہٰذا یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی گردش اور انکے طلوع وغروب میں کچھ ایسے اثرات رکھے ہوں لیکن ان اثرات کی جستجو کرنے کے لئے علم نجوم کی تحصیل۔ اس علم پر اعتماد اور اس کی بنا پر مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا بہر حال ممنوع اور ناجائز ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تقدیر کا ذکر چھڑ جائے تو رک جاؤ (یعنی اس میں زیادہ غور وخوض اور بحث ومباحثہ نہ کرو) اور جب ستاروں کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ستاروں کے علم سے اتنا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم خشکی اور سمندر میں راستے جان سکو اس کے بعد رک جاؤ۔ اس ممانعت سے تاروں کے خواص وآثار کا انکار لازم نہیں آتا۔ لیکن ان خواص وآثار کے پیچھے پڑنے اور ان کی جستجو کرنے کو منع کیا گیا ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس ممانعت کی متعدد حکمتیں بتائی ہیں۔ پہلی حکمت تو یہ ہے کہ جب اس علم میں انسان کا انہماک بڑھتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ وہ رفتہ رفتہ ستاروں کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور یہ چیز اسے کشاں کشاں مشرکانہ عقیدے کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ خواص وآثار رکھے بھی ہیں تو ان کے یقینی علم کا ہمارے پاس سوائے وحی کے کوئی راستہ نہیں ہے۔ حضرت ادریسؑ کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا کوئی علم عطا فرمایا تھا لیکن اب وہ علم جس کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی دنیا سے مٹ چکا ہے۔ اب علم نجوم کے ماہرین کے پاس جو کچھ ہے وہ محض قیاسات، اندازے اور تخمینے ہیں، جن سے کوئی یقینی علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نجومیوں کی بے شمار پیشنگوئیاں آئے دن غلط ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ جن بڑے بڑے لوگوں نے اس علم کی تحصیل میں اپنی عمریں کھپائی ہیں وہ آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس علم کا انجام قیاس وتخمین سے آگے کچھ نہیں۔ اور اس میں غلطیوں کے بے حساب احتمالات ہوتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس علم کی تحصیل میں لگتے ہیں وہ اسے بالکل قطعی اور یقینی علم کا درجہ دے بیٹھتے ہیں۔ اسی کی بناء پر مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں اور بعض اوقات علم غیب کے دعوے کرنے لگتے ہیں۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ عمرِ عزیز کو ایک بے فائدہ کام میں صرف کرنے کے مترادف ہے جب اس سے یقینی طور پر کوئی نتیجہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تو یہ دنیا کے کاموں میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا اور ایک بے فائدہ چیز کے پیچھے پڑنا اسلامی شریعت کی روح اور مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے یہ ممنوع ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 99 تا 113

ق	س	م

(ن) تَلَّا پچھاڑنا۔ لٹا دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 103۔

ترکیب

(آیت 113) وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ میں عَلَیْهِ کی ضمیر کو حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی مانا جا سکتا تھا اور ان کے پہلے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے لئے بھی۔ گرامر کے لحاظ سے دونوں کی گنجائش موجود تھی لیکن آگے مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا میں هُمَا کو ضمیر نے واضح کر دیا کہ عَلَیْهِ کی ضمیر حضرت اسمٰعیل کے لئے ہے۔ یہ اگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہوتی تو پھر مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ آتا۔

ترجمہ:

وَقَالَ	اِنِّیْ ذَاهِبٌ	اِلٰی رَبِّیْ	سَیَهْدِیْنِ ۝٩٩	رَبِّ
اور انہوں نے کہا	کہ میں جانے والا ہوں	اپنے رب کی طرف	وہ رہنمائی کرے گا میری	اے میرے رب
هَبْ لِیْ	مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝١٠٠	فَبَشَّرْنٰهُ	بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۝١٠١	فَلَمَّا
تو بخش دے مجھ کو	نیکوں میں سے	تو ہم نے خوشخبری دی ان کو	ایک بردبار لڑکے کی	پھر جب

بَلَغَ	مَعَهُ	السَّعْیَ	قَالَ	یٰبُنَیَّ	اِنِّیْۤ اَرٰی	فِی الْمَنَامِ
وہ (لڑکا) پہنچا	ان کے ساتھ	دوڑنے کو	توانہوں نے کہا	اے میرے بچے	میں دیکھتا ہوں	سونے کے وقت میں

اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ	فَانْظُرْ	مَاذَا تَرٰی ؕ	قَالَ	یٰۤاَبَتِ	افْعَلْ
کہ میں ذبح کرتا ہوں تجھ کو	پس تو دیکھ	تیری کیا رائے ہے	اس (لڑکے) نے کہا	اے میرے والد	آپ کریئے

مَا	تُؤْمَرُ	سَتَجِدُنِیْۤ	اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝١٠٢
وہ جس کا	آپ کو حکم دیا جاتا ہے	آپ پائیں گے مجھ کو	اگر چاہا اللہ نے	ثابت قدم رہنے والوں میں سے

فَلَمَّاۤ	اَسْلَمَا	وَتَلَّهٗ	لِلْجَبِیْنِ ۝١٠٣ ج	وَنَادَیْنٰهُ	اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۝١٠٤ لا
پھر جب	وہ دونوں فرمانبردار ہوئے	اور انہوں نے لٹا دیا اس (لڑکے) کو	پیشانی کے بل	اور ہم نے پکارا ان کو	کہ اے ابراہیمؑ

قَدْ صَدَّقْتَ	الرُّءْیَا ۚ	اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی	الْمُحْسِنِیْنَ ۝١٠٥	اِنَّ هٰذَا
آپ سچ کر چکے	خواب کو	بیشک ہم اس طرح جزا دیتے ہیں	خوبکاروں کو	بیشک یہ

لَهُوَ	الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝١٠٦	وَفَدَیْنٰهُ	بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝١٠٧
یقیناً یہی	صریح آزمائش تھی	اور ہم نے مشکل میں سے نکالا ان کو	ایک عظیم ذبیحہ کے بدلے
وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ	فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝١٠٨ ۖ	سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ۝١٠٩	كَذٰلِكَ نَجْزِی
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)	سلام ہے ابراہیمؑ پر	اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں
الْمُحْسِنِیْنَ ۝١١٠	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝١١١	وَبَشَّرْنٰهُ
خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے	اور ہم نے بشارت دی ان کو

بِاِسْحٰقَ	نَبِیًّا	مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝١١٢	وَ بٰرَكْنَا	عَلَیْهِ
اسحاقؑ کی	نبی ہوتے ہوئے	نیک لوگوں میں سے	اور ہم نے برکت دی	اس لڑکے (اسمٰعیلؑ) پر

وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ	وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا	مُحْسِنٌ	وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع 1575
اوراسحاقؑ پر	اوران دونوں کی اولاد سے	کوئی نیکی کرنے والا ہے	اوراپنے آپ پرکوئی صریح ظلم کرنے والا ہے

نوٹ۔1

آیات۔100۔101۔میں ہے کہ اپنے وطن سے ہجرت کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے ایک صالح بیٹے کی دعا کی تھی اوراس کے جواب میں اللہ نے ان کوایک غلام حلیم کی بشارت دی جبکہ قرآن مجید میں جہاں حضرت اسحٰق کی بشارت دی گئی ہے وہاں ان کے لئے غلام علیم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوصاحبزادوں کی دونمایاں صفات الگ الگ تھیں۔ آیات زیر مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ غلام حلیم یعنی اسمٰعیل جب دوڑنے کے قابل ہو گئے تب ابراہیمؑ کوخواب میں انہیں ذبح کرنے کاحکم دیا گیا۔پھرجب ابراہیمؑ اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تب ان کوایک اور بیٹے اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی۔واقعات کی یہ ترتیب قطعی طور پرفیصلہ کردیتی ہے کہ جن صاحبزادے کوذبح کرنے کاحکم دیا تھاوہ حضرت اسحاقؑ نہ تھے بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے جوان سے کئی برس پہلے پیدا ہو چکے تھے۔(تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر(115تا138)

ترجمہ:

وَلَقَدْ مَنَنَّا	عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج	وَنَجَّيْنٰهُمَا
اوربیشک ہم احسان کرچکے	موسیٰؑ اور ہارونؑ پر	اورہم نے نجات دی ان دونوں کو
وَقَوْمَهُمَا	مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ ج	وَنَصَرْنٰهُمْ
اوران دونوں کی قوم کو	اس بڑے دکھ سے	اورہم نے نصرت دی ان لوگوں کو
فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ج	وَاٰتَيْنٰهُمَا	الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ ج
تووہ لوگ ہی ہوئے غالب	اورہم نے دی ان دونوں کو	وہ واضح ہوجانے والی کتاب

وَهَدَيْنٰهُمَا	الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ ج	وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا	فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ لا
اورہم نے ہدایت دی ان دونوں کو	اس سیدھے راستے کی	اورہم نے چھوڑی ان دونوں کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)
سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾	اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾	اِنَّهُمَا
سلام ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر	بیشک ہم اسی طرح جزادیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ دونوں

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾	وَاِنَّ اِلْيَاسَ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ ط
ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے ہیں	اوربیشک الیاسؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے ہیں

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ	اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	اَتَدْعُوْنَ	بَعْلًا	وَّتَذَرُوْنَ
جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے	کیاتم لوگ تقویٰ اختیارنہیں کروگے	کیاتم لوگ پکارتے ہو	بعل (بت) کو	اورچھوڑتے ہو

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ لا	اللّٰهَ	رَبَّكُمْ	وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾
تخلیق کرنے والوں کے بہترین کو	جواللہ ہے	جوتم لوگوں کا رب ہے	اورتمہارے پہلے آباؤاجداد کارب ہے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۲۷﴾	1575 اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
تو ان لوگوں نے جھٹلایا ان کو	تو بیشک وہ لوگ	یقیناً حاضر کئے جانے والے ہیں	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ﴿۱۲۹﴾	سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)	سلام ہے الیاسؑ پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے

وَاِنَّ لُوْطًا	لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ ط	اِذْ نَجَّيْنٰهُ	وَاَهْلَهٗۤ
اور بیشک لوطؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے ہیں	جب ہم نے نجات دی ان کو	اور ان کے گھر والوں کو

اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۱۳۴﴾	اِلَّا عَجُوْزًا	فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾	ثُمَّ دَمَّرْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
سب کو	سوائے ایک بڑھیا کے	پیچھے رہ جانے والوں میں	پھر ہم نے ہلاک کیا	دوسروں کو

وَاِنَّكُمْ	لَتَمُرُّوْنَ	عَلَيْهِمْ	مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾	وَبِالَّيْلِ ط	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع
اور بیشک تم لوگ	یقیناً گزرتے ہو	ان پر سے	صبح کرتے ہوئے	اور رات کو	تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ۔1

قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کا ذکر صرف دو مقامات پر آیا ہے۔ سورہ انعام کی آیت۔85۔ میں تو صرف انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی شمار کر دیا گیا ہے اور کوئی واقعہ مذکورہ نہیں ہے۔ البتہ یہاں نہایت اختصار کے ساتھ آپ کی دعوت وتبلیغ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کے حالات تفصیل سے مذکورہ نہیں ہیں اور نہ احادیث میں آپؑ کے حالات آئے ہیں، اس لئے آپ کے بارے میں کتب تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں سے بیشتر بنی اسرائیل کی روایات سے ماخوذ ہیں۔ لیکن تاریخی اور اسرائیلی روایات اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف اس زمانے میں مبعوث ہوئے جب حضرت سلیمانؑ کے جانشینوں کی بدکاری کی وجہ سے بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک حصہ یہوداہ اور دوسرا حصہ اسرائیل کہلاتا تھا۔ اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی بعل نامی ایک بت کی پرستار تھی۔ اس کے کہنے پر بادشاہ نے اسرائیل میں بعل کے نام پر ایک بڑی قربان گاہ تعمیر کر کے تمام بنو اسرائیل کو بت پرستی کے راستہ پر لگا دیا۔ حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ اس خطہ میں جا کر توحید کی تعلیم دیں اور اسرائیلیوں کو بت پرستی سے روکیں۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (139 تا 160)

ء ب ق

(ض) اَبَقَ غلام کا آقا کے پاس سے بھاگ جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔140۔

س ھ م

(ف) سُهُوْمًا قرعہ اندازی میں غالب آنا۔

1575

(مفاعلہ) مُسَاهَمَةً قرعہ اندازی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔141۔

ل ق م

(س) لَقْمًا جلدی جلدی کھانا

(افتعال) اِلْتِقَامًا کسی چیز کو نگل لینا۔ زیر مطالعہ آیت۔142۔

ترجمہ:

وَاِنَّ يُوْنُسَ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾	اِذْ اَبَقَ	اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾
اور بیشک یونسؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں میں سے ہیں	جب وہ چل دیئے	اس بھری ہوئی کشتی کی طرف

فَسَاهَمَ	فَكَانَ	مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾	فَالْتَقَمَهُ	الْحُوْتُ	وَهُوَ
پھر قرعہ اندازی کی	تو وہ تھے	پھسلائے جانے والوں میں سے	پھر نگل لیا ان کو	مچھلی نے	اس حال میں کہ وہ

مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾	فَلَوْلَآ	اَنَّهٗ كَانَ	مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾	لَلَبِثَ
اس کے پیٹ میں	لوگوں کو اٹھائے جانے کے دن تک	پھر ہم نے پھینک دیا ان کو	کھلے میدان میں	اس حال میں کہ وہ بیمار تھے

فِيْ بَطْنِهٖٓ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾	فَنَبَذْنٰهُ	بِالْعَرَآءِ	وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾
اور ہم نے اگایا ان پر	ایک پودا	کدوں کی بیل میں سے	اور ہم نے بھیجا ان کو	ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف
وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ	شَجَرَةً	مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾	وَاَرْسَلْنٰهُ	اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ
اور ہم نے اگایا ان پر	ایک پودا	کدو کی بیل میں سے	اور ہم نے بھیجا ان کو	ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾	فَاٰمَنُوْا	فَمَتَّعْنٰهُمْ	اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾
یا وہ لوگ کچھ زیادہ ہوں گے	پھر وہ لوگ ایمان لائے	تو ہم نے برتنے کا سامان دیا ان لوگوں کو	ایک وقت تک
فَاسْتَفْتِهِمْ	اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ	وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾	اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ
تو آپؐ ان لوگوں سے پوچھیں	کیا آپؐ کے رب کے لئے بیٹیاں ہیں	اور ان کے لئے بیٹے ہیں	یا ہم نے پیدا کیا فرشتوں کو

اِنَاثًا	وَّهُمْ	شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾	اَلَآ	اِنَّهُمْ	مِّنْ اِفْكِهِمْ	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
مونث ہوتے ہوئے	اس حال میں کہ وہ لوگ	موقعہ پر موجود تھے	خبردار!	بیشک یہ لوگ	اپنے گھڑے ہوئے جھوٹ سے	یقیناً کہتے ہیں (کہ)

وَلَدَ اللّٰهُ	وَاِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾	اَصْطَفَى الْبَنَاتِ	عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
بچہ ہوا اللہ کے ہاں	اور بیشک یہ لوگ	یقیناً جھوٹ کہنے والے ہیں	کیا اس نے ترجیح دیا بیٹیوں کو	بیٹوں پر

مَا لَكُمْ	كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾	اَمْ لَكُمْ
تمہیں کیا ہوا ہے	کیسا تم لوگ حکم لگاتے ہو	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	یا تمہارے لئے
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾	فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾	وَجَعَلُوْا
کوئی واضح دلیل ہے	تو تم لوگ لاؤ اپنی کتاب	اگر تم لوگ سچ کہنے والے	اور ان لوگوں نے بنایا

بَیْنَہٗ	وَبَیْنَ الْجِنَّۃِ	نَسَبًا ؕ	وَلَقَدْ عَلِمَتِ	الْجِنَّۃُ	اِنَّھُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۵۸﴾
اس کے (اللہ کے درمیان	اور جنوں کے درمیان	ایک رشتہ داری	اور بیشک جان چکے ہیں	جن لوگ	کہ وہ لوگ	یقیناً حاضر کئے جانے والے ہیں

سُبْحٰنَ اللّٰہِ	عَمَّا	یَصِفُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾
اللہ کی پاکیزگی ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

نوٹ۔1

قرعہ اندازی اس وقت کی گئی جب کشتی طوفان میں گھر گئی اور وزن کی زیادتی سے اس کے ڈوبنے کا اندیشہ ہوگیا اور طے یہ پایا کہ وزن کم کرنے کے لئے ایک شخص کو دریا میں پھینک دیا جائے۔ قرعہ یہ متعین کرنے کے لئے ڈالا گیا کہ وہ شخص کون ہو۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نہ کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کا حق ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعے کسی کو چور ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اگر دو آدمیوں میں یہ اختلاف ہو کہ فلاں جائیداد کس کی ملکیت ہے تو قرعہ کے ذریعہ اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کرلے، اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کرے۔ حضرت یونسؑ کے واقعہ میں بھی قرعہ اندازی سے کسی کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ پوری کشتی کو بچانے کے لئے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جاسکتا تھا۔ قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا کہ کس کو ڈالا جائے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

بہت سے عقلیت کے مدعی حضرات یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ نکل آنا غیر ممکن ہے۔ لیکن اس نام نہاد عقلیت کے گڑھ (انگلستان) کے ساحل کے قریب ایک واقعہ پیش آچکا ہے جو اس دعوے کی تردید کرتا ہے۔ اگست 1891ء میں Stare of the east نامی ایک جہاز میں کچھ مچھیرے وہیل مچھلی کے شکار کے لئے گہرے سمندر میں گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو بیس فٹ لمبی، پانچ فٹ چوڑی اور ایک سوٹن وزنی تھی، سخت زخمی کر دیا۔ مگر اس سے جنگ کرتے ہوئے جیمز بارٹلے نامی ایک مچھیرے کو اس کے ساتھیوں کی آنکھوں کے سامنے مچھلی نے نگل لیا۔ دوسرے روز وہی مچھلی اس جہاز کے لوگوں کو مری ہوئی مل گئی۔ انہوں نے بمشکل اسے جہاز پر چڑھایا۔ پھر طویل جدوجہد کے بعد جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو جیمز بارٹلے اس کے اندر سے زندہ برآمد ہوگیا۔ یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے ساٹھ گھنٹے رہا۔ (اردو ڈائجسٹ، فروری 1964ء) غور کرنے کی بات ہے کہ اگر معمولی حالات میں فطری طور پر ایسا ہونا ممکن ہے تو غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ کے معجزے کے طور پر ایسا ہونا کیوں غیر ممکن ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔147۔ میں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے۔ اس کو اشک کے اظہار کی کیا ضرورت ہے کہ ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ عام لوگوں کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔ یعنی ایک عام آدمی انہیں دیکھتا تو یہ کہتا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ اوپر ہے اور حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں شک کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔ انہیں ایک لاکھ بھی کہا جاسکتا ہے اور اس سے زیادہ بھی۔ اور وہ اس طرح کہ اگر کسر (Fraction) کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اور اگر کسر کو بھی شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (161 تا 182)

س و ح

X x فعل استعمال نہیں ہوتا۔

ساحۃٌ آبادی میں کھلی جگہ۔ پلاٹ۔ پارک۔ میدان۔ آنگن۔ زیر مطالعہ آیت۔۱۷۷۔

ترجمہ:

فَاِنَّكُمْ	وَمَا	تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۱۶۱﴾	مَآ اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	بِفٰتِنِيْنَ ۙ﴿۱۶۲﴾
پس بیشک تم لوگ	اور وہ جس کی	تم لوگ بندگی کرتے ہو	تم لوگ	اس (باطل عقیدے) پر	پھیلانے والے نہیں ہو

اِلَّا مَنْ	هُوَ	صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾	وَمَا مِنَّآ	اِلَّا لَهٗ	مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ﴿۱۶۴﴾
مگر اس کو جو ہے (کہ)	وہ	بھڑکتی آگ کو سینکنے والے	اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں سے نہیں ہے (کوئی)	مگر اس کے لئے	ایک معلوم مقام ہے

وَّ اِنَّا	لَنَحْنُ	الصَّآفُّوْنَ ۚ﴿۱۶۵﴾	وَاِنَّا	لَنَحْنُ	الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
اور یہ کہ	یقیناً ہم لوگ	صف باندھنے والے ہیں	اور یہ کہ	یقیناً ہم لوگ	تسبیح کرنے والے ہیں

وَاِنْ	كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۙ﴿۱۶۷﴾	لَوْ اَنَّ	عِنْدَنَا	ذِكْرًا	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿۱۶۸﴾
اور بیشک	یہ (کافر) لوگ یقیناً کہا کرتے تھے	اگر یہ کہ	ہمارے پاس	کوئی نصیحت ہوتی	اگلے لوگوں سے

لَكُنَّا	عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾	فَكَفَرُوْا بِهٖ	فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
تو ہم یقیناً ہوتے	ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے	پھر (بھی) انہوں نے انکار کیا اس (قرآن) کا	تو عنقریب یہ لوگ جان لیں گے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ	كَلِمَتُنَا	لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚ﴿۱۷۱﴾	اِنَّهُمْ	لَهُمُ
اور بیشک پہلے طے ہو چکا	ہمارا فرمان	ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے	یہ کہ	یقیناً یہ لوگ

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾	وَاِنَّ جُنْدَنَا	لَهُمُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
نصرت دیئے ہوئے ہیں	اور بیشک ہمارا لشکر	یقیناً وہ	غالب ہونے والے ہیں	تو آپ رخ پھیر لیں ان سے

حَتّٰى حِيْنٍ ۙ﴿۱۷۴﴾	وَّاَبْصِرْهُمْ	فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾	اَفَبِعَذَابِنَا
ایک وقت تک	اور آپ دیکھتے رہیں ان کو	تو عنقریب وہ دیکھ لیں گے	تو کیا ہمارے عذاب کی

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾	فَاِذَا	نَزَلَ	بِسَاحَتِهِمْ	فَسَآءَ	صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾
یہ لوگ جلدی مچاتے ہیں	پھر جب	وہ نازل ہوگا	ان کے آنگن پر	تو بری ہوگی	خبردار کئے جانے والوں کی صبح

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ	حَتّٰى حِيْنٍ ۙ﴿۱۷۸﴾	وَّاَبْصِرْ	فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾
اور آپ رخ پھیر لیں ان سے	ایک وقت تک	اور آپ دیکھتے رہیں	تو عنقریب وہ دیکھ لیں گے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ	رَبِّ الْعِزَّةِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ۚ﴿۱۸۰﴾	وَسَلٰمٌ
آپ کے رب کی پاکیزگی ہے	جو ساری عزت کا مالک ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	اور سلام ہے

عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ ج	وَالْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾ ع 1575
بھیجے ہوؤں (رسولوں) پر	اور تمام شکر و سپاس	اللہ کے لئے ہے	جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ صٓ (38)

آیت نمبر (1 تا 14)

ل و ت

(ن) لَوْتًا — پوچھے بغیر خبر دینا۔

لَاتَ حِيْنَ — یہ موقعہ نہیں۔ یہ وقت نہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔ 3۔ (لات زیادہ تر لائے نفئ جنس کی طرح استعمال ہوتا ہے)

ن و ص

(ن) نَوْصًا — بچنا۔ بھاگنا۔

مَنَاصٌ — اسم الظرف ہے۔ بھاگنے کی جگہ۔ پناہ گاہ۔ زیر مطالعہ آیت۔3۔

و ت د

(ض) وَتْدًا — میخ گاڑنا

وَتْدٌ — ج اَوْتَادٌ۔ اسم ذات ہے۔ میخ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 12۔

ترجمہ:

صٓ	وَالْقُرْاٰنِ	ذِي الذِّكْرِ ﴿١﴾ ط	بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿٢﴾
۔	قسم ہے اس قرآن کی	جو نصیحت والا ہے	بلکہ وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	گھمنڈ اور مخالفت میں ہیں
كَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنْ قَرْنٍ	فَنَادَوْا	وَّ
ہم نے کتنی ہی ہلاک کیں	ان لوگوں سے پہلے	جماعتوں میں سے	تو ان لوگوں نے پکارا	حالانکہ

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿٣﴾	وَعَجِبُوْٓا	اَنْ جَآءَهُمْ	مُّنْذِرٌ	مِّنْهُمْ ز
پناہ گاہ (تلاش کرنے) کا کوئی بھی وقت نہیں تھا	اور وہ حیرت زدہ ہوئے	کہ آیا ان کے پاس	ایک خبردار کرنے والا	ان میں سے

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ	هٰذَا سٰحِرٌ	كَذَّابٌ ﴿٤﴾ ج	اَجَعَلَ	الْاٰلِهَةَ
اور کہا انکار کرنے والوں نے	یہ ایک جادو کرنے والا ہے	انتہائی جھوٹا ہے	کیا اس نے بنا لیا	سارے خداؤں کو
اِلٰهًا وَّاحِدًا ج	اِنَّ هٰذَا	لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾	وَانْطَلَقَ	الْمَلَاُ مِنْهُمْ
ایک تنہا اللہ	بیشک یہ	یقیناً ایک انتہائی حیران کن چیز ہے	اور چل پڑے	سردار لوگ ان میں سے

اَنِ امۡشُوۡا	وَاصۡبِرُوۡا	عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمۡ ۚۖ	اِنَّ هٰذَا	1575 لَشَیۡءٌ
کہ تم لوگ چلتے رہو (اپنے طریقہ پر)	اور تم لوگ ثابت قدم رہو	اپنے خداؤں پر	بیشک یہ	یقیناً ایک ایسی چیز ہے

یُّرَادُ ۶ ۚۖ	مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا	فِی الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ ۚۖ	اِنۡ هٰذَاۤ	اِلَّا اخۡتِلَاقٌ ۷ ۚۖ
جس کی خواہش کی گئی ہے	ہم نے نہیں سنا اس کو	(اپنے سے پہلوں کی) آخری ملت میں	نہیں ہے یہ	مگر جھوٹ گھڑنا

ءَاُنۡزِلَ عَلَیۡهِ	الذِّكۡرُ	مِنۡۢ بَیۡنِنَا ؕ	بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ	مِّنۡ ذِكۡرِیۡ ۚ
کیا اتارا گیا اس پر	اس نصیحت کو	ہمارے درمیان سے	بلکہ یہ لوگ شک میں ہیں	میری نصیحت سے

بَلۡ لَّمَّا یَذُوۡقُوۡا	عَذَابِ ؕ ۸	اَمۡ عِنۡدَهُمۡ	خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ	الۡعَزِیۡزِ
بلکہ انہوں نے ابھی تک نہیں چکھا	میرے عذاب کو	کیا ان کے پاس	آپؐ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں	جو بالادست ہے

الۡوَهَّابِ ۚ ۹	اَمۡ لَهُمۡ	مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ	وَمَا بَیۡنَهُمَا ۟
بار بار بخشش کرنے والا ہے	یا ان کے لئے	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے	اور اس کی جو ان دونوں کے درمیان ہے

فَلۡیَرۡتَقُوۡا	فِی الۡاَسۡبَابِ ۱۰	جُنۡدٌ مَّا	هُنَالِكَ	مَهۡزُوۡمٌ
تو انہیں چاہئے کہ چڑھیں	رسیوں میں	کوئی بھی لشکر ہو	وہیں	شکست دیا جانے والا ہے

مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ۱۱	كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ	قَوۡمُ نُوۡحٍ	وَّعَادٌ
مضبوط جتھوں میں سے	جھٹلایا ان سے پہلے	نوحؑ کی قوم نے	اور عاد نے

وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ۱۲ لا	وَثَمُوۡدُ	وَقَوۡمُ لُوۡطٍ	وَّاَصۡحٰبُ لۡـَٔیۡكَةِ ؕ
اور میخوں والے فرعون نے	اور ثمود نے	اور لوطؑ کی قوم نے	اور گھنے درخت والوں نے

اُولٰٓئِكَ	الۡاَحۡزَابُ ۱۳	اِنۡ كُلٌّ	اِلَّا	كَذَّبَ	الرُّسُلَ	فَحَقَّ	عِقَابِ ۱۴ ع
یہ ہیں	وہ مضبوط جتھے	نہیں ہیں یہ سب	مگر یہ کہ	انہوں نے جھٹلایا	رسولوں کو	تو ثابت ہوا	میرا سزا دینا

نوٹ۔1

فرعون کے لئے میخوں والا یا تو اس معنی میں استعمال کیا گیا کہ اس کی سلطنت ایسی مضبوط تھی گویا میخ زمین میں ٹھکی ہوئی ہو۔ یا اس بنا پر کہ اس کے کثیر التعداد لشکر جہاں ٹھہرتے تھے وہاں ہر طرف خیموں کی میخیں نظر آتی تھیں۔ یا اس بنا پر کہ وہ جس سے ناراض ہوتا تھا اسے میخیں ٹھونک کر عذاب دیا کرتا تھا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (15 تا 22)

ق ط ط

(ن) قَطًّا قلم وغیرہ کو تراشنا۔

قِطٌّ (1) حساب کا رجسٹر۔ چارج شیٹ۔ (2) جزا و سزا کا حصہ۔ نصیب۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

1575

ترجمہ:

وَمَا يَنْظُرُ	هٰٓؤُلَآءِ	اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	مَّا لَهَا
اور راہ نہیں دیکھتے	یہ لوگ	مگر ایک چنگھاڑ کی	نہیں ہوگا جس میں

مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵	وَقَالُوْا	رَبَّنَا	عَجِّلْ	لَّنَا	قِطَّنَا
کوئی بھی وقفہ	اور یہ لوگ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو جلدی کردے	ہمارے لئے	ہمارا حصہ

قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶	اِصْبِرْ	عَلٰى مَا	يَقُوْلُوْنَ	وَاذْكُرْ	عَبْدَنَا دَاوٗدَ
حساب کے دن سے پہلے	آپ صبر کریں	اس پر جو	یہ لوگ کہتے ہیں	اور آپؐ یاد کریں	ہمارے بندے داؤدؑ کو

ذَا الْاَيْدِ ۚ	اِنَّهٗٓ	اَوَّابٌ ۝۱۷	اِنَّا سَخَّرْنَا	الْجِبَالَ
جو قوت والے تھے	بیشک وہ	بار بار رجوع کرنے والے تھے	بیشک ہم نے مطیع کیا	پہاڑوں کو

مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ	بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝۱۸	وَالطَّيْرَ	مَحْشُوْرَةً ۭ
انؑ کے ساتھ وہ سب تسبیح کرتے تھے	شام اور صبح کو	اور پرندوں کو (مطیع کیا)	جمع کئے ہوئے

كُلٌّ	لَّهٗٓ	اَوَّابٌ ۝۱۹	وَشَدَدْنَا	مُلْكَهٗ	وَاٰتَيْنٰهُ
سب	اس (اللہ) کے لئے	بار بار رجوع کرنے والے تھے	اور ہم نے مضبوط کیا	ان کی سلطنت کو	اور ہم نے دی ان کو

الْحِكْمَةَ	وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۲۰	وَهَلْ اَتٰىكَ	نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ
دانائی	اور بات کا فیصلہ کرنا	اور کیا پہنچی آپؐ کے پاس	مخالف فریقوں کی خبر

اِذْ تَسَوَّرُوا	الْمِحْرَابَ ۝۲۱	اِذْ دَخَلُوْا	عَلٰى دَاوٗدَ	فَفَزِعَ
جب انہوں نے پھلانگا	محراب کو	جب وہ داخل ہوئے	داؤد پر	تو وہ گھبرائے

مِنْهُمْ	قَالُوْا	لَا تَخَفْ ۚ	خَصْمٰنِ	بَغٰى	بَعْضُنَا	عَلٰى بَعْضٍ
ان سے	انہوں نے کہا	آپؐ خوف مت کریں	(ہم) دو فریق مخالف ہیں	زیادتی کی	ہمارے کسی نے	کسی پر

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا	بِالْحَقِّ	وَلَا تُشْطِطْ	وَاهْدِنَآ	اِلٰى سَوَاۗءِ الصِّرَاطِ ۝۲۲
تو آپؐ فیصلہ کریں ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور آپؐ زیادتی مت کریں	اور آپؐ ہماری رہنمائی کریں	راستہ کے درمیان

نوٹ۔1

کفار کی تکذیب واستہزاء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو صدمہ ہوتا اسے دور کرنے اور تسلی دینے کے لئے عموماً اللہ تعالیٰ نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنائے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی آپؐ کو صبر کی تلقین فرما کر بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں پہلا واقعہ حضرت داؤدؑ کا ہے۔ (معارف القرآن)

1602

آیت نمبر (23 تا 26)

ن ع ج

(س) نَعَجًا — خالص سفید رنگ ہونا۔

نَعْجَةٌ — ج نِعَاجٌ۔ بھیڑ۔ زیر مطالعہ آیت۔23۔24۔

ترجمہ:

اِنَّ هٰذَآ	اَخِيْ قف	لَهٗ	تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ	نَعْجَةً	وَّلِيَ
بیشک یہ	میرا بھائی ہے	اس کے لئے	ننانوے	بھیڑیں ہیں	اور میرے لئے

نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف	فَقَالَ	اَكْفِلْنِيْهَا	وَعَزَّنِيْ	فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾
ایک بھیڑ ہے	پھر اس نے کہا	تو میری کفالت میں دے اس کو	اور وہ غالب ہوا مجھ پر	بات میں

قَالَ	لَقَدْ ظَلَمَكَ	بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ	اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ
انہوںؑ نے کہا	بیشک اس نے ظلم کیا ہے تجھ پر	تیری بھیڑ کو مانگنے سے	اپنی بھیڑوں کی طرف

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ	لَيَبْغِيْ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى بَعْضٍ	اِلَّا الَّذِيْنَ
بیشک شریک کاروں میں سے اکثر	یقیناً زیادتی کرتے ہیں	ان کا کوئی	کسی پر	سوائے ان کے جو

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	وَقَلِيْلٌ مَّا	هُمْ ؕ	وَظَنَّ دَاوٗدُ
ایمان لائے	اور عمل کئے نیکیوں کے	اور بہت ہی تھوڑے ہیں	وہ لوگ	اور گمان کیا داؤدؑ نے

اَنَّمَا	فَتَنّٰهُ	فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ	وَخَرَّ
کہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ہم نے آزمائش میں ڈالا انؑ کو	تو انہوں نے مغفرت مانگی اپنے رب سے	اور وہ گر پڑے

رَاكِعًا	وَّاَنَابَ ﴿٢٤﴾ السجدۃ	فَغَفَرْنَا	لَهٗ	ذٰلِكَ ؕ
عاجزی سے جھکنے والے ہوتے ہوئے	اور انہوں نے رجوع کیا	تو ہم نے معاف کیا	ان کے لئے	اس (بات) کو

وَاِنَّ لَهٗ	عِنْدَنَا	لَزُلْفٰى	وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾	يٰدَاوٗدُ	اِنَّا جَعَلْنٰكَ
اور بیشک ان کے لئے ہے	ہمارے پاس	یقیناً زیادہ قریب ہونا	اور ٹھکانے کا حسن	اے داؤدؑ	بیشک ہم نے بنایا آپؐ کو

خَلِيْفَةً	فِي الْاَرْضِ	فَاحْكُمْ	بَيْنَ النَّاسِ	بِالْحَقِّ	وَلَا تَتَّبِعِ
خلیفہ	زمین میں	تو آپؐ فیصلہ کریں	لوگوں کے درمیان	حق کے ساتھ	اور آپؐ پیروی مت کریں

الْهَوٰى	فَيُضِلَّكَ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ	اِنَّ الَّذِيْنَ	يَضِلُّوْنَ
من مانی (بات) کی	نتیجۃً وہ بھٹکا دے گی آپؐ کو	اللہ کی راہ سے	بیشک جو لوگ	بھٹکتے ہیں

يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ 1602	نَسُوْا	بِمَا	لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اِس حساب کے دن کو	انہوں نے بھلایا	بسبب اس کے جو	ان کے لیے ایک شدید عذاب ہے	اللہ کی راہ سے

نوٹ۔1

ان آیات میں باری تعالیٰ نے حضرت داوٗدؑ کا واقعہ جس انداز میں بیان کیا ہے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت گاہ میں دو فریقوں کو بھیج کر ان کا کوئی امتحان کیا تھا۔ حضرت داوٗدؑ نے اس پر متنبہ ہو کر استغفار کیا اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی۔ قرآن کریم کا اصل مقصد چونکہ یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت داوٗدؑ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے تھے اور کبھی ذرا سی لغزش بھی ہو جائے تو فوراً استغفار کرتے تھے، اس لئے یہاں تفصیل بیان نہیں کی گئی کہ وہ امتحان کیا تھا۔ (معارف القرآن)۔ رہے وہ قصے جو تفسیر کی بعض کتابوں میں نقل ہوئے ہیں ان کی نسبت ہماری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معاف کرے جو اپنی کتابوں میں ان کو نقل کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (تدبر قرآن)

حضرت تھانویؒ نے اس آزمائش کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ مقدمہ کے دو فریق دیوار پھاند کر داخل ہوئے اور طرز مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داوٗدؑ کو انصاف کرنے اور ظلم نہ کرنے کی نصیحت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ امتحان لیا کہ وہ شہنشاہی جلال میں آ کر ان کو گستاخی کی سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔ حضرت داوٗدؑ اس امتحان میں پورے اترے لیکن اتنی سی فروگذاشت ہو گئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کے بجائے مظلوم کو مخاطب فرمایا جس سے ایک گونہ جانبداری مترشح ہوئی تھی مگر اس پر فوراً متنبہ ہوئے اور سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بعض مفسرین نے لغزش کی یہ تشریح کی ہے کہ حضرت داوٗدؑ نے مدعا علیہ (ظالم) کا بیان سنے بغیر صرف مدعی (مظلوم) کی بات سن کر اپنی نصیحت میں ایسی بات فرما دی جس سے مدعی کی تائید ہوتی تھی، حالانکہ پہلے مدعا علیہ سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اس کا موقف کیا ہے۔ اسی بات پر متنبہ ہو کر وہ سجدہ ریز ہوئے۔ (معارف القرآن) ان ہی آیات میں حضرت داوٗدؑ کو معاف کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نصیحت کی ہے وہ یہ ہے کہ اے داوٗدؑ ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جس لغزش کی طرف اشارہ ہے اس کا تعلق مقدمہ سے ہے۔ اب اس کا تو امکان نہیں ہے کہ حضرت داوٗدؑ سے نعوذ باللہ کوئی غلط فیصلہ ہو گیا ہوگا۔ اس لئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ سننے اور فیصلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقہ کار کے اطلاق میں کہیں کوئی خلا یا جھول رہ گیا تھا جس کا حضرت داوٗدؑ کو خود بھی احساس ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے مذکورہ بالا تشریحات میں کافی وزن محسوس ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت نمبر 27 تا 29

ترجمہ:

وَمَا بَيْنَهُمَا	السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ	وَمَا خَلَقْنَا
اور اس کو جو ان دونوں کے درمیان ہے	اِس آسمان کو اور اس زمین کو	اور ہم نے نہیں پیدا کیا

لِّلَّذِيْنَ	فَوَيْلٌ	كَفَرُوْا ۚ	ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ	بَاطِلًا ۭ
ان کے لئے جنہوں نے	تو تباہی ہے	انکار کیا	یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے	بے مقصد

كَفَرُوْا	مِنَ النَّارِ ؕ	اَمْ نَجْعَلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	1602 وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
انکار کیا	آگ سے	کیا ہم بنائیں گے	ان کو جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ	اَمْ نَجْعَلُ	الْمُتَّقِيْنَ	كَالْفُجَّارِ ۲۸
اِس زمین میں نظم بگاڑنے والوں کے جیسا	یا ہم بنائیں گے	تقویٰ اختیار کرنے والوں کو	فاجروں کے جیسا

كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	اِلَيْكَ	مُبٰرَكٌ	لِّيَدَّبَّرُوْٓا
(یہ) ایک کتاب ہے	ہم نے اتارا جس کو	آپؐ کی طرف	جو برکت دی ہوئی ہے	تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں

اٰيٰتِهٖ	وَلِيَتَذَكَّرَ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹
اس کی آیتوں میں	اور تاکہ نصیحت حاصل کریں	خالص عقل والے

نوٹ۔1

ان آیات میں اسلام کے بنیادی عقائد، خاص طور سے آخرت کا اثبات کیا گیا ہے۔ یہ آیات حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات کے درمیان انتہائی لطیف ترتیب کے ساتھ آئی ہیں۔ اگر کوئی شخص ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ سمجھ رہا ہو تو حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ زیر بحث موضوع چھوڑ کر کوئی دوسری بات شروع کر دی جائے اور جب اس کا ذہن پہلی بات سے ہٹ جائے تو باتوں ہی باتوں میں اسے پھر پہلی بات کی طرف لایا جائے۔ یہاں آخرت کے اثبات کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت داؤدؑ کے واقعہ سے پہلے کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر چل رہا تھا جو اس آیت پر ختم ہوا کہ اے ہمارے رب تو حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حساب چکا دے۔ (آیت۔16) اس کا حاصل یہ تھا کہ یہ لوگ آخرت کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد یہ ارشاد ہوا کہ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کیجئے۔ اس طرح ایک نئی بات شروع کر دی گئی، لیکن حضرت داؤدؑ کے واقعہ کو اس بات پر ختم کیا گیا کہ اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کرتے رہنا۔ یہاں ایک غیر محسوس طریقے پر آخرت کا اثبات کر دیا گیا کہ جو ذات زمین میں اپنے خلیفہ کو عدل و انصاف قائم کرنے میں حکم دے رہی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بدکاروں کو سزا ملے اور نیکوں کو راحت، کیا وہ خود اس کائنات میں عدل و انصاف قائم نہیں کرے گی؟ یقیناً اس کی حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اچھے اور برے لوگوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنے کے بجائے بدکاروں کو سزا دے اور نیکوکاروں کو انعام دے۔ یہی اس کائنات کی تخلیق کا مقصد ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے قیامت اور آخرت کا وجود ناگزیر ہے۔ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات بے مقصد پیدا کر دی گئی ہے اور اس میں اچھے برے تمام لوگ زندگی گزار کر مرجائیں گے اور پھر ان سے کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ حالانکہ انسانی عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر (30 تا 40)

ص ف ن

صُفُوْنًا: گھوڑے کا تین ٹانگوں پر کھڑا ہونا اور چوتھی ٹانگ کے کُھر کا صرف سرا زمین پر ٹکانا۔ جب چلیں تو نہایت تیز رفتار۔

صَافِنٌ: ج صَافِنٰتٌ۔ تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والا گھوڑا۔ تیز رفتار گھوڑا۔ زیر مطالعہ آیت۔31۔

ر خ ی

(س) رَخَا — نرم ہونا۔ آسان ہوا۔

رُخَاءً — نرمی۔ ہوا کی ایسی نرمی جو کسی چیز کو نہ ہلائے۔ زیر مطالعہ آیت۔36

ترجمہ:

وَوَهَبْنَا	لِدَاوٗدَ	سُلَيْمٰنَ ؕ	نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ	اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾
اور ہم نے عطا کیا	داؤدؑ کو	سلیمانؑ	کیا ہی اچھا بندہ	بیشک وہ بار بار رجوع کرنے والے تھے

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ	بِالْعَشِيِّ	الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾	فَقَالَ	اِنِّىْۤ اَحْبَبْتُ
جب پیش کئے گئے انؑ پر	شام کو	بہترین تیز رفتار گھوڑے	تو انہوںؑ نے کہا	کہ میں نے محبت کی

حُبَّ الْخَيْرِ	عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ	حَتّٰى تَوَارَتْ	بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾
اس مال کے پیار سے	اپنے رب کی یاد کے سبب سے	یہاں تک کہ وہ (گھوڑے) چھپ گئے	اوٹ میں

رُدُّوْهَا	عَلَىَّ ؕ	فَطَفِقَ مَسْحًۢا	بِالسُّوْقِ	وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾
تم لوگ لوٹاؤ ان (گھوڑوں) کو	مجھ پر	تو وہ ہاتھ پھیرنے لگے	پنڈلیوں پر	اور گردنوں پر

وَلَقَدْ فَتَنَّا	سُلَيْمٰنَ	وَاَلْقَيْنَا	عَلٰى كُرْسِيِّهٖ	جَسَدًا
اور بیشک ہم آزمائش میں ڈال چکے	سلیمانؑ کو	اور ہم نے ڈالا	ان کے تخت پر	ایک بے جان جسم

ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾	قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ	وَ	هَبْ	لِىْ	مُلْكًا
پھر انہوں نے رجوع کیا	انہوں نے کہا اے میرے رب بخش دے مجھ کو	اور	تو عطا کر	مجھ کو	ایک ایسی سلطنت جو

لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ	مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ	اِنَّكَ اَنْتَ	الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾
کسی ایک کے (بھی) لائق نہ ہو	میرے بعد	بیشک تو ہی	بار بار عطا کرنے والا ہے

فَسَخَّرْنَا لَهُ	الرِّيْحَ	تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ	رُخَآءً	حَيْثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾
تو ہم نے مطیع کیا ان کے لئے	ہوا کو	وہ چلتی تھی ان کے حکم سے	نرمی کے ساتھ	جہاں وہ پہنچے

وَالشَّيٰطِيْنَ	كُلَّ بَنَّآءٍ	وَّغَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾	وَّاٰخَرِيْنَ	مُقَرَّنِيْنَ
اور شیطانوں کو	سارے معماروں کو	اور غوطہ خوروں کو (مطیع کیا)	اور کچھ دوسروں کو (بھی)	باندھے ہوئے

فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾	هٰذَا عَطَآؤُنَا	فَامْنُنْ	اَوْ اَمْسِكْ
بیڑیوں میں	یہ ہماری بخشش ہے	تو (اب) آپؑ احسان کریں (کسی پر)	یا آپؑ روک لیں (کسی سے)

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾	وَاِنَّ لَهٗ	عِنْدَنَا	لَزُلْفٰى	وَحُسْنَ مَاٰبٍ ع﴿۴۰﴾
کسی حساب کتاب کے بغیر	اور بیشک ان کے لئے ہے	ہمارے پاس	یقیناً زیادہ قریب ہونا	اور ٹھکانے کا حسن

نوٹ۔1

آیات۔31۔32۔33۔ کے ترجمہ اور تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے معاملہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ عصر کی عبادت بھول گئے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا۔ تب انہوں نے گھوڑوں کو واپس لانے کا حکم دیا اور تلوار سے ان کو قربان کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ذکرِ الٰہی سے غفلت کا موجب بن گئے تھے۔ یہ تفسیر اگرچہ بعض اکابر مفسرین نے کی ہے لیکن یہ اس وجہ سے قابل ترجیح نہیں ہے کہ اس میں مفسر کو تین باتیں اپنی طرف سے بڑھانی پڑتی ہیں جن کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔ اولاً وہ فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عصر کی عبادت اس شغل میں چھوٹ گئی۔ حالانکہ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ کا ترجمہ یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ میں نے اس مال کو اتنا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا لیکن اس میں عصر کی کوئی خاص عبادت مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے۔ ثانیاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ سورج چھپ گیا۔ حالانکہ یہاں سورج کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ کے الفاظ پڑھ کر آدمی کا ذہن الصّٰفِنٰتُ الۡجِیَادُ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ثالثاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر خالی مسح نہیں کیا بلکہ تلوار سے مسح کیا حالانکہ قرآن میں بالسیف کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور کوئی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس کی بنا پر مسح سے مسح بالسیف مراد لیا جا سکے اصول یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار ہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے۔ یا تو قرآن ہی کی عبارت میں اس کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو۔ یا قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو۔ یا کسی حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو یا اس کا اور کوئی قابل اعتبار ماخذ ہو، مثلاً تاریخ کا معاملہ ہو تو تاریخ میں تفصیلات ملتی ہوں یا آثار کائنات کا ذکر ہے تو مستند علمی تحقیقات سے اس کی تشریح ہو رہی ہو، وغیرہ۔ یہاں ان میں سے کوئی بھی بات موجود نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (41 تا 48)

ح ن ث

(س) حِنۡثًا: (1) باطل کی طرف مائل ہونا۔ نافرمانی کرنا۔ (2) قسم توڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔44۔

حِنۡثٌ: نافرمانی۔ گناہ۔ ﴿وَ کَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۴۶﴾﴾ (56/ الواقعہ:46) ''اور وہ لوگ اڑتے تھے اس بڑے گناہ پر۔''

ترجمہ:

وَاذۡکُرۡ	عَبۡدَنَاۤ	اَیُّوۡبَ ۘ	اِذۡ نَادٰی	رَبَّہٗۤ	اَنِّیۡ	مَسَّنِیَ
اور آپؐ یاد کریں	ہمارے بندے	ایوب کو	جب انہوںؑ نے پکارا	اپنے رب کو	کہ میں ہوں کہ	چھوا مجھ کو
الشَّیۡطٰنُ	بِنُصۡبٍ	وَّ عَذَابٍ ﴿ؕ۴۱﴾	اُرۡکُضۡ	بِرِجۡلِکَ ۚ	ھٰذَا	مُغۡتَسَلٌۢ
شیطان نے	تکلیف سے	اور عذاب سے	آپؑ رگڑیں	اپنے پیر سے	یہ	نہانے کی جگہ ہے

بَارِدٌ	وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾	وَوَھَبۡنَا	لَہٗۤ اَھۡلَہٗ	وَمِثۡلَھُمۡ	مَّعَھُمۡ
ٹھنڈا کرنے والی ہے	اور پینے کی چیز ہے	اور ہم نے عطا کئے	اس کو اس کے گھر والے	اور ان کے جیسے	ان کے ساتھ

رَحۡمَۃً مِّنَّا	وَذِکۡرٰی	لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾	وَخُذۡ بِیَدِکَ
ہماری طرف سے رحمت ہوتے ہوئے	اور یاد دہانی ہوتے ہوئے	خالص عقل والوں کے لئے	اور آپؑ پکڑیں اپنے ہاتھ میں

ضِغْثًا	فَاضْرِبْ بِّهٖ	وَلَا تَحْنَثْ ؕ	اِنَّا وَجَدْنٰهُ	1602 صَابِرًا ؕ
ایک مٹھی گھاس	پھر آپؑ ماریں اس سے	اور آپؑ قسم مت توڑیں	بیشک ہم نے پایا ان کو	صبر کرنے والا

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ	اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾	وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ	اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
کیا ہی اچھا بندہ	بیشک وہ بار بار رجوع کرنے والے تھے	اور آپؑ یاد کریں ہمارے بندوں کو	ابراہیمؑ کو اور اسحاقؑ کو اور یعقوبؑ کو

اُولِي الْاَيْدِيْ	وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾	اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ	بِخَالِصَةٍ
جو قوت والے تھے	اور بصیرت والے تھے	بیشک ہم نے الگ کیا (ممتاز کیا) ان سب کو	ایک خالص (بات) سے

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾	وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا	لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾
جو اس (آخرت کے) گھر کی یاد دہانی تھی	اور بیشک وہ سب ہمارے پاس	یقیناً چنے ہوئے بہت خیر والوں میں سے تھے

وَاذْكُرْ	اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ	وَكُلٌّ	مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾
اور آپؑ یاد کریں	اسمٰعیلؑ کو اور الیسعؑ کو اور ذوالکفلؑ کو	اور وہ سب	بہت خیر والوں میں سے تھے

نوٹ۔1 قرآن کریم میں اتنا تو بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہو گیا تھا لیکن اس مرض کی نوعیت نہیں بتائی گئی احادیث میں بھی اس کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ البتہ بعض آثار صحابہؓ میں اس کی تفصیل ملتی ہے لیکن وہ قابل اعتماد نہیں۔

(معارف القرآن)

نوٹ۔2 قرآن مجید کے الفاظ سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ایوبؑ نے بیماری کی حالت میں ناراض ہو کر کسی کو مارنے کی قسم کھائی تھی اور اس قسم میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اتنے کوڑے ماروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمائی تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم پوری کرتا ہوں تو ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا اور قسم توڑتا ہوں تو یہ بھی ایک گناہ ہے۔ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح نکالا کہ انہیں حکم دیا کہ ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے مارنے کی تم نے قسم کھائی تھی اور اس جھاڑو سے اس شخص کو بس ایک ضرب لگا دو تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور اسے ناروا تکلیف بھی نہ پہنچے۔ بعض لوگوں نے اس آیت کو حیلہ شرعی کے لئے دلیل قرار دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حیلہ ہی تھا جو حضرت ایوبؑ کو بتایا گیا تھا۔ لیکن وہ کسی فرض سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ ایک برائی سے بچنے کے لے بتایا گیا تھا۔ لہٰذا شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی کو اپنی ذات سے یا کسی دوسرے شخص سے گناہ اور برائی کو دفع کرنے کے لئے اختیار کئے جائیں۔ ورنہ حرام کو حلال کرنے یا فرائض کو ساقط کرنے یا نیکی سے بچنے کے لئے حیلہ سازی گناہ در گناہ ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (49 تا 54)

ترجمہ:

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ	وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ	لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾
یہ ایک یاد دہانی ہے	اور بیشک تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے	یقیناً ٹھکانے کا حسن ہے

جَنّٰتِ عَدْنٍ	مُّفَتَّحَةً	لَّهُمُ	الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾	مُتَّكِـِٕيْنَ	فِيْهَا
عدن کے باغات ہیں	کھولے ہوئے ہیں	ان کے لئے	(اس کے) دروازے	ٹیک لگا کر بیٹھنے والے ہوتے ہوئے	ان میں

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	وَ عِنْدَهُمْ	وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾	بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ	فِيْهَا	يَدْعُوْنَ
آنکھ کی پلک کو نیچا رکھنے والیاں	اور ان کے پاس ہوں گی	اور مشروبات	بہت سے میوے	ان میں	وہ لوگ طلب کریں گے

لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾	تُوْعَدُوْنَ	هٰذَا مَا	اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾
حساب کتاب کے دن کے لئے	تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا	یہ وہ ہے جو	ہم جھولیاں

مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾	مَالَهٗ	لَرِزْقُنَا	اِنَّ هٰذَا
کبھی بھی ختم ہونا	نہیں ہوگا جس کے لئے	ہماری بخشش ہوگی	بیشک یہ

نوٹ۔1

انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنانے کے بعد خلاصہ بحث سامنے رکھ دیا ہے کہ یہ ایک یاددہانی ہے۔ یعنی یہ محض ماضی کے قصے نہیں ہیں بلکہ تمہارے لئے بھی یہ درس موعظت ہیں اور یہ یاد رکھو کہ خدا کے ہاں اچھا ٹھکانہ خدا سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (55 تا 64)

ق ح م

(ن) قَحْمًا : بلا سوچے سمجھے داخل ہونا۔ بلا تامل کود پڑنا۔

(افتعال) اِقْتِحَامًا : کسی تکلیف دہ جگہ میں گھس جانا۔ ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ (90/ البلد: 11) ''تو وہ بلا تامل نہیں کودا اس گھاٹی میں۔''

مُقْتَحِمٌ : اسم الفاعل ہے۔ گھس جانے والا۔ آیت زیر مطالعہ۔59۔

ترکیب

(آیت۔57) حَمِيْمٌ اور غَسَّاقٌ کو ہم فَلْيَذُوْقُوْهُ کی ضمیر مفعولی ہٗ کا بدل نہیں مان سکتے کیونکہ ایسی صورت میں یہ حالت نصب میں حَمِيْمًا اور غَسَّاقًا ہوتے۔ ان کی رفع بتا رہی ہے کہ یہ خبریں ہیں۔ آیت کے شروع میں هٰذَا کو ان کا متبدا مانا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں هٰذَا کے بعد وقف نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ هٰذَا کو مستقل اشارہ مانا جائے۔ ایسی صورت میں هٰذَا کے بعد وقف ہوگا جیسے آیت۔55۔ کے شروع میں هٰذَا پر وقف ہے اور حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ سے پہلے ان کے مبتدا هٰذَا کو محذوف مانا جائے۔ ترجمہ میں ہم دوسری صورت کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔59) مَرْحَبًا کی نصب ظرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ (آیت۔60) قَدَّمْتُمُوْهُ میں ضمیر مفعولی ہٗ اَلنَّار یا جہنم کے لئے نہیں ہوسکتی ورنہ ضمیر هَا آتی کیونکہ وہ مونث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہٗ کی ضمیر اس وقت کی مجموعی صورتحال یعنی عذاب کے لئے ہے۔ (آیت۔61) قَدَّمَ لَنَا هٰذَا میں اسم اشارہ هٰذَا بھی اس عذاب کے لئے ہے۔ (آیت۔63) اَتَّخَذْنٰا دراصل اَاِتَّخَذْنَا ہے جس میں پہلا ہمزہ استفہامیہ ہے اور دوسرا افتعال کا ہے۔ قاعدے کے مطابق اِتَّخَذَ کا ہمزۃ الوصل صامت ہونے کے ساتھ لکھنے میں بھی گر گیا ہے۔

ترجمہ:

يَصْلَوْنَهَا ۚ	جَهَنَّمَ ۚ	لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾	وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ	هٰذَا ؕ
وہ لوگ گریں گے اس میں	جو جہنم ہے	یقیناً ٹھکانے کی برائی ہے	اور بیشک سرکشی کرنے والوں کے لئے	یہ ہے (متقین کے لئے)

وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾	حَمِيْمٌ	فَلْيَذُوْقُوْهُ	هٰذَا ۙ	الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾	فَبِئْسَ
اور (یہ) پیپ ہے	(یہ) کھولتا پانی ہے	پس چاہیے کہ وہ چکھیں اس کو	یہ ہے (طاغین کے لئے)	یہ آرام گاہ	تو کیا ہی بری ہے

وَّاٰخَرُ	مِنْ شَكْلِهٖٓ	اَزْوَاجٌ ؕ ٥٨	هٰذَا فَوْجٌ	مُّقْتَحِمٌ	1602 مَّعَكُمْ ج
اور دوسرے	ان کے ملتے جلتے سے	کچھ جوڑے	یہ ایک گروہ ہے	گھس جانے والا ہے	تمہارے ساتھ

لَا مَرْحَبًا	بِهِمْ ؕ	اِنَّهُمْ	صَالُوا النَّارِ ٥٩	قَالُوْا	بَلْ اَنْتُمْ قف
کوئی کشادگی کی جگہ نہیں ہے	ان کے ساتھ	بیشک وہ سب	آگ سینکنے والے ہیں	وہ لوگ کہیں گے	بلکہ تم لوگ

لَا مَرْحَبًا	بِكُمْ ؕ	اَنْتُمْ	قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ج	فَبِئْسَ الْقَرَارُ ٦٠
کوئی کشادگی کی جگہ نہیں ہے	تمہارے ساتھ	تم لوگوں نے ہی	آگے بھیجا اس کو ہمارے لئے	تو کتنا برا ہے یہ ٹھہرنا

قَالُوْا	رَبَّنَا	مَنْ قَدَّمَ لَنَا	هٰذَا	فَزِدْهُ	عَذَابًا ضِعْفًا	فِي النَّارِ ٦١
وہ کہیں گے	اے ہمارے رب	جس نے آگے بھیجا ہمارے لئے	اس کو	تو تو زیادہ کردے اسے	بلحاظ دوگنے عذاب کے	آگ میں

وَقَالُوْا	مَا لَنَا	لَا نَرٰى	رِجَالًا	كُنَّا نَعُدُّهُمْ	مِّنَ الْاَشْرَارِ ؕ ٦٢	اَتَّخَذْنٰهُمْ
اور وہ کہیں گے	ہمیں کیا ہے (کہ)	ہم نہیں دیکھتے	ایسے مردوں کو	ہم شمار کرتے تھے جن کو	برے لوگوں میں سے	کیا ہم نے بنایا ان کو

سِخْرِيًّا	اَمْ زَاغَتْ	عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ٦٣	اِنَّ ذٰلِكَ	لَحَقٌّ	تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ٦٤ ع
مذاق کا نشانہ	یا بہک گئیں	ان سے آنکھیں	بیشک یہ	یقیناً حق ہے	آگ والوں کا باہمی تو تکار کرنا

نوٹ۔1

آیت 62۔ میں رِجَالًا سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جن کو یہ کفار دنیا میں تمام برائیوں کی جڑ سمجھتے تھے۔ وہ حیران ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا تو موجود ہیں مگر ان لوگوں کا یہاں کہیں پتہ نشان تک نہیں ہے جن کی ہم دنیا میں برائیاں کرتے تھے اور خدا، رسول، آخرت کی باتیں کرنے پر جن کا مذاق ہماری مجلسوں میں اڑایا جاتا تھا۔

(تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (65 تا 74)

ترجمہ:

قُلْ	اِنَّمَآ	اَنَا مُنْذِرٌ ڰ	وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ	اِلَّا اللّٰهُ
آپ کہہ دیجئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں ایک خبردار کرنے والا ہوں	اور کوئی بھی الٰہ نہیں ہے	سوائے اللہ کے

الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ٦٥ ج	رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا
جو واحد ہے	جو زبردست ہے	جو زمین اور آسمانوں کا مالک ہے	اور اس کا جو	ان دونوں کے درمیان ہے

الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ٦٦	قُلْ هُوَ	نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ٦٧	اَنْتُمْ عَنْهُ	مُعْرِضُوْنَ ٦٨
جو بالادست ہے	جو بار بار بخشنے والا ہے	آپ کہئے کہ یہ	ایک بہت بڑی خبر ہے	تم لوگ جس سے	اعراض کرنے والے ہو

مَا كَانَ لِيَ	مِنْ عِلْمٍ	بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى	اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ٦٩	اِنْ	يُّوْحٰٓى اِلَيَّ
نہیں تھا میرے لئے	کوئی بھی علم	(فرشتوں کی) اعلیٰ مجلس کا	جب وہ بحث کرتے تھے	نہیں	وحی کی جاتی میری طرف

اِلَّآ	اَنَّمَآ	اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾	اِذْ قَالَ رَبُّكَ	1602 لِلْمَلٰٓئِكَةِ
مگر (یہ کہ)	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں ایک واضح خبردار کرنے والا ہوں	جب کہا آپؐ کے رب نے	فرشتوں سے

اِنِّیْ خَالِقٌۢ	بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾	فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ	وَنَفَخْتُ فِيْهِ
کہ میں پیدا کرنے والا ہوں	ایک بشر گارے سے	پھر جب نوک پلک درست کرلوں اس کی	اور پھونک دوں اس میں
مِنْ رُّوْحِیْ	فَقَعُوْا لَهٗ	سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾	فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
اپنی روح میں سے	توتم لوگ گر پڑنا اس کے لئے	سجدہ کرنے والے ہوتے ہوئے	توسجدہ کیا فرشتوں نے

كُلُّهُمْ	اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾	اِلَّآ اِبْلِيْسَ	اِسْتَكْبَرَ	وَكَانَ	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾
ان کے ہر ایک نے	سب نے	سوائے ابلیس کے	اس نے تکبر کیا	اور وہ تھا	انکار کرنے والوں میں سے

نوٹ۔1

ملا اعلیٰ ملائکہ مقربین کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں یعنی ملا اعلیٰ نظام عالم کے فنا و بقا کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں ہوتی ہیں مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے۔ جو کہتا ہوں اسی کی وحی سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو آنے والے مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی، نہ انذار کے لئے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ جو تخاصم ابلیس کا آدمؑ کے معاملہ میں ہوا، جس کا ذکر آگے آتا ہے، وہ بھی وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

یہ رسول اللہ ﷺ کے صحت نبوت کی ایک دلیل ہے۔ مدعا یہ ہے کہ عالم بالا میں فرشتوں کا حضرت آدمؑ کے باب میں سوال و جواب کرنا مجھے کیا معلوم ہوتا اگر میں نبی نہ ہوتا۔ اس کی خبر دینا میری نبوت اور میرے پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔

(تفسیر نعیمی)

آیت نمبر (75 تا 88)

ترجمہ:

قَالَ	يٰٓاِبْلِيْسُ	مَا مَنَعَكَ	اَنْ تَسْجُدَ	لِمَا	خَلَقْتُ
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	اے ابلیس	کس چیز نے منع کیا تجھ کو	کہ تو سجدہ کرے	اس کے لئے جسے	میں نے پیدا کیا
بِيَدَیَّ	اَسْتَكْبَرْتَ	اَمْ كُنْتَ	مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿٧٥﴾	قَالَ	اَنَا خَيْرٌ
اپنے دونوں ہاتھوں سے	کیا تو نے بڑائی اختیار کی	یا تو تھا (ہی)	بلند (سر چڑھے) لوگوں میں سے	اس نے کہا	میں بہتر ہوں
مِّنْهُ	خَلَقْتَنِیْ	مِنْ نَّارٍ	وَّخَلَقْتَهٗ	مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾	قَالَ
اس سے	تو نے پیدا کیا مجھ کو	ایک آگ سے	اور تو نے پیدا کیا اس کو	ایک گارے سے	(اللہ تعالیٰ نے) کہا

فَاخْرُجْ مِنْهَا	فَاِنَّكَ	رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾	وَّاِنَّ عَلَيْكَ	لَعْنَتِیْٓ
پس تو نکل اس سے	پھر بیشک تو	دھتکارا ہوا ہے	اور بیشک تجھ پر	میری لعنت ہے
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾	قَالَ	رَبِّ	فَاَنْظِرْنِیْٓ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾
بدلے کے دن تک	اس نے کہا	اے میرے رب	پس تو مہلت دے مجھ کو	لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک

قَالَ	فَاِنَّكَ	مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۙ﴿۸۰﴾	اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	پس بیشک تو	مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے	اُس معلوم وقت کے دن تک

قَالَ	فَبِعِزَّتِكَ	لَاُغْوِيَنَّهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۸۲﴾	اِلَّا
اس نے کہا	تو تیری عزت کی قسم ہے	میں لازماً گمراہ کروں گا ان کو	سب کے سب کو	سوائے

عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾	قَالَ	فَالْحَقُّ ۫	وَالْحَقَّ	اَقُوْلُ ۚ﴿۸۴﴾
ان میں سے تیرے ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے بندوں کے	(اللہ تعالیٰ نے) کہا	پس (یہ تیرا قول) ٹھیک ہے	اور ٹھیک ہی	میں (بھی) کہتا ہوں (کہ)

لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكَ	وَمِمَّنْ تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾
میں لازماً بھروں گا	جہنم کو	تجھ سے	اور ان سے جنہوں نے تیری پیروی کی	ان میں سے	سب سے

قُلْ	مَآ اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ	وَّمَآ اَنَا	مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾
آپ کہئے	میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس پر کوئی بھی اُجرت	اور نہ ہی میں ہوں	Pose کرنے والوں میں سے

اِنْ هُوَ	اِلَّا ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾	وَلَتَعْلَمُنَّ	نَبَاَهٗ	بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع
نہیں ہے یہ	مگر ایک یاددہانی	جہان والوں کے لئے	اور تم لازماً جان لوگے	اس کی خبر کو	کچھ وقت کے بعد

نوٹ۔1

یہ پورا قصہ قریش کے اس قول کے جواب میں سنایا گیا ہے، جو اسی سورہ کی آیت۔۷۔ میں نقل کیا گیا کہ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر ذکر کرنا نازل ہوگیا۔ اس کا ایک جواب تو وہ تھا جو آیت۔۹۔۱۰۔ میں دیا گیا تھا کہ کیا خدا کی رحمت کے خزانوں کے تم مالک ہو اور کیا آسمان وزمین کی بادشاہی تمہاری ہے کہ تم فیصلہ کرو گے اللہ کا نبی کسے بنایا جائے اور کسے نہ بنایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ اس میں سردارانِ قریش کو بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ کے مقابلہ میں تمہارا حسد اور بڑائی کا گھمنڈ، حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں ابلیس کے حسد اور گھمنڈ سے ملتا جلتا ہے۔ ابلیس نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس حق کو ماننے سے انکار کیا تھا کہ جسے وہ چاہے اپنا خلیفہ بنائے اور تم بھی اس کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہو کہ جسے وہ چاہے اپنا رسول بنائے۔ اس نے حضرت آدمؑ کے آگے جھکنے کا حکم نہ مانا اور تم محمد ﷺ کی پیروی کرنے کا حکم نہیں مان رہے ہو۔ اس کے ساتھ تمہاری یہ مشابہت بس اس حد پر ختم نہ ہو جائے گی، بلکہ تمہارا انجام پھر وہی ہوگا جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ یعنی دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کی آگ۔ (تفہیم القرآن) اس سے آیات مبارکہ کا باہمی ربط بھی واضح ہوگیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الزمر (39)

آیت نمبر (1 تا 6)

ک و ر

(ن) کَوْرًا سر پر پگڑی باندھنا۔ کسی چیز کو پگڑی کی طرح اوپر تلے گھما کر لپیٹنا

(تفعیل) تَکْوِیْرًا کثرت سے لپیٹنا۔ وقفہ وقفہ سے لپیٹتے رہنا۔ زیرِ مطالعہ آیت۔5۔

ترجمہ:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ	مِنَ اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ①	اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
اس کتاب کا نازل کرنا	اللہ (کی طرف) سے ہے	جو بالادست ہے	جو حکمت والا ہے	بیشک ہم نے نازل کیا

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	فَاعْبُدِ اللّٰهَ	مُخْلِصًا	لَّهُ الدِّيْنَ ②
آپؐ کی طرف اس کتاب کو	کل حق کے ساتھ	تو آپ بندگی کریں اللہ کی	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو

اَلَا	لِلّٰهِ	الدِّيْنُ الْخَالِصُ	وَالَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ
خبردار!	اللہ کے لئے ہی	خالص دین ہے	اور جن لوگوں نے	بنائے	اس کے علاوہ	کچھ کارساز

مَا نَعْبُدُهُمْ	هُمْ	اِلَّا	لِيُقَرِّبُوْنَآ	اِلَى اللّٰهِ
(وہ لوگ کہتے ہیں) ہم بندگی نہیں کرتے	ان لوگوں کی	سوائے اس کے کہ	تاکہ وہ لوگ قریب کردیں ہم کو	اللہ کی طرف

زُلْفٰى	اِنَّ اللّٰهَ	يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ	فِيْ مَا	هُمْ فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ
بلحاظ زیادہ قریب ہونے کے	یقیناً اللہ	فیصلہ کرے گا ان کے درمیان	اس (کے بارے) میں	یہ لوگ جس میں	اختلاف کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ	لَا يَهْدِيْ	مَنْ	هُوَ كٰذِبٌ	كَفَّارٌ ③	لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ
بیشک اللہ	ہدایت نہیں دیتا	اس کو جو (کہ)	وہ جھوٹا ہو	باربار ناشکری کرنے والا ہو	اگر ارادہ کرتا اللہ

اَنْ يَّتَّخِذَ	وَلَدًا	لَّاصْطَفٰى	مِمَّا	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ
کہ وہ بنائے	کوئی اولاد	تو وہ چن لیتا	اس میں سے جو	وہ پیدا کرتا ہے	اس کو جسے	وہ چاہتا

سُبْحٰنَهٗ	هُوَ اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ④	خَلَقَ
(لیکن) اس کی پاکیزگی ہے	وہی اللہ ہے	جو واحد ہے	جو قہار ہے	اس نے پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ	يُكَوِّرُ	الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ	وَيُكَوِّرُ
آسمانوں کو اور زمین کو	حق کے ساتھ	وہ لپیٹتا ہے	رات کو دن پر	اور وہ لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	كُلٌّ يَّجْرِيْ
دن کو رات پر	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	سب رواں دواں ہیں

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ	اَلَا	هُوَ الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ۝	خَلَقَكُمْ
ایک معین مدت کے لئے	سن لو!	وہ ہی بالا دست ہے	بار بار بخشنے والا ہے	اس نے پیدا کیا تم لوگوں کو

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ	ثُمَّ جَعَلَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا وَ	اَنْزَلَ لَكُمْ	مِّنَ الْاَنْعَامِ
ایک تنہا جان سے	پھر اس نے بنایا	اس (جان) سے	اس کا جوڑا	اور اس نے اتارے تمہارے لئے	مویشیوں میں سے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ	يَخْلُقُكُمْ	فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ	خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ
آٹھ جوڑے	وہ پیدا کرتا ہے تم لوگوں کو	تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں	ایک (طرح) پیدا کرنے کے بعد ایک (دوسری طرح) پیدا کرنا

فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَهُ الْمُلْكُ ؕ
تین اندھیروں میں	یہ اللہ	تم لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے	اس کو ہی بادشاہت ہے
لَاۤ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ ۚ	فَاَنّٰى	تُصْرَفُوْنَ ۝
کوئی اِلٰہ نہیں ہے	مگر وہی	تو کہاں سے	تم لوگ پھیرے جاتے ہو

نوٹ۔1

متعدد آیات قرآن اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کا حساب گنتی سے نہیں بلکہ وزن سے ہوتا ہے۔اور یہاں اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ نے بتلا دیا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کی قدر اور وزن بقدرِ اخلاص ہوتا ہے۔اخلاص کامل یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھے، نہ اپنے کاموں میں کسی غیر اللہ کو متصرف جانے، نہ کسی طاعت وعبادت میں غیر اللہ کا اپنے تصور میں دھیان آنے دے۔غیر اختیاری وساوس کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔صحابہ کرامؓ جو مسلمانوں کی صفتِ اول ہیں ان کے اعمال و ریاضات کی تعداد کچھ زیادہ نظر نہ آئے گی۔مگر اس کے باوجود ان کا ایک ادنیٰ عمل باقی امت کے بڑے سے بڑے اعمال سے فائق ہونے کی وجہ ان کا کمال اخلاص ہی تو ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں بعض اوقات کوئی صدقہ وخیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف وثنا کریں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے،جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت بطور استدلال تلاوت فرمائی اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (معارف القرآن)

آیت نمبر 7 تا 9

ترجمہ:

اِنْ تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ اللّٰهَ	غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫	وَلَا يَرْضٰى	لِعِبَادِهِ
اگر تم لوگ ناشکری کرتے ہو	تو بیشک اللہ	بے نیاز ہے تم لوگوں سے	اور وہ پسند نہیں کرتا	اپنے بندوں کے لئے

الْكُفْرَ ۚ	وَاِنْ تَشْكُرُوْا	يَرْضَهُ	لَكُمْ ؕ	وَلَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ
ناشکری کرنے کو	اور اگر تم لوگ شکر کرتے ہو	تو وہ پسند کرے گا اس کو	تمہارے لئے	اور نہیں اٹھائے گی	کوئی اٹھانے والی (جان)	کسی دوسری کا بوجھ

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ	مَّرْجِعُكُمْ	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ	اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ
پھر تم لوگوں کے رب کی طرف ہی	تم سب کا لوٹنا ہے	پھر وہ جتلا دے گا تم سب کو	وہ جو تم لوگ کرتے تھے	بیشک وہ جاننے والا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦	وَاِذَا مَسَّ	الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	دَعَا رَبَّهٗ	مُنِيْبًا
سینوں والی (بات) کو	اور جب کبھی چھوتی ہے	انسان کو کوئی تکلیف	تو وہ پکارتا ہے اپنے رب کو	متوجہ ہونے والا ہوتے ہوئے

اِلَيْهِ	ثُمَّ اِذَا	خَوَّلَهٗ	نِعْمَةً	مِّنْهُ	نَسِيَ	مَا	كَانَ يَدْعُوْٓا
اس کی طرف	پھر جب	وہ عطا کرتا ہے اس کو	کوئی نعمت	اپنی طرف سے	تو وہ بھول جاتا ہے	اس کو جو	وہ پکارتا رہتا تھا

اِلَيْهِ	مِنْ قَبْلُ	وَجَعَلَ لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	لِّيُضِلَّ	عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ
اس کی طرف	اس سے پہلے	اور وہ بناتا ہے اللہ کے لئے	کچھ ہم پلہ	تاکہ وہ بہکائے (کسی کو)	اس کی راہ سے

قُلْ	تَمَتَّعْ	بِكُفْرِكَ	قَلِيْلًا ۖۗ	اِنَّكَ	مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧
آپ کہہ دیجئے	تو فائدہ اٹھالے	اپنے انکار کرنے سے	تھوڑا سا	بیشک تو	آگ والوں میں سے ہے

اَمَّنْ	هُوَ قَانِتٌ	اٰنَآءَ الَّيْلِ	سَاجِدًا وَّقَآئِمًا	يَّحْذَرُ
یا وہ جو ہے (کہ)	وہ فرمانبرداری کرنے والا ہے	رات کی گھڑیوں میں	سجدہ کرنے والا اور قیام کرنے والا ہوتے ہوئے	وہ ڈرتا ہے

الْاٰخِرَةَ	وَيَرْجُوْا	رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ	قُلْ	هَلْ يَسْتَوِي	الَّذِيْنَ
آخرت سے	اور وہ امید رکھتا ہے	اپنے رب کی رحمت کی	آپ کہہ دیجئے	کیا برابر ہوں گے	وہ لوگ جو

يَعْلَمُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ	اِنَّمَا	يَتَذَكَّرُ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ع
علم رکھتے ہیں	اور وہ جو	لاعلم ہوتے ہیں	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	نصیحت پکڑتے ہیں	خالص (غیر متعصب) عقل والے

نوٹ۔1

آیت۔۷۔ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ اس حوالہ سے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا دوسری چیز ہے۔ دنیا میں کوئی کام بھی اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوسکتا، مگر اس کی رضا کے خلاف بہت سے کام ہوسکتے ہیں اور رات دن ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً ظالموں کا حکمراں ہونا یا چوروں اور ڈاکوؤں کا پایا جانا۔ یہ اسی لئے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بنائے ہوئے نظام میں اشرار کے وجود اور برائیوں کے ظہور کی گنجائش رکھی ہے۔ یہ سب کچھ بربنائے مشیت ہے۔ لیکن مشیت کے تحت کسی فعل کا صدور یہ معنیٰ نہیں رکھتا کہ اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہے۔ اس بات کو یوں سمجھیے کہ ایک شخص اگر حرام کے ہی ذریعہ سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اسی ذریعہ سے اس کو رزق دے دیتا ہے۔ یہ اس کی مشیت ہے مگر مشیت کے تحت چور یا ڈاکو یا رشوت خور کو رزق دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چوری ڈاکے اور رشوت کو اللہ پسند بھی کرتا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ یہاں فرما رہا ہے کہ تم کفر کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ اس سے روک کر ہم تمہیں زبردستی مومن نہیں بنائیں گے مگر ہمیں یہ پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے ہماری خدائی کا اس سے کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۸۔ میں اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر ایک خدا کے سوا کسی اور اِلٰہ کا کوئی شعور نہیں ہے۔ اس وجہ سے جب اس پر کسی مشکل کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے دعا و فریاد کرتا ہے۔ لیکن

جب اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے تو وہ مصیبت کو بھی بھول جاتا ہے اور خدا سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی بخشی ہوئی نعمت کو یا تو اپنے فرضی دیویوں اور دیوتاؤں سے منسوب کرتا ہے یا اپنی تدبیر اور اپنی قابلیت و ذہانت کا ثمرہ قرار دیتا ہے۔ اس طرح خود شریک خدا بن جاتا ہے۔ (تدبر قرآن) اور صرف خود گمراہ ہونے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو بھی یہ کہہ کر گمراہ کرتا ہے کہ جو آفت مجھ پر آئی تھی وہ فلاں حضرت یا فلاں بزرگ یا فلاں دیوی یا دیوتا کے صدقے ٹل گئی۔ اس سے دوسرے بہت سے لوگ بھی ان معبودانِ غیر اللہ کی معتقد بن جاتے ہیں اور ہر جاہل اپنے اسی طرح کے تجربات بیان کر کر کے عوام کو اس گمراہی میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔۹۔ سے معلوم ہوا کہ رات کے نوافل و عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان میں رہے۔ اپنے عمل میں کوتاہیوں پر نظر کر کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ دنیا میں بالکل بے خوف ہونا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مطلقاً مایوس ہونا، یہ دونوں قرآن میں کفار کی حالتیں بتائی گئی ہیں۔ (تفسیر نعیمی)

نوٹ۔4

ایک اہم بات یہ نوٹ کر لیں کہ آیت۔۸۔ اور ۹ میں دو قسم کے انسانوں کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے۔ ایک وہ جو کسی سخت وقت پڑنے پر تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عام حالات میں غیر اللہ کی بندگی کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے اللہ کی ہی بندگی کو اپنا مستقل طریقہ بنا لیا ہے اور راتوں کی تنہائی میں ان کا عبادت کرنا ان کے خلوص کی دلیل ہے۔ پہلے گروہ والوں کو اللہ تعالیٰ بے علم قرار دیتا ہے خواہ انہوں نے بڑے بڑے کتب خانے ہی کیوں نہ چاٹ رکھے ہوں۔ اور دوسرے گروہ کو وہ عالم قرار دیتا ہے خواہ وہ بالکل ہی ان پڑھ ہوں کیونکہ اصل چیز حقیقت کا علم اور اس کے مطابق عمل ہے اور اسی پر انسان کی فلاح کا انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دونوں آخر یکساں کیسے ہو سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 10 تا 18

ترجمہ:

قُلْ	یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوْا
آپ کہہ دیجئے (یعنی میرا پیغام پہنچا دیجئے)	اے میرے وہ بندوں جو	ایمان لائے	تم لوگ تقویٰ اختیار کرو

رَبَّكُمْ ؕ	لِلَّذِیْنَ	اَحْسَنُوْا	فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا	حَسَنَةٌ ؕ
اپنے رب کا	ان لوگوں کے لئے جنہوں نے	بھلائی کی	اس دنیا میں	ایک بھلائی ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ	وَاسِعَةٌ ؕ	اِنَّمَا	یُوَفَّى	الصّٰبِرُوْنَ	اَجْرَهُمْ
اور اللہ کی زمین	وسیع ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	پورا پورا دیا جاتا ہے	ثابت قدم رہنے والوں کو	ان کا اجر

بِغَیْرِ حِسَابٍ ⑩	قُلْ	اِنِّیْۤ اُمِرْتُ	اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ
کسی حساب کے بغیر	آپ ﷺ کہئے	کہ مجھے حکم دیا گیا	کہ میں بندگی کروں اللہ کی

مُخْلِصًا	لَّهُ الدِّیْنَ ⑪	وَاُمِرْتُ	لِاَنْ اَكُوْنَ	اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑫
خالص کرنے والا ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو	اور مجھے حکم دیا گیا	کہ میں ہو جاؤں	فرمانبرداری کرنے والوں کا پہلا

قُلْ	اِنِّيْٓ اَخَافُ	اِنْ عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬
آپؐ کہیے	کہ میں ڈرتا ہوں	اگر میں نافرمانی کروں	اپنے رب کی	ایک عظیم دن کے عذاب سے

قُلِ	اللّٰهَ	اَعْبُدُ	مُخْلِصًا	لَّهٗ	دِيْنِيْ ⑭	فَاعْبُدُوْا
آپؐ کہیے	اللہ کی ہی	میں بندگی کرتا ہوں	خالص کرنے والا ہوتے ہوئے	اس کے لئے	اپنے دین کو	توتم لوگ بندگی کرو

مَا	شِئْتُمْ	مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ	قُلْ	اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا
اس کی جس کی	تم چاہو	اس کے علاوہ	آپؐ کہیے	یقیناً گھاٹا پانے والے	وہ لوگ ہیں جنہوں نے	گھاٹے میں ڈالا

اَنْفُسَهُمْ	وَاَهْلِيْهِمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ	اَلَا ذٰلِكَ هُوَ	الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮
اپنی جانوں کو	اوراپنے گھروالوں کو	قیامت کے دن	خبردار یہ ہی	کھلا ہوا انتہائی گھاٹا ہے

لَهُمْ	مِّنْ فَوْقِهِمْ	ظُلَلٌ	مِّنَ النَّارِ	وَمِنْ تَحْتِهِمْ	ظُلَلٌ ۭ	ذٰلِكَ
ان کے لئے	ان کے اوپر سے	کچھ سائبان ہیں	آگ میں سے	اوران کے نیچے سے	کچھ سائبان ہیں	یہ ہے

يُخَوِّفُ اللّٰهُ	بِهٖ	عِبَادَهٗ ۭ	يٰعِبَادِ	فَاتَّقُوْنِ ⑯	وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا
ڈراتا ہے اللہ	جس نے	اپنے بندوں کو	اے میرے بندوں	توتم لوگ تقویٰ اختیار کرومیرا	اور وہ لوگ جو بچے

الطَّاغُوْتَ	اَنْ يَّعْبُدُوْهَا	وَاَنَابُوْٓا	اِلَى اللّٰهِ	لَهُمُ	الْبُشْرٰى ۚ
سرکشی کے سرغنوں سے	کہ وہ لوگ بندگی کریں ان کی	اورانہوں نے رخ کیا	اللہ کی طرف	ان کے لئے ہی	وہ بڑی خوشخبری ہے

فَبَشِّرْ	عِبَادِ ⑰	الَّذِيْنَ	يَسْتَمِعُوْنَ	الْقَوْلَ	فَيَتَّبِعُوْنَ
توآپؐ خوشخبری دے دیں	میرے بندوں کو	ان کو جو	دھیان سے سنتے ہیں	بات کو	پھر پیروی کرتے ہیں

اَحْسَنَهٗ ۭ	اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ	هَدٰىهُمُ اللّٰهُ	وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱
اس کے بہترین کی	یہ وہ لوگ ہیں	ہدایت دی جن کو اللہ نے	اور یہ لوگ ہی	خالص عقل والے ہیں

نوٹ۔1

امام مالکؒ آیت۔۱۰۔ میں صابرین سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جو دنیا کے مصائب اور رنج وغم پر صبر کرنے والے ہیں۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں سے اپنے نفس کو روکیں۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ لفظ صابر جب کسی دوسرے لفظ کے بغیر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ جو اپنے نفس کو گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کرے۔ اور مصیبت پر صبر کرنے والے کے لئے جب لفظ صابر بولا جاتا ہے تو صابر علیٰ کذا کے الفاظ بولے جاتے ہیں یعنی فلاں مصیبت پر صبر کرنے والا (معارف القرآن) اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مالکؒ نے اس آیت میں لفظ صابرین کے بعد علیٰ کذا کو محذوف مانا ہے۔ (مرتب)

نوٹ۔2

آیت۔۱۸۔ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر آواز کے پیچھے نہیں لگ جاتے بلکہ ہر ایک کی بات سن کر اس پر غور کرتے ہیں اور جو حق بات ہوتی ہے اسے قبول کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ بات کو سن کر غلط معنی پہنانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اس کے اچھے اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 19 تا 23

ھ ی ج

(ض) ھَیْجًا (۱) جوش میں آنا۔ ہیجان پیدا ہونا۔ چڑھنا۔ (۲) کھیتی یا گھاس کا مرجھا جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔۲۱۔

ق ش ع ر

(افْعِلَّالًا) اِقْشِعْرَارًا ڈر یا سردی سے رونگٹے کھڑے ہوجانا۔ لرزنا۔ کانپ اٹھنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۲۳۔

ترکیب

(آیت۔۲۱) لفظ ھَاجَ۔ یَهِیْجُ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ میں دونوں معانی لینے کی گنجائش ہے۔ اس لئے دونوں طرح سے ترجمے درست مانے جائیں گے۔ مَبْنِیَّةٌ اسم المفعول ہے یعنی بنایا ہوا۔ ''یہاں یہ لفظ آراستہ و پیراستہ (Furnished) کے مفہوم میں ہے۔ عربی میں بنی الدار جس طرح مکان بنانے کے مفہوم میں آتا ہے، اسی طرح مکان آراستہ کرنے کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔'' (تدبر قرآن) (آیت۔۲۳) كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا اور مَّثَانِیَ کے الفاظ کو اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کا حال مانا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کو اس کی صفت نہیں مان سکتے کیونکہ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ معرفہ ہے اور یہ الفاظ نکرہ ہیں، البتہ ان کو اس کا بدل مانا جاسکتا ہے کیونکہ بدل کا اعراب تو اس کے اعراب کے مطابق ہونا ضروری ہے جس کا وہ بدل ہے لیکن معرفہ۔ نکرہ میں مطابقت لازمی نہیں ہے۔ ہم نے ان مترجمین کی رائے کو ترجیح دی ہے جنہوں نے كِتٰبًا کو اَحْسَنَ کا بدل اور نکرہ مخصوصہ مانا ہے۔ جبکہ مُتَشَابِهًا اور مَثَانِیَ کو كِتٰبًا کی خصوصیت مانا ہے۔

ترجمہ:

اَفَمَنْ	حَقَّ	عَلَیْهِ	كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ	اَفَاَنْتَ	تُنْقِذُ	مَنْ فِی النَّارِ ۚ﴿۱۹﴾
تو کیا وہ	ثابت ہوا	جس پر	عذاب کا فرمان	تو کیا آپ	چھڑا لیں گے	اس کو جو آگ میں ہے

لٰكِنِ الَّذِیْنَ	اتَّقَوْا رَبَّهُمْ	لَهُمْ غُرَفٌ	مِّنْ فَوْقِهَا	غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ
لیکن وہ لوگ جنہوں نے	تقویٰ اختیار کیا اپنے رب کا	ان کے لئے بالا خانے ہیں	ان کے اوپر سے	سجے سجائے بالا خانے ہیں
تَجْرِیْ	مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ	وَعْدَ اللّٰهِ ؕ	لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ	الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾
بہتی ہیں	جن کے نیچے سے نہریں	(وعدہ ہوا) جیسا اللہ کے وعدے کا حق ہے	خلاف نہیں کرتا اللہ	وعدے کے
اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	فَسَلَكَهٗ	یَنَابِیْعَ
کیا تو نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	پھر اس نے چلایا اس (پانی) کو	بطور چشموں کے
فِی الْاَرْضِ	ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ	زَرْعًا	مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ	ثُمَّ یَهِیْجُ
زمین میں	پھر وہ نکالتا ہے اس سے	ایک کھیتی	مختلف ہوتے ہوئے اس کے رنگ	پھر وہ مرجھاتی ہے

فَتَرٰىهُ	مُصْفَرًّا	ثُمَّ یَجْعَلُهٗ	حُطَامًا ؕ	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	لَذِكْرٰی
تو تو دیکھتا ہے اس کو	پیلی پڑتے ہوئے	پھر وہ کر دیتا ہے اس کو	ریزہ ریزہ	بیشک اس میں	نصیحت ہے

لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع	اَفَمَنْ	شَرَحَ اللّٰهُ	صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
خالص عقل والوں کے لئے	تو کیا وہ	کشادہ کیا اللہ نے	جس کا سینہ اسلام کے لئے

فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ	مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ	فَوَیْلٌ
پھر وہ ایک روشنی میں ہے	اپنے رب (کی طرف) سے (وہ سنگدلوں کے برابر ہوجائے گا)	تو تباہی ہے

لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ	مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾
(ان کی) جن کے دل سخت ہونے والے ہیں	اللہ کی یاد سے (ہٹ کر)	یہ لوگ	ایک کھلی گمراہی میں ہیں

اَللّٰهُ نَزَّلَ	اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ	كِتٰبًا	مُّتَشَابِهًا
اللہ نے بتدریج اتارا	کلام کے بہترین کو	جو ایک ایسی کتاب ہے	(جس کے اجزاء) باہم ملتے جلتے ہیں
مَّثَانِیَ ۖ	تَقْشَعِرُّ مِنْهُ	جُلُوْدُ الَّذِیْنَ	یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ
(جس کے مضامین) دہرائے گئے ہیں	لرز اٹھتی ہیں اس سے	اس کی کھالیں جو	ڈرتے ہیں اپنے رب سے
ثُمَّ تَلِیْنُ	جُلُوْدُهُمْ	وَقُلُوْبُهُمْ	اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ
پھر نرم پڑتی ہیں	ان کی کھالیں	اور ان کے دل	اللہ کی یاد کی طرف
ذٰلِكَ	هُدَى اللّٰهِ	یَهْدِیْ بِهٖ	مَنْ یَّشَآءُ ؕ
یہ (بہترین کلام)	اللہ کی ہدایت ہے	وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعہ	اسے جس کو وہ چاہتا ہے

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ	فَمَا لَهٗ	مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾
اور جس کو بھٹکا دے اللہ	تو نہیں ہے اس کے لئے	کوئی بھی رہنمائی کرنے والا

نوٹ۔1

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب نور ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہوجاتا ہے (جس سے احکامِ الٰہیہ کو سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے) ہم نے عرض کیا کہ اس کی علامت کیا ہے، تو آپؐ نے فرمایا ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف راغب ہونا اور دھوکے کے گھر یعنی دنیا (کے لذائذ اور زینت) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 24 تا 31

ش ک س

(س)	شَكَسًا	بدمزاج ہونا۔
(تفاعل)	تَشَاكُسًا	ایک دوسرے کی مخالفت کرنا۔
	مُتَشَاكِسٌ	اسم الفاعل ہے۔ باہم مخالفت کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۲۹۔

ترجمہ:

اَفَمَنْ	یَّتَّقِیْ	بِوَجْهِهٖ	سُوْٓءَ الْعَذَابِ	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ	وَقِیْلَ
تو کیا وہ جو	روکتا ہے	اپنے چہرے سے	عذاب کی برائی کو	قیامت کے دن	اور کہا جائے گا

لِلظّٰلِمِيْنَ	ذُوْقُوْا	مَا	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝٢٤	كَذَّبَ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ
ظالموں سے	تم لوگ چکھو	اس کو جو	تم کمائی کرتے تھے	جھٹلایا انہوں نے جو	ان سے پہلے تھے

فَاَتٰىهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ حَيْثُ	لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٥	فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ
تو پہنچا ان کے پاس	عذاب	جہاں سے	ان کو شعور (بھی) نہیں تھا	پھر چکھائی ان کو اللہ نے

الْخِزْيَ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ	وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ	اَكْبَرُ ۘ	لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٦
رسوائی	دنیوی زندگی میں	اور یقیناً آخرت کا عذاب	سب سے بڑا ہے	کاش یہ لوگ جانتے ہوتے

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ	فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	مِنْ كُلِّ مَثَلٍ	لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝٢٧
اور بیشک ہم نے بیان کیا ہے لوگوں کے لیے	اس قرآن میں	ہر ایک مثال ہے	شاید کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں

قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ	لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝٢٨	ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
(ہم نے اتارا) ایک ایسا قرآن	جو عربی (زبان) والا ہے	جو پیچیدگی والا نہیں ہے	شاید کہ یہ لوگ تقویٰ اختیار کریں	بیان کی اللہ نے مثال

رَّجُلًا	فِيْهِ	شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ	وَرَجُلًا	سَلَمًا	لِّرَجُلٍ ۭ
ایک ایسے مرد کی	جس میں (شریک ہیں)	باہم مخالفت کرنے والے کچھ شرکاء	اور ایک ایسے مرد کی	جو پورا کا پورا ہے	ایک مرد کے لئے

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ	مَثَلًا ۭ	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٩
کیا یہ دونوں برابر ہیں	بلحاظ مثال کے	(حجت تمام ہوئی) اللہ کا شکر ہے	بلکہ ان کے اکثر	جانتے نہیں ہیں

اِنَّكَ مَيِّتٌ	وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝٣٠	ثُمَّ اِنَّكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	عِنْدَ رَبِّكُمْ	تَخْتَصِمُوْنَ ۝٣١ ع
بیشک آپؐ مردہ ہوں گے	اور بیشک یہ لوگ (بھی) مردہ ہوں گے	پھر یقیناً تم لوگ	قیامت کے دن	اپنے رب کے پاس	جھگڑو گے

نوٹ۔1

کسی چوٹ یا مار کو آدمی اپنے منہ پر اس وقت لیتا ہے جب وہ بالکل بے بس ہو۔ ورنہ جب تک وہ مدافعت پر کچھ بھی قادر ہوتا ہے، وہ اپنے جسم کے ہر حصے پر چوٹ کھاتا رہتا ہے مگر منہ پر مار نہیں پڑنے دیتا۔ اس لئے آیت۔ ۲۴۔ میں اس شخص کی انتہائی بے بسی کی تصویر یہ کہہ کر کھینچ دی گئی کہ وہ سخت مار اپنے منہ پر لے گا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

''ضرب مثل'' کے معنی حکمت و موعظت کی باتیں تمثیل کے اسلوب میں پیش کرنا ہے۔ تمثیل کا اسلوب حقائق کی تعلیم و تفہیم کے لئے سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے، بالخصوص ان حقائق کی تعلیم کے لئے جن کا تعلق ایک نادیدہ عالم سے ہو۔ اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام اس صنف کلام سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ تورات، انجیل، زبور، سب امثال سے معمور ہیں۔ اور حضرت سلیمانؑ کے صحیفہ حکمت کا تو نام ہی امثال ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔3

آیت۔ ۲۹۔ کی مثال میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور توحید کے فرق اور انسان کی زندگی پر دونوں کے اثرات کو اس طرح کھول کر بیان فرمادیا کہ اس سے زیادہ مختصر الفاظ میں اتنا بڑا مضمون اتنے موثر طریقے سے سمجھا دینا ممکن نہیں ہے۔ یہ بات ہر آدمی تسلیم کرے گا کہ جس شخص کے بہت سے آقا ہوں اور ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہو اور وہ مالک بھی بدمزاج ہوں کہ جس کے حکم کی تعمیل میں کوئی

کسر رہ جائے وہ سزا دینے پر تل جائے، ایسے شخص کی زندگی لامحالہ سخت عذاب میں ہوگی۔ اس کے برعکس وہ شخص 1602 بڑے آرام سے رہے گا جو بس ایک ہی آقا کا غلام ہو اور کسی دوسرے کی خدمت و رضا جوئی اسے نہ کرنی پڑے۔ یہ ایسی سیدھی سی بات ہے جسے سمجھنے کے لئے کسی بڑے غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد کسی شخص کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ انسان کے لئے جو امن و اطمینان ایک خدا کی بندگی میں ہے وہ بہت سے خداؤں کی بندگی میں اسے کبھی میسر نہیں آ سکتا۔ (تفہیم القرآن)

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نوٹ۔4

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں (آیت۔۳۱) لفظ اِنَّکُمْ میں مومن و کافر اور مسلمان و مظلوم سب داخل ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے مقدمات اپنے رب کی عدالت میں پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے، وہ کافر ہو یا مومن۔ اور اس ادائیگی حقوق کی صورت یہ ہوگی کہ اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بمقدار ظلم یہ اعمال اس سے لے کر مظلوم کو دے دیئے جائیں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہوں کو اس سے لے کر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو مقدمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا وہ مرد اور اس کی بیوی کا ہوگا۔ اور بخدا کہ وہاں زبان نہیں بولے گی بلکہ عورت کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ اپنے شوہر پر کیا کیا عیب لگایا کرتی تھی اور اسی طرح مرد کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کس طرح اپنی بیوی کو تکلیف و ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ اس کے بعد ہر آدمی کے سامنے اس کو نوکر چاکر لائے جائیں گے۔ ان کی شکایات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر عام بازار کے لوگ جن سے اس کے معاملات رہے تھے، وہ پیش ہوں گے اگر اس نے ان میں سے کسی پر ظلم کیا ہے تو اس کا حق دلوایا جائے گا۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ مظلوموں کے حقوق میں ظالم کے اعمال دینے کا جو ذکر آیا ہے، اس سے مراد ایمان کے علاوہ دوسرے اعمال ہیں۔ کیونکہ جتنے مظالم ہیں وہ سب عملی گناہ ہیں، کفر نہیں ہیں اور عملی گناہوں کی سزا محدود ہوگی۔ جبکہ ایمان ایک غیر محدود عمل ہے۔ اس کی جزا بھی غیر محدود یعنی ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ظالم کے اعمال صالحہ مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے، صرف ایمان رہ جائے گا تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جائے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی، جس کے نتیجہ میں گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد بالآخر وہ جنت میں داخل ہوگا اور پھر اس کا یہ حال دائمی ہوگا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 32 تا 37

ترجمہ:

فَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ	وَكَذَّبَ	بِالصِّدْقِ	اِذْ جَآءَهٗ
تو کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس نے	جھوٹ کہا اللہ پر	اور اس نے جھٹلایا	سچائی کو	جب وہ آئی اس کے پاس

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۳۲	وَالَّذِىْ	جَآءَ بِالصِّدْقِ
کیا نہیں ہے جہنم میں	مستقل قیام گاہ	انکار کرنے والوں کے لئے	اور وہ جو	آیا سچائی کے ساتھ

وَصَدَّقَ بِهٖ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۳۳	لَهُمْ	مَّا	يَشَآءُوْنَ
اور اس نے تصدیق کی اس کی	وہ لوگ	ہی متقی ہیں	ان کے لئے ہے	وہ جو	وہ لوگ چاہیں گے

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ	ذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۚ﴿۳۴﴾	لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ
اپنے رب کے پاس	یہ	خوب کاروں کی جزا ہے	تاکہ دور کردے اللہ ان سے

اَسۡوَاَ الَّذِىۡ	عَمِلُوۡا	وَيَجۡزِيَهُمۡ	اَجۡرَهُمۡ	بِاَحۡسَنِ الَّذِىۡ	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۵﴾
اس کے برے سے برے کو جو	انہوں نے عمل کئے	اور وہ بدلے میں ان کو دے	ان کی اُجرت	اس کے بہترین سے جو	وہ لوگ عمل کرتے تھے

اَلَيۡسَ اللّٰهُ	بِكَافٍ	عَبۡدَهٗ ؕ	وَيُخَوِّفُوۡنَكَ	بِالَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ
کیا اللہ	کفایت کرنے والا نہیں ہے	اپنے بندے کی	اور یہ لوگ ڈراتے ہیں آپؐ کو	ان سے جو اس (اللہ) کے علاوہ ہیں

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ	فَمَا لَهٗ	مِنۡ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾	وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ
اور جس کو بھٹکا دے اللہ	تو نہیں ہے اس کے لئے	کوئی بھی رہنمائی کرنے والا	اور جس کو ہدایت دے اللہ

فَمَا لَهٗ	مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ	اَلَيۡسَ اللّٰهُ	بِعَزِيۡزٍ	ذِى انۡتِقَامٍ ﴿۳۷﴾
تو نہیں ہے اس کے لیے	کوئی بھی بھٹکانے والا	کیا اللہ	بالادست	بدلہ لینے والا نہیں ہے

نوٹ۔1

آیت۔ ۳۴۔ میں فِى الۡجَنَّةِ نہیں بلکہ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ کے الفاظ ارشاد ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اپنے رب کے ہاں تو بندہ مرنے کے بعد
ہی پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے آیت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں پہنچ کر ہی نہیں بلکہ مرنے کے وقت سے دخولِ جنت تک کے زمانے میں بھی مومن صالح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی رہے گا۔ وہ عذاب برزخ سے، روز قیامت کی سختیوں سے، حساب کی سخت گیری سے، میدانِ حشر کی رسوائی سے، اپنی کوتاہیوں اور قصوروں پر مواخذہ سے لازماً بچنا چاہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی یہ ساری خواہشات پوری فرمائے گا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 38 تا 41

ترجمہ:

وَلَئِنۡ	سَاَلۡتَهُمۡ	مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ	لَيَقُوۡلُنَّ	اللّٰهُ ؕ
اور بیشک اگر	آپؐ پوچھیں گے ان سے	کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	تو وہ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلۡ	اَفَرَءَيۡتُمۡ	مَّا	تَدۡعُوۡنَ	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	اِنۡ اَرَادَنِىَ
آپؐ کہئے	تو کیا تم لوگوں نے غور کیا	ان چیزوں پر جن کو	تم لوگ پکارتے ہو	اللہ کے علاوہ (کہ)	اگر ارادہ کرے میرے لئے

اللّٰهُ	بِضُرٍّ	هَلۡ هُنَّ	كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ
اللہ	کسی تکلیف کا	تو کیا وہ سب (چیزیں)	اس کی (ڈالی ہوئی) تکلیف کو کھولنے والی ہیں

اَوۡ اَرَادَنِىۡ بِرَحۡمَةٍ	هَلۡ هُنَّ	مُمۡسِكٰتُ رَحۡمَتِهٖ ؕ	قُلۡ
یا وہ ارادہ کرے میرے لئے کسی رحمت کا	کیا وہ سب	اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں	آپؐ کہیے

حَسۡبِىَ اللّٰهُ ؕ	عَلَيۡهِ يَتَوَكَّلُ	الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ﴿۳۸﴾	قُلۡ	يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا
کافی ہے مجھ کو اللہ	اس پر ہی بھروسہ کرتے ہیں	بھروسہ کرنے والے	آپؐ کہئے	اے میری قوم تم لوگ عمل کرو

عَلٰی مَكَانَتِكُمْ	اِنِّیْ عَامِلٌ	فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹	مَنْ	يَّاْتِيْهِ
اپنی جگہ پر	بیشک میں عمل کرنے والا ہوں	تو عنقریب تم لوگ جان لوگے	اس کو	پہنچے گا جس کے پاس
عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَيَحِلُّ عَلَيْهِ	عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰	اِنَّآ اَنْزَلْنَا
ایک ایسا عذاب جو	رسوا کرے گا اس کو	اور اترے گا اس پر	ایک ٹھہرنے والا عذاب	بیشک ہم نے اتارا
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ	لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ	فَمَنِ اهْتَدٰى	فَلِنَفْسِهٖ	وَمَنْ ضَلَّ
آپؐ پر اس کتاب کو	لوگوں کے لئے حق کے ساتھ	پس جس نے ہدایت پائی	تو (اس نے ہدایت پائی) اپنے لئے	اور جو بھٹکا
فَاِنَّمَا	يَضِلُّ	عَلَيْهَا	وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ۝۴۱
تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ بھٹکتا ہے	اپنے آپ پر	اور آپؐ ان پر	کوئی نگران نہیں ہیں

نوٹ ۔1

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ سب انسانوں سے زیادہ طاقتور ہو جائے، اسے چاہیے کہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے۔ بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے زیادہ عزت والا ہو جائے، اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 42 تا 48

ش م ء ز

(اِفْعِلَّالٌ) اِشْمِئْزَازًا کراہیت سے چہرہ کا سکڑ جانا۔ زیر مطالعہ آیت ۔۴۵۔

ترجمہ:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى	الْاَنْفُسَ	حِيْنَ مَوْتِهَا	وَالَّتِيْ	لَمْ تَمُتْ
اللہ پورا پورا لے لیتا ہے	جانوں کو	ان کی موت کے وقت	اور اس کو (بھی) جو	نہیں مری
فِيْ مَنَامِهَا	فَيُمْسِكُ الَّتِيْ	قَضٰى عَلَيْهَا	الْمَوْتَ	وَيُرْسِلُ
اس کے سونے کے وقت میں	پھر وہ تھام لیتا ہے اس کو	فیصلہ ہوا جس پر	موت کا	اور وہ بھیج دیتا ہے

الْاُخْرٰٓى	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
دوسری کو	ایک مقررہ مدت کی طرف	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	ایسی قوم کے لئے جو
يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲	اَمِ اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	شُفَعَآءَ
غور و فکر کرتے ہیں	یا ان لوگوں نے بنائے	اللہ کے علاوہ	کچھ سفارش کرنے والے

قُلْ	اَوَلَوْ كَانُوْا	لَا يَمْلِكُوْنَ	شَيْئًا	وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳
آپؐ کہیے	کیا اگر وہ لوگ ہوں (کہ)	اختیار نہ رکھتے ہوں	کسی چیز کا	اور نہ عقل استعمال کرتے ہوں

قُلْ لِّلّٰهِ	الشَّفَاعَةُ	جَمِيْعًا ؕ	لَهٗ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آپ کہیے اللہ ہی کی ہے	کل سفارش	ساری کی ساری	اس کی ہے	زمین اور آسمانوں کی بادشاہت

ثُمَّ اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾	وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ	وَحْدَهُ
پھر اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا	اس کے واحد ہوتے ہوئے
اشْمَاَزَّتْ	قُلُوْبُ الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ	وَاِذَا ذُكِرَ
تو سکڑ جاتے ہیں	ان کے دل جو	ایمان نہیں رکھتے آخرت پر	اور جب ذکر کیا جاتا ہے

الَّذِيْنَ	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اِذَا هُمْ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾	قُلِ	اللّٰهُمَّ
ان لوگوں کا جو	اس کے علاوہ ہیں	جب ہی وہ لوگ	خوشیاں مناتے ہیں	آپ کہیے	اے اللہ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	اَنْتَ تَحْكُمُ
اے زمین اور آسمانوں کو وجود بخشنے والے	اے شہادہ اور غیب کے جاننے والے	تو ہی فیصلہ کرے گا

بَيْنَ عِبَادِكَ	فِيْ مَا	كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَلَوْ اَنَّ
اپنے بندوں کے درمیان	اس میں	یہ لوگ اختلاف کرتے تھے جس میں	اور اگر (ہوتا) کہ

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	مَا فِي الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	وَّمِثْلَهٗ	مَعَهٗ
ان کے لئے جنہوں نے ظلم کیا	وہ جو زمین میں ہے	کل کا کل	اور اس کے جیسا	اس کے ساتھ
لَافْتَدَوْا	بِهٖ	مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ	وَبَدَا لَهُمْ
تو وہ لوگ ضرور خود کو چھڑاتے	اس کے بدلے	عذاب کی برائی سے	قیامت کے دن	اور ظاہر ہوا ان کے لئے

مِّنَ اللّٰهِ	مَا	لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَبَدَا لَهُمْ
اللہ (کی طرف) سے	وہ جو	وہ لوگ گمان (تک) نہیں کرتے تھے	اور ظاہر ہوئیں ان کے لئے

سَيِّاٰتُ مَا	كَسَبُوْا	وَحَاقَ بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾
اس کی برائیاں جو	انہوں نے کمائی کی	اور گھیرے میں لے لیا ان کو	اس نے	جو وہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے

نوٹ۔1

قبض روح کے معنی اس کا تعلق بدن انسانی سے قطع کر دینے کے ہیں۔ کبھی یہ ظاہراً و باطناً بالکل منقطع کر دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام موت ہے اور کبھی صرف ظاہراً منقطع کیا جاتا ہے اور باطناً باقی رہتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حس اور حرکت ارادی، جو ظاہری علامت زندگی ہے، وہ منقطع کر دی جاتی ہے اور باطناً تعلق روح کا جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے اور زندہ رہتا ہے۔ موت اور نیند کا یہ فرق حضرت علیؓ کے قول کے مطابق ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ سونے کے وقت انسان کی روح اس کے

بدن سے نکل جاتی ہے مگر ایک شعاع روح کی بدن میں رہتی ہے۔ جس سے وہ زندہ رہتا ہے اور فرمایا کہ نیند کی حالت میں جو روح انسان کے بدن سے نکلتی تو بیداری کے وقت آنکھ جھپکنے سے بھی کم وقت میں بدن میں واپس آجاتی ہے۔ (معارف القرآن)

اس میں غور کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس طرح خلق اور تدبیر تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی طرح زندگی اور موت بھی تمام تر اسی کے اختیار میں ہے اور یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا کوئی دور دراز والی بات نہیں ہے۔ اس دنیا میں ہر روز موت اور موت کے بعد اٹھنے کا ریہرسل ہر شخص کے ساتھ ہو رہا ہے۔ بشرطیکہ آدمی اس کو دیکھنے کے لئے دیدہ بینا رکھتا ہو۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۴۵ میں جو بات کہی گئی ہے وہ قریب قریب ساری دنیا کے مشرکانہ ذوق رکھنے والے لوگوں میں مشترک ہے، حتیٰ کہ مسلمانوں میں بھی جن بدقسمتوں کو یہ بیماری لگ گئی ہے وہ بھی اس عیب سے خالی نہیں ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ اکیلے اللہ کا ذکر کیجئے تو چہرے بگڑنے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں ضرور یہ شخص بزرگوں اور اولیاء کو نہیں مانتا جبھی تو بس اللہ ہی اللہ کی باتیں کئے جاتا ہے۔ اور اگر دوسروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں کی کلی کھل اٹھتی ہے۔ اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو اصل میں دلچسپی اور محبت کس سے ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر ۴۹ تا ۵۴

ترجمہ:

فَاِذَا مَسَّ	الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	دَعَانَا ز	ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ
پھر جب کبھی چھوتی ہے	انسان کو کوئی تکلیف	تو وہ پکارتا ہے ہم کو	پھر جب ہم عطا کرتے ہیں اس کو

نِعْمَةً مِّنَّا لا	قَالَ	اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ	عَلٰى عِلْمٍ ط	بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ
کوئی نعمت اپنے پاس سے	تو وہ کہتا ہے	مجھے تو بس دی گئی یہ (نعمت)	ایک علم (کی بنا) پر	بلکہ (جبکہ) یہ ایک آزمائش ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾	قَدْ قَالَهَا	الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
اور لیکن ان کے اکثر	جانتے ہیں	کہہ چکے یہ (بات)	وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ	مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾	فَاَصَابَهُمْ	سَيِّاٰتُ مَا	كَسَبُوْا ط
پھر کام نہ آیا ان کے	وہ جو لوگ کمائی کرتے تھے	تو آلگیں ان کو	اس کی برائیاں جو	انہوں نے کمائی کی

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	مِنْ هٰٓؤُلَآءِ	سَيُصِيْبُهُمْ	سَيِّاٰتُ مَا	كَسَبُوْا لا
اور جنہوں نے ظلم کیا	ان لوگوں میں سے	آلگیں گی ان کو (بھی)	اس کی برائیاں جو	انہوں نے کمائی کی

وَمَا هُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾	اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ	الرِّزْقَ
اور یہ لوگ	عاجز کرنے والے نہیں ہیں (ہم کو)	اور کیا انہوں نے جانا ہی نہیں	کہ اللہ کشادہ کرتا ہے	رزق کو

لِمَنْ يَّشَآءُ	وَيَقْدِرُ ط	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ ع
اس کے لئے جس کے لئے وہ چاہتا ہے	اور اندازے سے دیتا ہے	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں

قُلْ	يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ	اَسْرَفُوْا	عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ	لَا تَقْنَطُوْا
آپؐ (میرا) پیغام دیں (کہ)	اے میرے وہ بندو جنہوں نے	زیادتی کی	اپنی جانوں پر	تم لوگ مایوس مت ہو

مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	جَمِيْعًا ؕ	1602 اِنَّهٗ
اللہ کی رحمت سے	بیشک اللہ	بخش دیتا ہے گناہوں کو	سب کو	بیشک وہ

هُوَ الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾	وَاَنِيْبُوْٓا	اِلٰى رَبِّكُمْ
ہی بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	اور تم لوگ رخ کرو	اپنے رب کی طرف
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ	مِنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ	ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾
اور فرمانبرداری کرو اس کی	اس سے پہلے کہ	پہنچے تمہارے پاس عذاب	پھر تمہاری مدد نہ کی جائے

نوٹ۔1

آیت۔۵۳۔ میں خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ جیسا کہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ عام انسانوں کو مخاطب کر کے یہ بات ارشاد فرمانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرما دی ہے کہ گناہوں کی معافی کی صورت بندگی و اطاعت کی طرف پلٹ آنا اور اللہ کے نازل کئے ہوئے پیغام کی پیروی کرنا ہے۔ (تفہیم القرآن) خلاصہ آیت کے مضمون کا یہ ہوا کہ مرنے سے پہلے پہلے ہر بڑے بڑے گناہ، یہاں تک کہ کفر و شرک سے بھی اگر کوئی توبہ کر لے تو سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 55 تا 63

ترجمہ:

وَاتَّبِعُوْٓا	اَحْسَنَ مَآ	اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ	مِّنْ رَّبِّكُمْ
اور تم لوگ پیروی کرو	اس کے بہترین کی جو	اتارا گیا تمہاری طرف	تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ	بَغْتَةً	وَّ	اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾	اَنْ
اس سے پہلے کہ	پہنچے تمہارے پاس عذاب	اچانک	اس حال میں کہ	تم لوگ شعور نہ رکھتے ہو	(قبل اس کے) کہ
تَقُوْلَ نَفْسٌ	يّٰحَسْرَتٰى	عَلٰى مَا	فَرَّطْتُّ	فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ	وَاِنْ
کہے کوئی جان	ہائے میری حسرت	اس پر جو	میں نے کوتاہی کی	اللہ کی جناب میں	اور بیشک

كُنْتُ	لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾	اَوْ	تَقُوْلَ	لَوْ اَنَّ
میں	یقیناً مسخری کرنے والوں میں سے تھا	یا (اس سے پہلے کہ)	وہ (جان) کہے	اگر یہ کہ
اللّٰهَ هَدٰىنِيْ	لَكُنْتُ	مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾	اَوْ	تَقُوْلَ
اللہ ہدایت دیتا مجھ کو	تو میں ضرور ہوتا	تقوٰی اختیار کرنے والوں میں سے	یا (اس سے پہلے کہ)	وہ (جان) کہے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ	لَوْ اَنَّ	لِيْ كَرَّةً	فَاَكُوْنَ
جس وقت وہ دیکھے عذاب کو	کاش کہ	میرے لئے ایک اور باری ہوتی	نتیجۃً میں ہو جاتا

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾	بَلٰى	قَدْ جَآءَتْكَ	اٰيٰتِيْ	فَكَذَّبْتَ بِهَا
نیکوکاروں میں سے	کیوں نہیں	آ چکیں تیرے پاس	میری نشانیاں	تو تو نے جھٹلایا ان کو

وَاسۡتَكۡبَرۡتَ	وَ كُنۡتَ	مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝٥٩	وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	1602 تَرَى الَّذِيۡنَ
اور تونے گھمنڈ کیا	اور تو تھا ہی	ناشکری کرنے والوں میں سے	اور قیامت کے دن	آپؐ دیکھیں گے ان کو جنہوں نے

كَذَبُوۡا عَلَى اللّٰهِ	وُجُوۡهُهُمۡ مُّسۡوَدَّةٌ ؕ	اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ		مَثۡوًى
جھوٹ کہا اللہ پر (کہ)	ان کے چہرے سیاہ پڑنے والے ہیں	کیا جہنم میں نہیں ہے		مستقل قیام گاہ
لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ۝٦٠	وَيُنَجِّى اللّٰهُ	الَّذِيۡنَ	اتَّقَوۡا	بِمَفَازَتِهِمۡ
بڑا بننے والوں کے لئے	اور نجات دے گا اللہ	ان کو جنہوں نے	تقویٰ اختیار کیا	ان کی نجات کی جگہ میں

لَا يَمَسُّهُمُ	السُّوۡٓءُ	وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝٦١	اَللّٰهُ خَالِقُ
(جہاں) نہیں چھوئے گی ان کو	برائی	اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے	اللہ پیدا کرنے والا ہے
كُلِّ شَىۡءٍ ۙ	وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	وَّكِيۡلٌ ۝٦٢	لَهٗ
ہر چیز کا	اور وہ ہر چیز پر	نگران ہے	اس کے لئے ہی ہیں

مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ	وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝٦٣ ع
زمین اور آسمانوں کی کنجیاں	اور جنہوں نے انکار کیا	اللہ کی نشانیوں کا	وہ لوگ	ہی خسارہ پانے والے ہیں

نوٹ۔1

کنجیوں کا کسی کے ہاتھ میں ہونا اس کے مالک ومتصرف ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے آیت۔ ۶۳۔ کی مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں نعمتوں کے جو خزانے چھپے ہوئے ہیں ان سب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی ان کا محافظ ہے اور وہی متصرف ہے کہ جب چاہے، جس کو چاہے، جتنا چاہے دے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ بعض احادیث میں تیسرے کلمہ کو مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص صبح وشام یہ کلمہ پڑھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ محدثین نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ فضائل اعمال میں ان کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 64 تا 70

ترجمہ:

قُلۡ	اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ	تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ	اَعۡبُدُ
آپؐ کہیے	تو کیا اللہ کے علاوہ کی	تم لوگ ترغیب دیتے ہو مجھ کو	(کہ) میں بندگی کروں

اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ ۝٦٤	وَ	لَقَدۡ اُوۡحِىَ	اِلَيۡكَ	وَاِلَى الَّذِيۡنَ	مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ
اے جاہلو	حالانکہ	یقیناً وحی کی جاچکی	آپؐ کی طرف	اور ان کی طرف جو	آپؐ سے پہلے تھے

لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ	لَيَحۡبَطَنَّ	عَمَلُكَ	وَلَتَكُوۡنَنَّ	مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝٦٥
(کہ ہر امتی کو بتادو کہ) یقیناً اگر تونے شرک کیا	تو یقیناً اکارت جائے گا	تیرا عمل	اور تو لازماً ہو جائے گا	خسارہ پانے والوں میں سے

بَلِ اللّٰهَ	فَاعۡبُدۡ	وَكُنۡ	مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۝٦٦	وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ
بلکہ اللہ کی ہی	پس تو بندگی کر	اور تو ہو جا	شکر کرنے والوں میں سے	اور انہوں نے تعظیم نہیں کی اللہ

حَقَّ قَدْرِهٖ ڰ	وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا	قَبْضَتُهٗ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	1602 وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ
جیسا اس کی تعظیم کا حق ہے	اور زمین کل کی کل	اس کی ایک مٹھی میں ہوگی	قیامت کے دن	اور آسمان لپیٹے ہوئے ہونگے

بِيَمِيْنِهٖ ۭ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۶۷	وَنُفِخَ	فِي الصُّوْرِ
اس کے داہنے ہاتھ میں	پاکیزگی اس کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو یہ لوگ شریک کرتے ہیں	اور پھونکا جائے گا	صور میں

فَصَعِقَ	مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	اِلَّا مَنْ	شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ
تو مر جائیں گے	وہ جو آسمانوں میں ہیں	اور وہ جو زمین میں ہیں	سوائے اس کے جس کو	چاہے گا اللہ

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ	اُخْرٰى	فَاِذَا هُمْ	قِيَامٌ	يَّنْظُرُوْنَ ۶۸	وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ
پھر پھونکی جائے گی اس میں	دوسری (پھونک)	پھر جب ہی وہ لوگ	کھڑے ہوں گے	دیکھتے ہوئے	اور جگمگا اٹھے گی زمین

بِنُوْرِ رَبِّهَا	وَوُضِعَ الْكِتٰبُ	وَجِايْۗءَ	بِالنَّـبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ
اپنے رب کے نور سے	اور رکھا جائے گا لکھا ہوا (ریکارڈ)	اور لائے جائیں گے	انبیاء کرام اور گواہ

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ	وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۶۹	وَوُفِّيَتْ
اور فیصلہ کیا جائے گا ان لوگوں کے درمیان	حق کے ساتھ	اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا	اور پورا پورا دیا جائے گا

كُلُّ نَفْسٍ	مَّا عَمِلَتْ	وَهُوَ اَعْلَمُ	بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۷۰ ع
ہر ایک جان کو	وہ جو اس نے عمل کیا	اور وہ خوب جاننے والا ہے	اس کو جو یہ لوگ کرتے ہیں

نوٹ۔1

جاہل اس کو کہتے ہیں جو علم وعقل کے بجائے جذبات اور خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔فرمایا کہ ان جاہلوں سے پوچھو کہ تمام دلائل و شواہد تو اس بات کے حق میں ہیں کہ رہ چیز کا خالق اللہ ہے اور اسی کے قبضہ میں تمام آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، تو کیا پھر تم لوگ مجھ سے اس بات کی ضد کرتے رہو گے کہ میں اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کروں۔(تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۶۸۔ میں دو مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر ہے۔سورہ نمل آیت۔۸۷۔ میں ان دونوں سے پہلے ایک صور پھونکنے کا ذکر آیا ہے جسے سن کو زمین و آسمان کی ساری مخلوق دہشت زدہ ہو جائے گی، اسی بنا پر احادیث میں تین مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر کیا گیا۔ایک نُفْخَةَ الْفَزَعِ یعنی گھبرا دینے والا صور، دوسرے نفخة الصعق یعنی مار گرانے والا صور اور تیسرا نُفْخَةَ الْقِيَامِ۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 71 تا 75

ز م ر

(ن) زَمْرًا بانسری بجانا۔بات پھیلانا

زُمْرَةٌ ج زُمَرٌ۔جماعت۔گروہ۔زیر مطالعہ آیت۔۷۱۔

ترجمہ:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اِلٰى جَهَنَّمَ	زُمَرًا ۭ	حَتّٰٓى اِذَا	جَاۗءُوْهَا
اور ہانکے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	جہنم کی طرف	گروہ در گروہ	یہاں تک کہ جب	وہ لوگ آئیں گے اس کے پاس

فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا	وَقَالَ لَهُمۡ	خَزَنَتُهَاۤ	اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ	رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ
تو کھولے جائیں گے اس کے دروازے	اور کہیں گے ان سے	اس کے داروغے	کیا نہیں پہنچے تمہارے پاس	کچھ رسول تم میں سے

يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ	اٰيٰتِ رَبِّكُمۡ	وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ	لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ؕ
پڑھ کر سناتے ہوئے تم کو	تمہارے رب کی آیات	اور خبردار کرتے ہوئے تم کو	تمہارے اس دن کی ملاقات سے

قَالُوۡا بَلٰى	وَلٰكِنۡ حَقَّتۡ	كَلِمَةُ الۡعَذَابِ	عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۱﴾	قِيۡلَ ادۡخُلُوۡۤا
وہ لوگ کہیں گے کیوں نہیں	اور لیکن ثابت ہوا	عذاب کا فرمان	انکار کرنے والوں پر	کہا جائے گا تم لوگ داخل ہو

اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ	خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ	فَبِئۡسَ	مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۲﴾
جہنم کے دروازوں میں (سے)	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے اس میں	تو کتنی بری ہے	بڑا بننے والوں کی مستقل قیام گاہ

وَسِيۡقَ الَّذِيۡنَ	اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ	اِلَى الۡجَـنَّةِ	زُمَرًا ؕ	حَتّٰٓى اِذَا
اور لے جائے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے	تقویٰ اختیار کیا اپنے رب کا	جنت کی طرف	گروہ در گروہ	یہاں تک کہ جب

جَآءُوۡهَا	وَفُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا	وَقَالَ لَهُمۡ	خَزَنَتُهَا	سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ
وہ لوگ آئیں گے اس کے پاس	اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے	اور کہیں گے ان سے	اس کے داروغے	سلامتی ہے تم لوگوں پر

طِبۡتُمۡ	فَادۡخُلُوۡهَا	خٰلِدِيۡنَ ﴿۷۳﴾	وَقَالُوا	الۡحَمۡدُ
تم لوگ پاکیزہ ہوئے	پس داخل ہو اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	اور وہ لوگ کہیں گے	تمام شکر و سپاس

لِلّٰهِ الَّذِىۡ	صَدَقَنَا	وَعۡدَهٗ	وَاَوۡرَثَنَا	الۡاَرۡضَ	نَتَبَوَّاُ
اس اللہ کے لئے ہے جس نے	سچ کیا ہم سے	اپنے وعدہ کو	اور اس نے وارث بنایا ہم کو	اس سرزمین کا	ہم اقامت اختیار کرتے ہیں

مِنَ الۡجَـنَّةِ	حَيۡثُ نَشَآءُ ۚ	فَنِعۡمَ	اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۷۴﴾	وَتَرَى الۡمَلٰٓـئِكَةَ
اس جنت میں سے	جہاں ہم چاہیں	تو کیا خوب ہے	عمل کرنے والوں کا اجر	اور آپ دیکھیں گے فرشتوں کو

حَآفِّيۡنَ	مِنۡ حَوۡلِ الۡعَرۡشِ	يُسَبِّحُوۡنَ	بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ ۚ	وَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ
پرے باندھنے والے ہوتے ہوئے	عرش کے اردگرد سے	تسبیح کرتے ہوئے	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان

بِالۡحَقِّ	وَقِيۡلَ	الۡحَمۡدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۵﴾ ع
حق کے ساتھ	اور کہا جائے گا	تمام شکر و سپاس	اللہ کے لئے ہے	جو تمام جہانوں کا رب ہے